أبو داود

عبدالودود اکرمی عمری مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

حیات و خدمات اور تبصرے

مرتب

ڈاکٹر ابو عمر ناکوا پرویز احمد مدنی

ناشر: مؤسسہ دار الہدی، اڈپی، ہند

سلسلہ مطبوعات 19 مرکز دار الہدی اڈپی

DAR-UL-HUDA UDUPI

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب: اَبو داوٗد عبدالودود اکرمی مدنی رحمۃ اللہ علیہ حیات وخدمات اور تبصرے

مرتب: دکتورناکوا پرویز احمد مدنی حفظہ اللہ

صفحات: ۱۴۲

ایڈیشن: پہلا

سن طباعت: ۲۰۲۴

ناشر: مؤسسہ دارالہدی، اڈپی۔ ہند

ملنے کا پتہ

DAR UL HUDA PUBLICADITON UDUPI ®
1, First Floor, Himalay Pearl, Udupi – Manipal Road
Kadiyali, Udupi, Karnataka – India Pin: 576102
Cell: +91 9945565905 / +91 70224 14400
+91 73378 14400

DAR UL HUDA PUBLICADITON UDUPI ®
Flat No. 302, 2-6-5/33, H.H. Merdian Happy Home
Colony, Dairy Farm, Pillar No. 213, RJNR Nagar,
HYDERABAD, T.S. - 500030
Cell: +91 70224 14400 / +91 89718 31905

فھرست

شمارہ	عناوین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	ایسا کچھ کرکے چلو یاں کہ بہت یاد رہو	دکتور ابو عمر ناکواپرویز احمد مدنی	۵
۲	ازدواجی زندگی کے سنہرے اوراق	عائشہ بنت عمر (زوجہ عبدالودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ)	۷
۳	آہ عبدالودود عمری مدنی صاحب	دکتور عبداللہ محمد مشتاق حائل	۱۸
۴	بھائی عبدالودود رحمہ اللہ کی یاد میں	دکتور عاصم خان سنابلی، مدنی	۱۹
۵	بھائی عبدالودود رحمہ اللہ کی یاد میں	دکتور جاوید ندیم مدنی	۲۱
۶	کچھ یادیں....... تیری باتیں	محمد مبارک سنابلی مدنی	۲۳
۷	بھائی عبدالودود المدنی......کچھ یادیں کچھ باتیں	افسر احمد عبدالروؤف عمری مدنی	۲۶
۸	نوجوان علماء کی وفات اور ہماری ذمہ داریاں	محمد ہاشم عمری مدنی	۲۸
۹	خوش مزاج خوش لباس شخصیت	شیبۃ الحمد مدنی	۳۶
۱۰	بہت سی خوبیاں تھیں	مصطفی بشیر مدنی	۳۹
۱۱	ایک اور ستارہ ٹوٹ گیا	نالج انٹر نیشنل عربک اسکول بھٹکل	۴۱
۱۲	آہ! مولوی عبدالودود اکرمی عمری مدنی	محمد ناصر سعید اکرمی	۴۳
۱۳	ابھی جانے کی عمر نہیں تھی	مولانا عبدالمتین منیری بھٹکل	۴۷
۱۴	استاذ محترم کی کچھ یادیں!	عمر بن محمد شفیق	۵۰
۱۵	آہ۔۔۔۔یاودود!!!اغفر لعبدالودود	حافظ ابوعبداللہ عبدالمحی قطر	۵۴
۱۶	موت ہے کہ قیامت!	ساجد ولی	۵۶
۱۷	عبدالودود اکرمی عمری مدنی کا سانحہ ارتحال	ابوعبداللہ فیض اللہ جامعی	۵۸
۱۸	الخبر الصاعق	إبراهيم فهيم شهبندري	۵۹
۱۹	مولوی عبدالودود اکرمی عمری مدنی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا عبدالسلام خطیب ندوی	۶۱
۲۰	اظہار افسوس	محمد ایہاب جمشیر	۶۲

۲۱	شیخ عبد الودود صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ	عبد اللہ ندوی	۶۳
۲۲	میرے جذبات	شبیر احمد عمری، انڈی	۶۷
۲۳	کہاں چلے گئے عبد الودود	احسن خان تری پاتور	۶۸
۲۴	ایک ملاقات	زکریا سبیل عمری نذیری	۷۰
۲۵	چڑیوں کو بہت پیار تھا پھلدار شجر سے	حافظ محمد امین عمری، وجے واڑہ	۷۱
۲۶	آہ! کیسے یقین کریں کہ عبد الودود چل بسے	حافظ عبید اللہ عمری کرنول	۷۲
۲۷	شیخ عبد الودود اکرمی کچھ باتیں کچھ یادیں	امام مسجد بخاری بھٹکل	۷۴
۲۸	تاثراتی کلمات	سید اسماعیل عمری	۷۶
۲۹	مرثیہ	عنایت اللہ نسیم عمری	۷۸
۳۰	میرے احساسات	حافظ شاکر احمد عمری	۷۹
۳۱	میرے محسن	نعیم اختر عمری جھارکھنڈ	۸۱
۳۲	میری یادیں	محمد خالد بصری جامعی ہبلی	۸۳
۳۳	تازیاتی اجلاس کی روداد	امتیاز عالم عمری	۸۵
۳۴	کہاں سے لائیں آپ جیسا!!!	ابو جمانہ پرویز عالم عمری	۹۴

آپ کی تحریریں

شمارہ	عناوین	صفحہ نمبر
۱	علم علماء کی نظر میں	۱۰۲
۲	حوصلہ کی کرن	۱۰۲
۳	غلافِ کعبہ	۱۰۳
۴	فکرِ اعتدال کے موضوع پر مولانا عبد العظیم مدنی حفظہ اللہ کا خطاب	۱۰۴
۵	ہندوستانی مسلمان اور وقت کے مطالبات	۱۰۹
۶	اداریہ	۱۱۳
۷	بدعت ایک جائزہ	۱۱۶
۸	القول الجلي في حكم زكاة الحلي	۱۲۰
۹	حكم من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع وقد طلع	۱۳۹
۱۰	وجوب طاعة السلطان فيما يرضي الرحمن	۱۵۱

مقدمہ

ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى من والاه أما بعد :

بھائی عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً ۴۳؍ سال تھی، جس میں میرے ساتھ ۲۰؍ سال سے زائد قریبی تعلقات رہے اس بنیاد پر میں مندرجہ ذیل باتیں برملا کہہ سکتا ہوں۔ یہ تحریر میرے عینی مشاہدات پر مبنی ہے۔ اوراس کے مشمولات کا میں ذاتی گواہ ہوں۔

عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ سب کے ہر دل عزیز دوست تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ ایسے مشفق دل رکھنے والے شخص تھے جو اپنوں کی تکلیف اور دوسروں کے درد کو بغیر کہے محسوس کر لیتے۔

ایک ایسے مثالی اور محنتی طالب علم تھے جنہوں نے عالمیت، فضیلت، بی۔ اے، ایم۔ اے تمام مراحل میں بڑی جفاکشی اور جدوجہد کے ساتھ نمایاں نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

وہ ایک زندہ دل، خوش طبع، منکسر المزاج دوست تھے۔ ان کی مشہور خصوصی صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ وہ بہت مہمان نواز تھے۔ حجاج، معتمرین، زائرین، اساتذہ اور دوست واحباب کی مہمان نوازی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

وہ اعلیٰ ظرف تھے جو خود پسند کرتے وہ اپنے احباب کے لئے بھی پسند کرتے۔ وہ صادق و محسن اور مخلص تھے۔ اللہ نے انہیں جو بھی صلاحیت عطا کی تھی اس سے ساتھیوں کو بھرپور فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے۔ ان کی ترقی کے لئے اپنی ہر چیز داؤ پر لگا دیتے اور اس کے لئے ہمہ تن تیار رہتے۔

آپ اپنے والدین کے لئے ایک فرمانبردار فرزند، بھائیوں کے لئے ایک اچھے بھائی، اہلیہ کے لئے ایک مثالی رفیق حیات، بچوں کے لئے مشفق باپ، پڑسیوں کے لئے بہترین ہمسایہ، رشتہ داروں کے لئے ہر دلعزیز اور اساتذہ کے مابین نہایت ہی باوقار اور خدمت گزار طالب علم بن کر رہے۔

تجارتی میدان میں صاف گو اور معاملات میں باریک بیں، تعامل میں اعلیٰ کردار کے حامل، دینی مجالس میں سنجیدہ اور اپنے عزیزوں کی محفل میں بے باک اور زندہ دل تھے۔

اگر لیاقت و قابلیت اور علمی صلاحیت کی بات کریں تو ابتداء ہی سے علمی مقالہ نویسی کے مسابقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا جذبہ آپ میں تھا۔ آپ جامعہ دارالسلام عمرآباد میں مجلہ تنویر کے مدیر تھے۔ یہ سلسلہ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی جاری رہا۔ یہاں مزید بڑے پیمانے پر عالمی اداروں، تحقیقی مجلات اور یونیورسٹیوں کے لیول پر ہونے والے علمی و تحقیقی مسابقات میں حصہ لے کر اپنی تعلیمی

صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ چاہے وہ مسجد میں نمازوں کی صف ہو یا جامعہ اسلامیہ کے کلاس روم ہر جگہ امام کے پیچھے اور استاذ کے روبرو پہلی صف میں آپ کو دیکھا جاتا۔

إذا غامرت في شرف مروم　　　　فلا تقنع بمش دون النجوم

اگرچہ عبد الودود ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں مگر ان کی تحریریں، ان کا کردار، ان کی یادیں، ان کے سلسلے میں اپنوں اور عزیزوں کے جذبات و احساسات ہمارے درمیان ایک یادگار بن کر رہ جائیں گے۔

اپنوں کی جدائی اور مفارقت کا غم یقیناً دل پر گراں گزرتا ہے اور ان کی کمی کھلتی ہے کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جن کی تلافی نہیں ہو پاتی باوجود اسکے ہم دعا کرتے ہیں.

اللهم أجرني في مصيبتي، واخلف لي خيرًا منه

اللهم اغفره وارحمه و أسكنه فسيح جناتك جنات النعيم

دکتور ابو عمر ناکواپرویز احمد مدنی

مشرف عام مؤسسہ دار الہدی آڈپی

ازدواجی زندگی کے سنہرے اوراق

عائشہ بنت عمراطہر
(زوجہ عبدالودوداکرمی رحمۃ اللہ علیہ)

قسط- ۱

إن العين تدمع والقلب يحزن، ولا نقول إلا ما يرضي ربنا، وإنا لفراقك يا أبا داؤد لمحزونون

آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور دل غم سے نڈھال ہے، پر زبان سے ہم وہی کہیں گے جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے۔ آئے ابوداؤد ہم آپ کی جدائی سے غمگین ہیں۔

شادی سے قبل مجھے یاد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے مسلسل یہ دعا کرتی رہتی تھی کہ وہ مجھے صالح، محبت کرنے والا، خیال رکھنے والا، سمجھدار، منہجِ سلف پر چلنے والا شوہر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی- اور اس قابل آدمی سے ملایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ میں یہ دعا بھی کیا کرتی تھی کہ مجھے اچھا سسرال سے نوازے، اور اللہ نے مجھے بہترین خاندان سے جاملایا۔ وللہ الحمد والشکر

مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب ہماری شادی مدینہ منورہ میں ہوئی اور نکاح کے فوراًبعد شیخ عبد المقیت مدنی حفظہ اللہ کے گھر ہماری پہلی ملاقات طے ہوئی۔ چونکہ اس سے پہلے ہماری کبھی بات یا ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لئے میں ذرا پریشان تھی۔ ہم نے دو رکعت نفل اکٹھے ادا کئے اور ہمارے دل فوراً جڑ گئے۔ یہ ایک بہت ہی مختصر ملاقات تھی اور ہماری رخصتی اگلے مہینے ہندوستان میں طے تھی۔ اگلے دن ہم نے نماز کے بعد کچھ وقت مسجد نبوی کے باہر گزارا۔ دوران سفر ہم عمرہ کی سعادت سے بھی مستفیض ہوئے۔ الحمدللہ

اس کے بعد میرے والدین کے ہمراہ میں الخبر چلی گئی۔ اور ایک ماہ بعد بھٹکل میں ہماری دوسری ملاقات ہوئی۔ بھٹکل میں ایک ماہ سے بھی کم وقت گزار کر ہم واپس ریاض چلے گئے جہاں پر ہم نے ان کی بہن کے گھر (وہ چھٹیوں پر گئے تھے) اکیلے کچھ وقت گزارا۔ پھر جب میرے والدین الخبر واپس لوٹے تو میں انکے ہمراہ چلی گئی اور ابو داؤد مدینہ چلے گئے۔ پھر میں بھی کچھ دنوں کے بعد ان کے پاس مدینہ چلی گئی۔ جہاں ہم نے اپنی ازدواجی زندگی کے بہترین، انمول اور قیمتی 7 سال گزارے۔ سچ پوچھیں تو یہ عرصہ ہماری زندگی کے سنہرے اوراق تھے۔

شادی سے کچھ ماہ قبل ہی انہوں نے شریعت میں بیچلر کی ڈگری مکمل کی تھی اور ماجستیر کے لیے منتخب ہوئے تھے۔یعنی وہ ایک طالب علم کی حیثیت سے مدینہ میں تھے اور اس وقت کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا لیکن اللہ تعالی کا وعدہ سچا ہے۔﴿وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ ٣٢﴾

[النور:32](اور تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہوں توان کا نکاح کردو اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس بھی ہونگے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا، اللہ کشادگی والا علم والا ہے)

امام سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: (اس آیت میں نکاح کی ترغیب ہے، نیز نکاح کرنے والے سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اسے فقر کے بعد فراخی اور خوش حالی حاصل ہوگی) واللہ ہم نے خود اس کا مشاہدہ کیا۔ اللہ کی رحمتیں ونعمتیں ہم پر سایہ فگن تھیں۔ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں ان ذرائع سے رزق دیا جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ گرچہ کہ ہم وہاں طالب علم کی حیثیت سے رہتے تھے، لیکن اللہ تعالی نے ہمیں خوش حال زندگی سے نوازا تھا۔ الحمدللہ ﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُۚ وَمَن يَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسۡبُهُۥٓ ۝٣﴾ [الطلاق:۳](اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا)۔

ابوداؤد کا اچھے لباس اور بہترین چیزوں کے استعمال کا شوق معروف تھا۔ وہ بہت سخی تھے، کنجوسی سے کوسوں دور تھے۔ اپنے اہل وعیال کے لیے ہو یا مہمانوں کی ضیافت کے لیے وہ ہمیشہ بہترین چیزوں کو منتخب کرتے تھے۔ بہترین کوالٹی کے چاول، مچھلی، جھینگے، گوشت وغیرہ گھر میں ہمیشہ بھرے ہوئے رہتے تھے۔ مدینہ چھوڑنے سے ایک سال قبل ہم ایک نئے فلیٹ میں منتقل ہوکر تمام نئے فرنیچر خرید لیے تھے۔ ہمیں امید تھی کہ ان کی ڈاکٹریٹ مکمل ہونے تک مزید چند سال ہم وہیں رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کچھ اور تھا۔

ابوداؤد بہت ٹیک سیوی(tech savvy) تھے۔ اگرچہ اَبوداؤد نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی لیکن آپ کو دنیاوی علوم پر بھی عبور حاصل تھا۔ موبائل سے متعلق کوئی بات ہو، ٹکٹوں کی بکنگ ہو، آن لائن بینکنگ ہو یا آن لائن خریداری، ان کے اہل خانہ اور دوست احباب اس سلسلہ میں ان سے آگاہی حاصل کرتے۔ وہ ایپل ڈیوائس کے بڑے شوقین تھے اور دوسرے ڈیوائسز کے ساتھ موازنہ کرتے وقت ہمیشہ اس کی دفاع کرتے تھے۔2010 میں موصوف نے جب آئی فون استعمال کرنا شروع کیا، تو اس کے بعد کبھی بھی دوسری کمپنی کا موبائل استعمال نہیں کیا۔ انہیں آئی فون کی پروگرامنگ سے خوب واقفیت اور مہارت حاصل تھی۔ جب بھی ضرورت پڑتی وہ اپنے موبائل کو نئے ورژن میں اپ ڈیٹ کرتے رہتے تھے۔ وہ دین سیکھنے اور سکھانے کے لیے ٹیکنالوجی کا بہترین استعمال کرتے تھے۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے ہی جب پرانے ڈیوائس میں کچھ مسئلہ درپیش ہوا تھا تو انہوں نے جدید ترین آئی فون 13 میکس پرو میں مجھ سے اپنا تمام ڈیٹا منتقل کروایا تھا۔ اور وہ اسے استعمال کرنے کے لیے بہت مشتاق تھے۔ لیکن افسوس کہ انھیں

اسے استعمال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اللہ نے تقدیر میں کچھ اور لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی طرف لوٹنا لکھا تھا۔ ﴿إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوۡ كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٤﴾ [نوح:۴] (جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی کاش تم جانتے ہوتے)۔

اللہ کی یہ چاہ تھی کہ وہ انہیں اس ناقابل برداشت تکلیف سے نکال کر ابدی سکون (ان شاء اللہ) کی طرف لے جائے۔
اللهم اغفر له وارحمه وادخله مدخلا كريما واجعل قبره روضة من رياض الجنة واجعله مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين

قسط – ۲

ہماری منگنی کے وقت ابوداؤد کی خالہ جو الخبر میں ہمارے گھر کے قریب رہتی تھیں، انہوں نے ابوداؤد کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ بہت ذہین اور ان کا دماغ مانند کمپیوٹر ہے۔ اس تعلق سے میں ان سے اکثر مذاق کیا کرتی تھی۔ لیکن اس بات میں شک کی گنجائش بھی نہیں ہے، کیونکہ ان کے سامنے کچھ بات کرنا ہو یا کچھ پڑھنا ہو تو بہت سوچ سمجھ کر کرنا اور پڑھنا پڑتا تھا۔ کیونکہ غلطی ہونے پر وہ فوراً اس کی نشاندہی کیا کرتے تھے۔ عربی عبارت کی خواندگی میں اعراب کی غلطیوں پر نشاندہی میں بڑے ماہر تھے۔ انکی لغت میں فصاحت اور پڑھنے میں روانگی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اساتذہ کلاس میں متون احادیث اور دیگر کتابیں ان سے ہی خواندگی کراتے تھے۔

بقول ان کے وہ کبھی بھی کلاس میں بلاعذر کے غیر حاضر نہیں ہوئے۔ مدینہ میں تعلیم حاصل کرتے وقت ہمیشہ پہلی صف میں بیٹھا کرتے تھے اور اکثر کلاس کی حاضری اساتذہ ان سے کرواتے تھے۔ کلاس میں غور سے سنتے اور اپنے نوٹس تیار کرتے۔ ان کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ امتحان کے وقت اپنے نوٹس کو صرف ایک یا دوبار پڑھ لینا ان کے لیے کافی ہوتا۔ خط کا تو مت پوچھیں کسی مخطوط سے کم نہیں اس کے باوجود بھی اکثر ساتھی ان کے نوٹس لے کر امتحان کی تیاری کرتے تھے۔ بچلر ڈگری کے اختتام میں ان کا چناؤ امتیازی طلباء میں کیا گیا تھا جس پر ان کو ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ اس کے علاوہ مکمل حاضری کے لیے بھی کئی انعامات دئے گئے۔ ماجستیر میں بھی درجہ ممتاز سے کامیابی حاصل کی۔

اپنے علم پر انہیں رائی کے برابر بھی غرور نہیں تھا۔ اپنے نام کے سامنے شیخ لکھنا کبھی پسند نہیں کرتے ان کا کہنا تھا کہ میں تو ایک چھوٹا طالب علم ہوں، شیخ وہ ہوتے ہیں جو عمر اور علم میں بڑے ہوں اور میں ان دونوں صفات سے عاری ہوں۔ مدینہ میں تعلیم حاصل کرنے کی انہیں شدید خواہش تھی اور اسی خواہش نے انہیں اپنے والدین کے ساتھ اچھی خاصی زندگی کو چھوڑ کر دس سال کی عمر میں جامعہ دارالسلام عمرآباد کا رخ کروایا۔ عمرآباد کے اساتذہ اور وہاں کے نظام تعلیم کی ہمیشہ تعریف کرتے تھے اور گھر بار سے دور

تعلیمی مراحل میں جو مشقتیں برداشت کیں ہیں اس کا بھی تذکرہ کرتے۔ اور کہتے کہ آج جو بھی رتبہ اللہ نے انہیں عطا کیا ہے وہ اسی صبر کا پھل ہے۔

اسی طرح میری تعلیم مکمل کرنے میں بھی ان کا بڑا تعاون رہا۔ چاہے دنیاوی تعلیم ہو یا دینی تعلیم وہ مجھے ہمیشہ حوصلہ دیتے تھے۔ کئی مرتبہ میرے ڈگری کے امتحانات کے لیے جدہ کا سفر کرنا پڑھتا تھا اور وہ خوشی خوشی مجھے لے کر جاتے۔ عربی اور دینی تعلیم حاصل کرنے میں ہمیشہ میری ہمت افزائی کرتے تھے۔ دورانِ حمل اور بچوں کی ولادت کے بعد بھی کبھی ناغہ ہونے نہیں دیا۔ مزید یہ کہ بچوں کی دیکھ بھال کرنے اور مجھے آرام پہنچانے کی حتی الامکان کوشش کرتے۔ اللہ ان کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

گھر کے کام کاج میں بھی ہمیشہ ہاتھ بٹاتے تھے۔ گھر کی تزئین کاری کے بھی بڑے شوقین تھے۔ مدینہ میں رہائش کے دوران الحمدللہ گھر میں اکثر مہمانوں کا آمدورفت رہتا تھا۔ اس سلسلے میں میری آمادگی حاصل کرنے کے بعد ہی مہمانوں کو مدعو کرتے۔ وہ اس حدیث کی بہترین مصداق تھے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . قَالَ "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي" (الترمذي ٣٨٩٥ صححه الألباني) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل وعیال کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

حجاج کرام اور معتمرین کی خدمت کرنا ان کا شوق تھا۔ ان کو مدینہ کی زیارت کرواتے، ان کی ضروریات کو پورا کرتے، خرید و فروخت میں ان کی مدد کرتے۔ جب تک وہ مدینہ میں مقیم رہے، شاذونادر ہی کوئی ایسے ہوں جو بھٹکل سے مدینہ زیارت کے لیے آئے ہوں اور ان سے ملاقات نہ ہوئی ہو۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بزمِ مدینہ کی طرف سے معتکفین اور زائرین کے لئے سحری کے انتظام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اپنے اچھے اخلاق کی بدولت سب کا دل موہ لینا ان کا خاصہ تھا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان کا یہ عمل میزان کو بھاری کرنے کا سبب بنے۔ آمین

حدیث میں آتا ہے عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ) [رواه أبوداؤد (٤٧٩٩) وصححه الألباني في صحيح أبي داؤد] ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مؤمن کے میزان میں اخلاق حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔

وہ بڑے بذلہ سنج شخص تھے۔ اپنی شگفتہ اور دلنشیں باتوں سے ہمیں ہنساتے رہتے تھے۔ مشکل اوقات میں بھی ہنسی مذاق سے ہمارا دل بہلاتے تھے۔ وفات کے کچھ ہی دن پہلے میں نے اپنا بلڈ گروپ بتایا تو انہوں نے فرمایا ہے تم اس کے بارے میں مجھے کیوں بتارہی ہو، حالانکہ وہ بہت تکلیف میں تھے۔

ابو داؤد اپنے والدین سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ جب ہم مدینہ میں تھے تو ہر دن اپنے والدین سے ویڈیو یا آڈیو کال کے ذریعہ بات کرتے۔ ان سے بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ بھٹکل آنے کے بعد بھی ہر دن اپنی امی سے ملاقات کرنے ضرور جاتے۔ کبھی کبھار کسی مصروفیت کی وجہ سے نہ جاپاتے تو کال کرکے ضرور خبر لیتے اور معذرت کرتے کے آج ملاقات نہیں ہو سکی۔ ان کی والدہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے کبھی بھی انہیں کوئی تکلیف نہیں دی۔ عمر آباد جانے سے پہلے جب جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں پڑھتے تھے تو جامعہ جاتے وقت اپنی امی کو ان کے دروازے کے باہر سے ہلکی آواز میں بتاتے کہ ماں میں جارہاہوں اور باہر کا دروازہ دھیرے سے بند کرکے جاتے تاکہ ان کی نیند میں خلل نہ ہو۔ ان کی امی بھی ان سے بے انتہا محبت کرتی تھیں اور انہیں اپنے بیٹے کے عالم دین ہونے پر بڑا ناز تھا۔ وہ اپنے دل کی باتیں ان سے شئیر کرتیں اور ہر چیز میں ان سے مشورہ لیتیں۔

ابو داؤد اپنی امی کے علاوہ اپنی بیوی اور بچوں سے سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے۔ لیکن کبھی بھی وہ ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے۔ وہ اپنی ماں کو اُن کا درجہ اور اپنی بیوی کو ان کا مقام دیتے تھے۔ یہ چیز اکثر دیکھی جاتی ہے کہ آج کل کے نوجوان اکثر یا تو بیوی کی محبت میں ماں کے درجے کو بھول جاتے ہیں یاماں کے احترام میں بیوی کے حقوق میں کمی کرتے ہیں۔ ابو داؤد کی زندگی اُن سب کے لیے ایک نمونہ ہے جوماں اور بیوی کے معاملے میں افراط و تفریط کے شکار ہیں۔

وہ اپنے گھر میں اپنے تمام بھائیوں اور بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے لیکن ان کا ایک رعب تھا۔ سب ان کا احترام کرتے تھے۔ وفات سے چند روز قبل جب ہم منگلورو میں تھے تو انہوں نے اپنے بھانجے احمد (جو ان کی عیادت کے لیے آیا تھا) سے اپنی بھانجی صفا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے تو احمد نے فوراً جواب دیا، "ماموں آپ سے کون محبت نہیں کرتا؟" یہ جملہ ہو بہو ان پر صادق آتا ہے۔ چونکہ ان کا نام ہی "عبد الودود" تھا۔ گویا نام کی تاثیر ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دوست و احباب اور رشتہ داروں کو تو چھوڑیئے ، سب کے دلوں میں ان کے لیے محبت تھی۔اللَّهمَّ اغْفِرْ لحيِّنا وميِّتِنا وشاهدنا وغائِبنا وصَغيرنا وَكبيرنا وذَكرِنا وأُنثانا اللَّهمَّ مَنْ أحييتَه مِنَّا فأحيِهِ علَى الإسلامِ ومن تَوَفَّيتَه مِنَّا فتَوفَّهُ علَى الإيمانِ اللَّهمَّ لا تحرمنا أجرَه ولا تُضلَّنا بعدَه

قسط- ۳

ابو داؤد اپنے بچوں سے بھی شدید محبت کرتے تھے۔ ابو داؤد انکی کنیت تھی، اور وہ اسی سے پہچانے جاتے تھے۔ دوسرے بیٹے کی پیدائش کے وقت میں نے ازراہِ مذاق ان سے کہا کہ داؤد کا نام آپ سے ملتا جلتا ہے (داؤد = ودود) اب کوئی ایسانام تجویز فرمائیں جو میرے نام سے مشابہ ہو تو فوراً انہوں نے عکاشہ کا نام منتخب کیا، (عائشة = عكاشة) توحید کی طالبہ اور معلمہ ہونے کی حیثیت سے ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب وعذاب جنت میں داخلے کا پروانہ ملنے کی متفق علیہ حدیث میرے دل میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ اسی حدیث

میں عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور (سبقك بها عكاشة) کا مشہور قول بھی اسی حدیث میں ہے۔ اسی طرح ہمارے تیسرے بیٹے عثمان کا نام ان کے دادا کے نام پر رکھا گیا ہے، جن کا دو سال قبل انتقال ہوا تھا، اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے۔

وہ خوش لباس وخوش پوشاک تھے اور اپنے بچوں کے کپڑوں کے انتخاب میں بھی وہ اس کا خاص خیال رکھتے تھے چونکہ وہ عمدہ کوالٹی اور برانڈیڈ ملبوسات کے شوقین تھے۔ اس لیے وہ اکثر اس حدیث کا تذکرہ کیا کرتے تھے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے:إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ بلاشبہ اللہ تعالی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

عطر اور پرفیومز بہت پسند فرماتے جو نبی ﷺ کی سنت مبارکہ بھی ہے۔ ابھی چند روز قبل ہی اجمل سے ڈھیروں عطور خریدے جن میں سے بعض اپنے دوستوں کو ہدیہ پیش کیا۔ ان کی یہ عادت بچوں میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ بچوں کی ہر جائز خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ وفات سے چند روز قبل ہی عید الاضحیٰ کے بعد اپنے دونوں بیٹوں کے لیے نئی سائیکل خریدی تھی۔ بچے بھی اپنے والد سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ والد صاحب کی عزت اور ڈر بھی ان کے دلوں میں موجود تھا۔ مجھے اس موقع پر یہ آیت اور اس کی تفسیر یاد آرہی ہے:﴿ وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا ﴾ [الکھف:۸۲](اور ان دونوں کا باپ نیک آدمی تھا) میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ میرے بچوں کی حفاظت فرمائے اور ان کو اپنے والد محترم کی خوبیوں سے متصف فرمائے۔ آمین

ابوداؤد صدقات وخیرات میں بھی ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بہت سارے ایسے لوگ تھے جن کو وہ باقاعدگی سے صدقہ دیا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ خاندان کے ضرورت مند لوگوں میں زکوٰۃ اور صدقہ دینے کی اہمیت پر زور دیا کرتے تھے۔ اور خاص طور پر ان لوگوں کو بھی تلاش کرتے تھے جو ضرورت مند ہیں، لیکن کبھی کسی سے مدد نہیں مانگتے۔ اسی طرح بعض لوگوں کو تحفہ دینے کے لیے عید جیسے خاص موقع ومناسبت کا بھی منتظر رہتے۔ تاکہ اُن کو تحفہ لینے میں جھجھک محسوس نہ ہو۔ لاک ڈاؤن کے دوران انہوں نے بہت سے خاندانوں کو راشن فراہم کرنے میں مدد کی تھی۔ ایک ہاتھ سے صدقہ کرتے تو دوسرے ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہونے دیتے۔ ان کی اس عادت سے میں بھی ناآشنا تھی انتقال کے بعد کئی لوگوں نے مجھے بتایا کے موصوف ان کا خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

ابوداؤد کو کاروبار میں بڑی دلچسپی تھی۔ جب ہم مدینہ میں تھے تب بھی وہ کئی چیزوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ چار سال پہلے جب ہم ہندوستان واپس آئے تو انہوں نے اپنے والد محترم کا کاروبار سنبھالا۔ ایک سال کے اندر اللہ کی توفیق سے کاروبار کو مزید ترقی دی اور ایک شوروم کا افتتاح کیا۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی تجارت میں سچائی اور امانت داری کو ملحوظ رکھا اور یہ کوشش کی کہ ان کی ذات

سے کسی کا نقصان نہ ہو بلکہ ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان کو یہ بلند مقام عطا فرمائے۔ جس کا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے:عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ." (سنن الترمذی ۱۲۰۹) ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، صادقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

اپنے کاروبار کے ساتھ، ابو داؤد مرکز حافظ ابن حجر عسقلانی میں بزرگوں اور نوجوانوں کے لیے فقہ اور دیگر مضامین پر دروس دیا کرتے تھے نیز مدرسة العلم العالمية میں اُستاذ کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر وہاں پر پرنسپل اور ایجوکیشن منیجر کے عہدۂ جلیلہ پر بھی فائز ہوئے۔ وقت کے بہت پابند تھے اور شاذ و نادر ہی انہوں نے کبھی اسکول کا ناغہ کیا ہو۔ لاک ڈاؤن کے دوران انہوں نے کئی آن لائن کلاسز کی ذمہ داری سنبھالی۔ جن میں تفسیر سورۃ یوسف، تفسیر سورۃ اَحزاب، فقہ الزکاۃ و الصیام، فقہ النکاح والطلاق ہیں۔ وہ اپنے طلباء سے بے انتہا محبت کرتے اور ان کی اچھی تربیت کے لیے بہت فکر مند رہتے تھے۔ اکثر طلباء کے ساتھ بیٹھ کر انہیں اضافی وقت بھی دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ روزانہ کئی لوگوں کے فون کالز اور میسجیس کے ذریعے فقہی مسائل حل کرنے میں معاون ثابت ہوتے۔

میں اپنی تعلیمی یا تدریسی دروس کی تیاری کے لیے جب کبھی ان سے تعاون طلب کرتی تو وہ بخوشی میری مدد کرتے۔ جب طالبات مجھ سے فقہی مسائل دریافت کرتیں تو میں ان سے مشورہ کئے بغیر کبھی جواب نہیں دیتی۔ کیونکہ انہوں نے فقہ میں ماجستیر کیا تھا اور اس مضمون سے انہیں حد درجہ لگاؤ تھا، نیز فقہی مسائل کی باریکیوں اور ان کی تفصیلات سے بخوبی واقف تھے۔ میں جب کبھی کسی فقہی مسئلہ میں ان سے اختلاف رکھتی تو بہت احسن طریقہ سے دلائل کی روشنی میں اپنی گفتگو رکھتے اور اپنے موقف کو ثابت کرتے۔

آخری وقت تک ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ مزید اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری مکمل کریں۔ ایک دینی طالب علم کے ساتھ زندگی گزارنا، دینی مسائل میں اپنے شکوک و شبہات کو دور کرنا اور ایک ایسے شخص کے ساتھ رہنا جو آپ کو اپنے رب کے ساتھ جوڑتا ہو، واقعی یہ ایک نعمت عظمیٰ تھی۔ اور ابھی ان سے منقطع ہونا میرے لیے ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ مجھے اس مصیبت کی گھڑی میں صبر و استقامت عطا فرمائے۔ آمین

ابو داؤد کو انواع و اقسام کے پکوان کا بڑا شوق تھا لیکن وہ ہمیشہ کم کھاتے تھے۔ کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے جیسا کہ سنت ہے۔ چونکہ وہ بڑے مہمان نواز تھے اس لیے مہمانوں کے دستر خوان میں بھی کسی چیز کی کمی ہونے نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کھانے پر عیب نہیں لگایا۔ اگر پسند ہو تو کھا لیتے اور ناپسند ہو تو چھوڑ دیتے جیسا کہ نبی ﷺ کی عادت تھی۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "مَا عَابَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا قَطُّ كَانَ إِذَا اشْتَهَى شَيْئًا أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ."[رواہ البخاري (۵۴۰۹)،

ومسلم(۲۰۶۴)]ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا، اگر رغبت ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

پچھلے ایک دو سال سے اسکول، کاروبار اور دوسرے کاموں میں بے انتہا مشغولیت کے باوجود، اپنے اہل وعیال کے لیے ہمیشہ وقت نکالتے اور ہمیں اکثر ویکینڈ پر سیر و تفریح کے لیے لے جایا کرتے۔ ابھی چند دن پہلے ہی بچوں کے پاسپورٹ کی تجدید کروائی تھی۔ کیونکہ حج کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جانے کا ارادہ تھا۔ وہ شہر جہاں ہمارا ملن ہوا، جس شہر سے ہماری ماضی کی یادیں وابستہ تھیں، جہاں میرے دو بیٹوں کی ولادت ہوئی، لیکن اللہ کی مشیت کچھ اور تھی۔ اور ہم اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر پر راضی ہیں۔ پس ہم وہی کہیں گے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے: قدر اللہ وماشاء فعل یہ اللہ کی تقدیر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قسط - ۴

عن أبي يحيى صهيب بن سنان رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ "عجبا لأمر المؤمن إن أمره كله له خير، وليس ذلك لأحد إلا للمؤمن : إن أصابته سراء شكر فكان خيراً له، وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له"[صحیح مسلم,۷۵۰۰] صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اگر اسے آسودہ حالی ملتی ہے اور اس پر وہ شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا اس کے لیے باعث خیر ہے اور اگر اسے کوئی تنگی لاحق ہوتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے باعث خیر ہے" اور ابو داؤد رحمہ اللہ کا معاملہ کچھ ایسا ہی تھا۔

جنوری کے وسط میں اچانک ان کی طبیعت ناساز ہوئی۔ کچھ دنوں تک ہلکا بخار اور زکام کی کیفیت رہی۔ جس کے بعد یرقان (جانڈس) ہو گیا۔ ابتدائی اسکین میں ہمیں بائل ڈکٹ (پت کی پتھری کی وجہ سے) بلاکیج کی اطلاع ملی تھی، جس کی بعد تشخیص سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ بائل ڈکٹ کینسر ہے۔ ابتدا میں جب انہیں اس کی خبر ملی تو انہوں نے اس پر یقین کرنے سے انکار کر دیا (چونکہ ان کو یرقان کے علاوہ کوئی اور علامت نہیں تھی) اور پھر کہا کہ "اگر مجھے یہ بیماری ہے بھی تو کوئی بات نہیں ہم اس کا علاج کروائیں گے۔ ان شاء اللہ

ابو داؤد شروع سے ہی ایک مثبت سوچ رکھنے والے انسان تھے۔ ڈاکٹر خود ان کی قوت ارادی کی داد دیتے اور دوسرے مریضوں کو ان کی مثال بیان کرتے تھے۔ بیشک یہ علم توحید ہی کا ثمرہ ہے جس نے ہمیں ماضی اور حال میں آنے والے حالات سے نبرد آزما ہونے میں بہت مدد کی۔ یہ تمام اسباق: التوکل، الدعاء، الصبر، الإنابة، الاستغاثة، الرغبة، الأيمان

بالقدر وغیرہ اللہ نے جو ہمیں سیکھنے اور سکھانے کا موقع دیا اور ساتھ ہی ساتھ جو آزمائش آئی وہ بھی اللہ کی طرف سے امتحان تھا کہ جو ہم نے سیکھا اور سکھایا ہے اس پر عمل درآمد بھی کیا جائے۔ اللہ کا بے انتہا شکر ہے کے اس نے ہمیں اس آزمائش میں قوت ایمانی اور صبر عطا کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں استقامت عطا کرے۔ آمین

مرض کی تشخیص ہوتے ہی فوراً ان کا علاج شروع کیا گیا۔ ایلوپیتھک علاج کے ساتھ ساتھ جویسنگ تمام رفائنڈ کھانوں سے پرہیز، اپریکوت سیدس کا استعمال، کچھ جڑی بوٹیوں کی ادویات وغیرہ کو بھی استعمال کیا گیا۔ کئی مہینوں تک مسلسل زمزم پانی کا ہی استعمال کیا گیا۔ سب لوگوں کی دعائیں شامل حال تھی، ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن سے ہم واقف نہیں تھے۔ روزانہ رقیہ شرعیہ اور سورۃ فاتحہ کا دم مسلسل جاری رہا۔ اور اگلے چند مہینوں میں کافی بہتری بھی آئی۔ انہوں نے رمضان کے روزے بھی رکھے، رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد امام بُخاری میں دروس کا اہتمام بھی کیا، نماز عید الفطر بھی ادا کی اور عید بھی اچھی طرح منایا۔ یہ اپنے معمول پر تقریباً واپس آ ہی رہے تھے کہ عید الفطر کے ایک ماہ بعد یرقان نے ان کے جسم پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ اور اس بار انفیکشن کچھ زیادہ ہی شدید تھا۔قدر الله و ماشاء فعل

اس مشکل وقت میں بھی انہوں نے کبھی شکوہ شکایت اپنی زبان پر نہیں لایا۔ بلکہ اللہ کی تقدیر پر ہمیشہ راضی برضا رہے۔ جب بھی کوئی ان کی مزاج پرسی کرتا تو وہ ہمیشہ کہتے کہ "میں بہت اچھا ہوں، الحمدللہ" ہم اکثر ماضی کی طرف نظر دوڑاتے اور جو اللہ تعالیٰ نے ہماری ازدواجی زندگی میں اپنی نعمتوں کی فراوانی کی ہیں اس کو یاد کرکے اللہ کا شکر بجالاتے اور یہ کہتے کہ یہ تو ایک چھوٹی سی آزمائش ہے۔ انہوں نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ جب وہ ہسپتال میں تھے اور بہت تکلیف میں تھے تو یہ صحت کے لیے دعا نہیں کرتے تھے بلکہ استقامت کی دعا کرتے تھے اور کہتے تھے:(يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك)"اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ" کیونکہ ایسے وقت میں شیطان ہمارے دلوں میں بہت سے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

لوگوں کی طرف سے بے پناہ محبتوں کی بارش ہوئی۔ ابوداؤد کہتے تھے کہ ان کی بیماری میں انہیں معلوم ہوا کہ لوگ ان سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جو اس سفر میں اپنی دعاؤں اور تعاون کے ذریعے ہمارے ساتھ رہے۔جزاكم الله خيرا و أحسن الجزاء

میں خصوصی طور پر میرے والد صاحب کے بھائی میرے پیارے چچا جناب مقبول صاحب کی بہت شکر گزار ہوں۔ جو ڈاکٹروں کے اپوائنٹمنٹس سے نمٹنے سے لے کر منگلورو میں ہمارے ساتھ کئی دن گزارنے تک، یا پھر ہر دن صبح اور شام کال کرکے مزاج پرسی کرنا ہو، ان کا تعاون ناقابل بیان ہے۔ میں اپنے پیارے ماموں جناب معین صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جو ابوداؤد

کے ساتھ ہسپتال میں کئی دنوں تک رہے اور مدد کے لیے ہمیشہ موجود تھے۔ میں ابو داؤد کے دوست عودہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جو ہمیشہ صرف ایک کال پر حاضر ہوتے تھے اور ہمیں کئی بار منگلورو اور وہاں سے واپس بھٹکل لے کر آئے۔ میں ابو داؤد کے بڑے بھائی جناب عبد العزیز اور ان کی فیملی کا شکریہ ادا کرنا کیسے بھول سکتی ہوں جن کے گھر منگلورو میں ہم نے کئی دن قیام کیا اس دوران انہوں نے ہمارا بہت خیال رکھا اور ہر طرح کا تعاون پیش کیا۔ اور ان کی بڑی بہن محترمہ کوثر جنہوں نے ہمارے ساتھ کئی دن گزارے جو اپنے بھائی کے لیے ہر وقت حاضرِ خدمت رہتی۔ اللہ تعالی آپ سبھوں کو ایمان کے ساتھ سلامت رکھے، آپ لوگوں کی حفاظت فرمائے اور آپ سب کو دنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

آخری چند ہفتوں میں ابو داؤد کی طبیعت میں کوئی سدھار نہیں آرہی تھی۔ کبھی طبیعت ذرا بہتر رہتی تو کبھی بہت پریشان رہتے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی عظیم سنت پر عمل کرتے ہوئے گوشت کو خاندان والوں اور دوستوں میں تقسیم کیا، قربانی کا جانور پچھلے سال ہی خریدا تھا اور اس کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کا یہ عمل قبول فرمائے۔ آمین

جب اعلیٰ درجے کے اینٹی بائیوٹک انجیکشن اور دیگر علاج ان کے انفیکشن کو کم کرنے میں ناکام رہے، تو وہ ہسپتال کے دورے سے تھک گئے اور خاص طور پر انہیں مزید وہاں نہ لے جانے کی درخواست کی۔ لیکن اللہ سے امید کا دامن ہم نے آخری وقت تک نہیں چھوڑا تھا۔ ہم نے بیرون ملک سے جڑی بوٹیوں کے سپلیمنٹس کا خصوصی مجموعہ منگوایا تھا اور ہمیں امید تھی کہ اس سے اللہ کے حکم سے فائدہ ہوگا۔ دوا کی آمد وفات کے ایک دن قبل ہوئی، اور ان کے نصیب میں ان کا صرف ایک بار کھانا لکھا ہوا تھا۔

انتقال سے چند روز قبل وہ بہت تکلیف میں تھے۔ رات کو بمشکل کبھی نیند لگتی۔ ورنہ وہ "اللہ اللہ" پکارتے رہتے، کیونکہ وہ بس اتنا ہی کہہ سکتے تھے۔ کبھی ہم ان سے "اللهُ اللهُ ربي ولا أشرك به شيئا" مکمل کرواتے۔ وفات سے ایک روز قبل رات جب میں نے ان کی ناقابل برداشت تکلیف دیکھی تو پہلی بار میری زبان سے یہ دعا نکلی کہ "اے اللہ اگر ان کے لیے حیات بہتر ہے تو انہیں صحت وعافیت کی زندگی عطا کر اور اگر موت ان کے لیے بہتر ہے تو ان کا خاتمہ بالخیر اور ایمان پر ہو اور ان کی تکلیف کو دور فرما"

اس رات انہوں نے کسی بھی طرح کا پین کلر لینے سے منع کر دیا تھا۔ ہم ساری رات ان کے ساتھ جاگتے رہے۔ وہ بہت بے چین تھے۔ کبھی وہ کمبل اوپر ڈالتے اور کبھی اتار دیتے۔ صبح انہوں نے اپنی بہن اور مجھ سے کہا" وہ آگیا ہے" جب ہم نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا روح لینے والا موت کا فرشتہ آگیا ہے۔ یہ سن کر ہم دونوں رونے لگے لیکن پھر بھی ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ موت ان کے اتنی قریب ہوگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں انھیں واش روم لے گئی، غسل کروایا اور ان کے کپڑے بدلے۔ اس کے بعد انہوں نے خوشی سے تھوڑا دودھ پیا۔ اور مسواک سے دانت صاف بھی کئے۔

انہوں نے کئی بار اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے شیطان کو دور جانے کے لیے کہا اور پھر اسے بھگانے کے لیے کہا کہ "لاٹھی لے کر آؤ" شیطان کا فتنہ اور موت کے وقت انسان کو گمراہ کرنے کی کوششوں کا ذکر کتاب و سنت میں معروف ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں خاص طور پر یہ دعا سکھائی ہے: (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ) (سنن ابی داؤد ۱۵۵۲، صحح الألباني) "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس شیطان سے جو میری موت کے وقت مجھے نقصان پہنچائے "

پھر تھوڑی دیر بعد انہوں نے فرشتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا: تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ کیا ابھی تک آرڈر نہیں آیا؟ سبحان اللہ، سر سے اتنا پسینہ نکل رہا تھا کے کئی بار تکیہ بدلنا پڑھا، جو ایک حُسنِ خاتمہ کی علامت ہے۔ جیسا کے حدیث میں بیان کیا گیا ہے:(موت المؤمن بعرق الجبين)[جامع ترمذی(۹۸۰)صححہ الالباني]مؤمن کی موت پیشانی کے پسینے سے ہوتی ہے۔

پھر میرے والد محترم نے ان کو کلمۂ توحید اور اللہ کی حمد و ثنا کی بہت سی دوسری دعائیں پڑھایا اور ابوداؤد نے بہت اچھے طریقے سے ان سب کو پڑھا حالانکہ شدت تکلیف کی وجہ سے ان کے لیے زبان سے ادا کرنا بہت مشکل تھا۔ پھر میرے والد محترم نے انہیں یہ دعا پڑھائی:"رَضِيتُ باللهِ رَبَّاً، وَبِالْإِسْلَامِ دِيناً، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَى اللهُ عَلِيهِ وَسَلَّمَ نَبِيَّاً " میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کو اپنے دین ہونے پر، اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔

ابوداؤد بار بار اس دعا کو دہراتے رہے حالانکہ میرے والد ان کو ایک کے بعد دوسری دعائیں پڑھانا چاہ رہے تھے۔ سبحان اللہ! گویا وہ ہمیں یہ پیغام دے رہے تھے کہ وہ اللہ تعالی کے فیصلے سے راضی ہیں جیسا کہ وہ ہمیشہ سے تھے اور ہمیں بھی اپنی زندگی اس کے مطابق جینے کی دعوت دے رہے تھے۔ وہ سوالات جو قبر میں پوچھے جائیں گے اور جس پر ہماری آخری منزل طے کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوپہر 3 بجے کے قریب، دعائیں پڑھا کر میرے والد کمرے سے نکل گئے تاکہ ابوداؤد تھوڑی دیر آرام کر سکیں۔ بس ایک یا دو منٹ بعد ہمیں انہیں واپس بلانا پڑا۔ تقریباً ایک منٹ تک موت کی آہٹ سنی پھر تھوڑی سی خون کی قے کی اور پھر ویسے ہی بہت سکون اور آسانی کے ساتھ ان کی روح جسم سے نکل گئی۔ (إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) سبحان اللہ! کتنی پر سکون موت تھی۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "الْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ".(صحيح البخاري:۵۷۳۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ شہید ہے اور طاعون سے مرنے والا شہید ہے۔ اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ ان کا شمار شہداء کی فہرست میں ہو۔ آمین

اللهُمَّ اغْفِرْ لِعبد الودود وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي المَهْدِيّينَ، وَاخْلُفْهُ في عَقِبِهِ في الغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يا رَبَّ العالَمين، وَافْسَحْ لَهُ في قبْرِهِ وَنوِّرْ لَهُ فِيهِ.

آہ عبد الودود عمری مدنی صاحب

عبد اللہ محمد مشتاق (حائل)

دنیا میں موت کے علاوہ کوئی بھی چیز یقینی نہیں ہے، جو بھی آیا ہے سب کو جانا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ موت کا انتخاب بہت ہی عمدہ ہے، وہ پہلے اچھے لوگوں کا انتخاب کرتی، اس کی عادت رہی ہے کہ ہر دلعزیز لوگوں کے پاس پہلے پہنچتی ہے، سچ کہا مشہور شاعر طرفہ نے: "أرى الموت يعتام الكرام" کہ موت پہلے شریف زادوں کو اپنے جال میں لیتی ہے۔

آج ہی موت کے حوالے سے ایک اندوہناک خبر ملی جس نے دنیا کی بے بضاعتی کو پھر واضح کر دیا، سوشل میڈیا کے ذریعہ معلوم ہوا کہ برادر عزیز عبد الودود مدنی نے ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے دیا اور اس بار موت نے اس جوان ورعنا، ہشاش بشاش، چہرے پر مسکراہٹ لئے ہوے، خوش اخلاق، ملنسار، متواضع، منکسر مزاج، دیندار، لوگوں کے مددگار، مہمان نواز اور ہر دلعزیز شخص کا انتخاب کیا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ہی سوشل میڈیا کے ذریعہ پتا چلا تھا کہ عزیزم بیمار ہیں، لیکن مرض کی سنگینی کا اندازہ نہیں تھا، آج موت کی خبر سن کر دل پارہ پارہ ہو گیا، ابھی تو تعلیم مکمل کر کے میدان عمل میں گئے تھے، ابھی تو اس پھول کی خوشبو سے دنیا کو فائدہ اٹھانا تھا، ابھی تو بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو ان کی ضرورت تھی، ابھی تو کلی کھلی ہی تھی کہ مرجھا گئی، لیکن یہ اللہ کا فیصلہ ہے، اللہ کی حکمت ہے اور اس کا فیصلہ سب کے لئے بہتر ہے، اس کے فیصلے پر راضی ہونا ہی مؤمن کی شان ہے۔

آپ عمری تھے، مدینہ منورہ میں ہم عصر رہے ہیں، جونیر تھے، ماجستیر بھی کیا انہوں نے اس لئے مدینہ کی زندگی ان کی لمبی رہی، اکثر ملاقات ہوتی، کبھی عمریوں کے پروگرام میں، کبھی مسجد نبوی میں، کافی خندہ پیشانی سے ملتے، ملاقات میں خلوص اور والہانہ پن رہتا، علمی شخصیت تھی، جب بھی ملاقات ہوتی علمی گفتگو کرتے، فقہ ان کا سبجیکٹ تھا، فقہ میں بھی بیوع کے مسائل سے کافی دلچسپی تھی، گفتگو کا موضوع بھی زیادہ تر فقہ ہی ہوتا، گفتگو سے اندازہ ہوتا کہ علم میں گیرائی اور فکر میں پختگی ہے، کافی مہمان نواز، اور جود وسخا کے پیکر تھے، بڑے بڑے پروگراموں میں بھی سارے افراد کے لئے گھر سے لذیذ میٹھا پکوا کر لاتے، اور بڑے خلوص سے لوگوں کو کھلاتے۔

آپ کی وفات آپ کے رشتہ داروں، دوست واحباب، جنوبی ہند کے علمی حلقے اور خصوصا ہم عمری برادری کے لئے عظیم خسارہ ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، لغزشوں کو درگزر فرمائے، نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور آپ کے متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

بھائی عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

دکتور عاصم خان سنابلی مدنی

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی موسم گرما کی سالانہ چھٹی کے ایک سفر کی بات ہے کہ میں کلیۃ الحدیث بنگلورو کی زیارت کی غرض سے بعد نماز عصر کلیہ کی بلڈنگ پہنچا۔

بعد نماز عصر چھٹی کے وقت اکثر طلباء موجود نہیں تھے، کچھ طلباء ہاسٹل کے باہر کرکٹ کھیل رہے تھے لیکن کھیل اور چھٹی کے اس وقت میں میری نظر ایک طالب علم پر پڑی، جو کمرے کے ایک کونے میں بڑے انہماک سے حصن المسلم حفظ کرنے میں مشغول تھا، علم کے شوقین یہ طالبعلم کوئی اور نہیں، ہمارے بھائی عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ تھے، مجھے یاد ہے کہ انہوں نے میرا استقبال کیا، آنے والے مہمان کے واجب حق ادا کرنے کے بعد پھر سے وہ کتاب حفظ کرنے میں مشغول ہوگئے، (شاید اس وقت کلیہ الحدیث میں حصن المسلم کے حفظ کا مسابقہ تھا، جس میں بھائی نے بھی حصہ لیا تھا) بھائی عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔

اس واقعے سے کچھ سال قبل داعئ اسلام جناب ریاض موسی مالاباری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مجھے بھٹکل کے دعوتی سفر کی سعادت نصیب ہوئی تھی، مرکز ابن حجر والوں نے داعی ریاض موسی صاحب کے خصوصی دعوتی پروگرام کا اہتمام کیا تھا، بھٹکل میں ہمارا قیام بھائی عبد الودود کے والد صاحب کے گھر دار ارقم میں تھا، انہیں دنوں جامعہ دارالسلام عمر آباد کی ششماہی امتحان کی چھٹیاں تھیں، جہاں بھائی عبد الودود آخری مراحل کے طالب علم تھے۔ لیکن بھائی عبد الودود چھٹی میں گھر آنے کے بجائے ایک علمی اور تربیتی دورہ میں شرکت کے لیے فضیلۃ الشیخ دکتور سعید احمد مدنی حفظہ اللہ (پڑنہ، آندھرا پردیش) کے علمی مرکز کا رخ کئے ہوئے تھے، اس موقع پر بھائی عبد الودود کے لئے ان کے والد صاحب کا بے پناہ لگاؤ اور محبت دیکھنے کو ملا کہ علم کی طلب میں مشغول اپنے اس بیٹے کو بار بار یاد کرتے، دراصل ان کی شدید خواہش تھی کہ بھائی عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ چھٹی میں گھر آتے، لیکن اپنے بیٹے کی علمی خواہش کو رد بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مدینہ منورہ میں ایک لمبا عرصہ ہمارا قریبی تعلق رہا، ان کی محفل نکاح، دعوت ولیمہ میں شرکت رہی، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں صوبہ کرناٹک کے طلبہ کی جمعیت بنام "طلاب کرناٹکا" اور ۲۰۱۰ عیسوی کے آس پاس مدینہ منورہ پہنچنے والی فیملیوں کے لئے ہمارے روحانی بڑے بھائی دکتور عبد المقیت حفظہ اللہ کی محنت سے بنائے گئے فیملی گروپ "التعاون علی البر" کے ہم مشترک ساتھی تھے، مذکورہ جمعیت اور گروپ کی میٹنگ کی مناسبت سے بھائی عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ اور پھر بھائی عبد الودود بھی بڑے سخی، فیّاض اور مہمان نواز تھے، موقع بموقع ساتھیوں کو مع اہل وعیال اپنے گھر دعوت میں جمع کرتے، مدینہ کے

شروعاتی دور میں، پرویز بھائی(ڈاکٹر ناکواپرویز)اور سفیان بھائی(ڈاکٹر سفیان قاضی) کے ہمراہ بھائی عبدالودود کے گھر رمضان میں افطار کی ایک پر تکلف دعوت کو نہیں بھول سکتا، جس میں بھٹکلیوں کی روایتی اطوار کے مطابق دستر خوان بہترین اور اعلی قسم کی افطاری کے لوازمات سے بھرا ہوا تھا۔ جزاه الله خيرا، وتقبل منه، وجعل قبره روضة من رياض الجنة.

بھائی عبدالودود رحمہ اللہ کی ایک خصوصیت

بھائی عبدالودود کی خوش مزاجی، اور مزاحیہ طبیعت کا سب کو علم ہے، وہ باتوں سے باتیں نکالنے کا فن جانتے تھے، دوستانہ گفتگو میں تو سیر تو میں سوّا سیر کا معاملہ تھا، لیکن وہ اس مزاح میں اعتدال کا خاص خیال رکھا کرتے تھے، اور انہیں یہ پتہ تھا کہ کس سے مذاق کرنا ہے اور کس سے نہیں، اکثر دوستانہ مجلسیں جو ان کے قہقہوں سے آباد رہتیں، وہیں بڑوں کی مجلس ان کی خدمت وضیافت سے آباد رہتی تھیں۔ وہ انٹرنیٹ کی دنیا کے ماہر تھے، اس وقت جب یہ دنیا نئی نئی تھی، اکثر طلبہ کو اس کا زیادہ تجربہ نہیں تھا، ان حالات میں نیٹ سے جڑی بہت ساری ضرورتوں میں بھائی عبدالودود اکثر طلبہ کی مدد کیا کرتے تھے، حکومتی اداروں میں فیس کی ادائیگی اور فارم وغیرہ بھرنے کے لئے میں اکثر انہیں سے رابطہ کیا کرتا تھا، لمحوں میں مسئلہ حل کر دیتے تھے۔

اللهم اغفر عبدك عبد الودود، وارفع درجته في أعلى عليين، وتقبّله في الشهداء يا رب العالمين

بھائی عبدالودود رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

دکتور جاوید ندیم مدنی

۱۰ محرم ۱۴۴۴ھ- کو خبر ملی کہ بھائی عبد الودود کا انتقال ہو گیاہے۔ بھری جوانی میں ان کی وفات کی یہ خبر اتنی تکلیف دہ تھی کہ اس کی شدت آج تک باقی ہے۔

عبدالودود سے پہلا تعارف یا ملاقات کب ہوئی؟ یاد نہیں۔ جب وہ کلیہ (بی۔اے) کے مرحلہ میں تھے ہمارے ہاسٹل آتے رہتے تھے۔ وہاں ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ لیکن تعلقات میں وہ قربت نہیں تھی کیوں کہ ہمارے علاقے الگ تھے، فیکلٹی الگ تھی اور مدرسہ بھی مختلف تھا۔

جب ان کا داخلہ (ایم۔اے) ماجستیر میں ہوا تو ان سے قریب ہونے کا موقع ملا۔ وہ ہمارے گروپ التعاون علی البر میں شامل ہو گئے۔ اور پھر ہر مہینے یا مختلف مناسبتوں پر ان سے ملاقات ہونے لگی۔ جب جامعہ کی طرف سے فیملی کواٹرز تقسیم کئے گیے تو وہ میرے پڑوسی بن گئے۔ پھر تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی رہی۔

وہ بہت نفیس انسان، خوش لباس اور صاحب ذوق تھے۔ رہن سہن اور چیزوں کے استعمال میں منفرد تھے۔ اور پڑھائی میں بھی ذہین تھے۔ کسی مسئلہ کو اس کی باریکیوں سمیت سمجھ لیتے، فقہ سے دل چسپی تھی۔ اسی لئے ایم۔اے فقہ میں کیا۔ ذہین اتنے تھے کہ بہت کم مدت میں ایم۔اے کا رسالہ لکھا۔ جس پر خود ان کے مشرف بھی تعجب کرتے تھے۔

کھانے سے متعلق بہت باذوق تھے، اچھا کھاتے اور کھلاتے بھی تھے۔ جامعہ کی جانب سے منعقدہ مہرجان الثقافات یعنی کلچر فیسٹیول میں وہ ہندوستانی پویلین کی روح رواں تھے۔ ان کے یہاں کے بنائے ہوئے کھانے اپنی تزئین وآرائش اور خوشبو سے عرب وعجم زائرین کو اپنی طرف کھینچ کرلاتے تھے۔ اس فیسٹیول میں ہندوستان کو پہلا انعام ملا تھا۔ اور اس کا ایک اہم سبب ان کے یہاں کے متنوع اور لذیذ کھانے تھے۔

وہ بہت خوش مزاج، سادہ اور ملنسار شخص تھے۔ چہرہ بھی معصوم سا تھا۔ محفل میں رہتے تو اپنا وجود منواتے اور بہت پیارا مذاق کرتے تھے۔ مذاق میں ان کا جواب دینے والا لاجواب ہوجاتا تھا۔ ہمارے ہر دل عزیز دوست ڈاکٹر مبارک مدنی، ڈاکٹر قاضی سفیان اور شیخ معین مسکین مدنی کے ساتھ ان کی نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔ وہ محفلیں، وہ مذاق، وہ سنجیدہ موضوعات پر گفتگو اب یہ سب ایک یادیں ہیں۔ جو کبھی خوشی کا احساس دلاتی ہیں تو کبھی تکلیف دیتی ہیں۔

بھائی عبد الودود جہاں تک ہو سکے ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے۔ یہ متفق علیہ بات ہے کہ کبھی اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ ان کے انتقال کی خبر جب ہاسٹل کے گروپ میں نشر ہوئی تو ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ ان کے افریقی ساتھی، عرب ساتھی سب نے مجھ سے تعزیت کی۔ ان کے یمن کے پڑوسی نے انہیں یاد کرتے ہوئے کہا: والله فاجعة والله فاجعة۔ ایک دوسرے افریقی پڑوسی نے کہا:والله ما آذى احدا ولم يخاصم احداً۔(کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کیا)۔

وہ دوستوں کو موقع بموقع تحفے دیا کرتے تھے۔ کبھی کسی دوست کو کوئی چیز بیچی بھی تو کم قیمت پر۔ میرے پاس آج بھی ان کی بہت ساری چیزیں ہیں۔ جاتے وقت اپنی گاڑی انہوں نے مجھے بہت ہی معمولی قیمت پر فروخت کی۔ آج بھی کبھی کبھی یاد آتا ہے کہ اسی سیٹ پر عبد الودود بیٹھا کرتے تھے تو جذبات اور مزاج بدل جاتا ہے۔

جانے والا جا بھی چکا اور اب تلک............

اس کے قدموں کی آہٹ رہ گزر میں زندہ ہے

ان کے ساتھ جتنا بھی وقت گزرا بہت پیارا گزرا۔ جب ہم فیملی لے کر مدینہ آئے تو ایک بزرگ اور قابل احترام شخصیت ڈاکٹر عبد المقیت مدنی حفظہ اللہ نے ہم سب کو جوڑ کر رکھنے کوشش کی۔ التعاون علی البر کے نام سے ایک گروپ بنایا اور ہم نے عہد کیا تھا کہ ہمارے درمیان چاہے جتنے اختلافات رہیں، ہم دنیا میں کہیں بھی رہیں لیکن گروپ سے کوئی بھی نہیں نکلے گا۔ لیکن خالق کائنات نے بھائی عبد الودود کو نہ صرف گروپ سے بلکہ اس دنیا ہی سے الگ کر دیا۔ اللہ کی مصلحت ہے اور اللہ کے فیصلے حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

ان کا انتقال پیٹ کی بیماری میں ہوا۔ رب العالمین سے حسن ظن اور دعا ہے کہ انہیں شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ ان کے انتقال پر ہر طرف غم کا ماحول دیکھا اور سنا گیا، ہر طرف ان کی تعریفیں ہیں، ہر طرف ان کا تزکیہ ہے اور ہر طرف ان کے لئے دعائیں ہیں۔ یقینا یہ فوت شدہ مؤمن کے لئے بہت خوش آئند بات ہے۔

بہت ساری یادیں ہیں اور اب یہ یادیں ہی حال اور مستقبل ہیں۔ ان کے چلے جانے سے ہم سب ایک اچھے دوست اور ساتھی سے محروم ہو گئے۔ اللہ رب العالمین بھائی عبد الودود کی مغفرت فرما، انہیں قبر میں بے حد خوشی، آرام وسکون نصیب فرما، جنت میں بغیر حساب وکتاب کے داخلہ اور اعلی مقام عطا فرما، ان کے اہل خانہ کو صبر اور عافیت سے نواز۔ آمین یارب العالمین

❁❁❁

کچھ یادیں تیری باتیں

محمد مبارک سنابلی مدنی

ویلفیئر آفیسر، ہریانہ وقف بورڈ، انبالہ

سال ٢٠٠٦ کی بات ہے۔ اعلی تعلیم کے لئے میرا داخلہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہو گیا تھا۔ دنیا کے خوش نصیب انسانوں میں اپنے آپ کو شمار کرنے لگا۔ انٹرنیشنل یونیورسٹی میں آپکا داخلہ میرٹ اور آپ کی لیاقت وصلاحیت کے معیار پر ہو جائے تو یقینا خود اعتمادی میں اضافے کا باعث تو ہوتا ہی ہے۔ ماں باپ، احباب واقارب کے لئے فخریہ لمحہ ہوتا ہے۔ اعلی تعلیم کے لئے کوئی حکومت آپ کا انتخاب کر لے اور ساتھ میں اعلی ترین ٹیکنالوجی کا استعمال کر کے زیور تعلیم سے آراستہ کر دے یہ بات قابل شرف ہے۔ مزید اسکالرشپ مہیا کرادے یہ آج کے زمانہ میں تعجب خیز لگتا ہے۔

مگر یہ احساس سعودی عرب کی جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی کے ١٨٠ ملکوں کے ٢٠،٠٠٠ طلباء ہر سال کرتے رہے ہیں۔ ہندوستان کے انہیں خوش نصیب طلباء میں ایک پیار ومحبت کا نام ہے عبد الودود۔ آپکی فراغت عمر آباد کے ایک معروف اور معیاری ادارہ جامعہ دار السلام عمر آباد سے ہوئی اور عمری کہلائے۔ اعلی تعلیم کے لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ایڈمیشن ملنا ہی آپ کی قابلیت کے لئے کافی ہے۔ میں مدینہ کی خوبصورت وادیوں میں آپ کو گاہے بگاہے دیکھتا رہا۔ جامعہ کے کیمپس میں ہندوستانی طلباء کے مابین ایک خوبصورت اور پروقار چہرہ اپنے وجود کا احساس دلا رہا تھا۔ ایک نفاست پسند کردار نہایت ہی سلیقہ سے جبہ کو زیب تن کرتا تھا۔ کرتہ ہو کہ سعودی جبہ دونوں کی کالر و آستین ایک نرالی شان سے مزین ہوتے تھے۔ میں ان سے متاثر تھا۔ سچ کہوں تو وہ ان کی پہچان تھی جو ان کو دیگر ہندوستانی طلباء سے ممتاز کرتی تھی۔ غالبا وہ مجھ سے جونیئر تھے۔ ایک نوجوان جن کا انداز گفتگو نہایت ہی سنجیدہ تھا، گفتار میں متانت تھی، باشعور، محنتی کردار کے ساتھ علم وعمل کے پیکر تھے، جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ رہنے کی تڑپ تھی، خلوص وللّٰہیت اور تقوی وپرہیز گاری کے پیکر تھے۔ طنز ومزاح میں سینئر اور جونیئر کا امتیاز باکمال طریقہ سے کرتے تھے، سچ میں آپ یاروں کے یار اور رونق محفل تھے، یہ کردار عبد الودود رحمہ اللہ تھا۔

بہت قریب سے میں اپنے عزیز سے اس وقت ملا جب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں یونیورسٹی سطح پر ایک انٹرنیشنل کلچرل مسابقہ منعقد ہوا۔ غالبا یہ بات سال ۔۔۔۔۔ہے۔ مادر وطن ہندوستان کی نمائندگی کے لئے ایک ٹیم برادر عزیز ناکو اپرویز عمری، جاوید ندیم سنابلی، قاضی سفیان محمدی، عبد السلام حفظہم اللہ ہر دل عزیز عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب باوقار پر مشتمل تھی۔ ان کے ساتھ مجھے بھی موقع ملا۔

اس شاندار عالمی پروگرام کی تصویریں اور یادیں عبد الودود کو دل و دماغ کے اسکرین سے ہٹنے نہیں دیتی۔ ادب و احترام کا شاندار نمونہ، مہمان نوازی، جود وسخا، طبیعت میں سنجیدگی، علمی وقار کے ساتھ حاضر جوابی آپ کی شخصیت کو الگ پہچان دیتی تھی۔ میانہ قد و قامت کے مالک تھے۔ جسمانی حسن وجمال کے ساتھ دل کے نفیس انسان تھے۔ پرویز بھائی سے ایک بار بات ہوئی تو آپ کو یاد کرکے دل بھر آیا۔ مذکورہ پروگرام کے شب وروز عبد الودود کی یادوں کے ساتھ دماغ کے اسکرین پر نمودار ہونے لگے ہیں۔ میں بڑی ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کو جامعہ کے پلاٹ فارم پر پہلی بار اگر کسی کی وجہ سے پذیرائی ملی ہے تو اس کا کریڈٹ عبد الودود اور پردے کے پیچھے محترمہ عبد الودود کو جاتا ہے۔ بے شمار انواع و اقسام کے ہندوستانی لذیذ ذائقوں کے ساتھ ہندوستانی پکوان میں ڈریسنگ کا لاجواب اور انوکھا پن زائرین ہی نہیں بلکہ ذمہ داران جامعہ کو اپنا گرویدہ بنا گیا تھا۔ شاید تاہنوز وہ پہلا اور آخری موقع تھا جب ہندوستان اور ہندوستانی طلباء اکیڈمک معیار سے ہٹ کر ثقافتی میدان میں نمایاں کردار ادا کر رہے تھے۔ ادب اتنا کہ میرا ہم عمر عزیز ساتھی نظر ملانا بھی گستاخی سمجھتا تھا۔ آپ کی وجہ سے میں سرسی اور بھٹکل کو پہچان پایا۔ جنوبی ہند کے طلباء سے پیار و محبت اور سینئر سے ادب و احترام میں مرحوم عزیزم عبد الودود اور برادر عزیزنا کواپرویز عمری مدنی کا نمایاں کردار ہے۔ "التعاون علی البر" گروپ پر آپ کی یادیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ خاندانی پس منظر مجھے زیادہ معلوم نہیں ہے۔ مگر آپکا گفتار و کردار شاندار تربیت کا غماز ہے۔ دعوت و تبلیغ کا جذبہ نمایاں تھا۔ علم دین کے حصول اور علماء سے محبت کا نتیجہ تھا کہ ماجستیر میں داخلہ لے لیا۔ قلم و قرطاس سے محبت اور علمی مذاکرات ان کے علمی شغف کو درشاتا تھا۔ حلویات کے بہت شوقین تھے، مہمان نوازی کمال کی تھی، مجھے جب بھی ملتے میں ان سے کہتا کہ بھٹکل سے شادی کرادو بھائی۔ چہرے پر ہلکی سی مسکان کے ساتھ جواب دیتے، ٹھیک ہے شیخ بہر کیف علم و عمل کا ایک نایاب ہیرا اب ہمارے بیچ نہیں رہا۔ برادر عزیز قاضی سفیان حفظہ اللہ کی باتوں سے باتیں نکال کر گروپ کو تازگی بخشتا تھا۔ برادرم ڈاکٹر عبد المقیت مدنی حفظہ اللہ اور عزیزم معین ہی کیا بلکہ پورا گروپ ایک پر کیف ماحول میں تبدیل ہو جاتا۔ حرمین شریفین کا آٹھ سالہ قرب وجوار اور مدینہ طیبہ کی وادیوں میں ایام شباب کا گزارنا دنیا کی نایاب نعمتوں میں سے ایک ہے۔ بہت یقین ہے مجھے چمنستان جنت الفردوس کی عندلیبوں کے ساتھ خوشگوار ماحول میں مسکرا رہے ہوں گے۔

بے باک سپاہی کی طرح ایک مرض لاشفا سے لڑتے رہے۔ مرکز ابن حجر عسقلانی، دار الھدی اڈپی اور نہ جانے کتنے افراد و ادارے تیری راہ تک رہے تھے۔ اور تو بھی کتنا فرحاں تھا کہ دین کا شاندار کام کرکے جاؤں گا۔ دین کو نکھارنے کے لئے تجارت بھی شروع کی۔ مجھے یقین ہے تونے جتنا کیا ہے شاندار کیا ہے۔ نوجوان پختہ عالم دین کا اس قدر اچانک چلا جانا ایک نہ ختم ہونے والا طوفان پرپا تو کرتا ہی ہے۔ عرب کے صحراؤں میں اب تو نہیں ملے گا، ینبع کے ساحلوں پر تجھے ڈھونڈنا دشوار ہے۔ مگر میری کوتاہ نگاہیں کہتی ہیں کہ تجھے جنت الفردوس کے ساحلوں پے ضرور ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ رب کریم تجھے سلامت رکھے۔

میری دعا ہے کہ آپ کے عزیز و اقارب اور دوست و احباب سے بہتر و باوقار دوست نصیب وہاں بھی ہونگے۔ صبر جمیل آپ کے پسماندگان کو بالخصوص آپ کے معصوم اور پیارے بچوں کو اللہ سلامت رکھے۔

بھائی عبدالودود المدنی، کچھ یادیں کچھ باتیں

افسر احمد عبدالروؤف عمری مدنی

شیخ عبدالودود اچھوتی طبیعت کے مالک شخص تھے، جس سے بھی ملتے اپنا اثر ڈالتے، اپنائیت اور تواضع وملنساری کے ساتھ وسیم و مبتسم تھے اور اپنی ذات سے شاید ہی کسی کو ایذاء پہنچائی ہو، ان کی بیماری کی خبر نے سبھی جاننے والوں کو جھنجوڑ کے رکھ دیا، جن میں میں بھی شامل ہوں، خبر سن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، زبان پر دعائیں مسلسل جاری تھیں۔

موسم گرما کی اس سال کی چھٹی میں دعوتی پروگراموں کے اثنا میں شیخ عارف عمری کے توسل سے آپ کے مرض کی تفصیلی خبر ملی تھی، خطبہ جمعہ کے سلسلے میں مرڈیشور جب جانا ہوا تو بھٹکل جاکر شیخ کی عیادت کرنے کا پورا ارادہ بنا، اور مسلسل کال بھی کیا تھا، مگر ملاقات نہ ہوسکی، مرض کی پریشانیوں میں کوئی کیسے سامنا کرسکتا ہے، اور نہ ہی زائر میں اتنی سکت کے آمنا سامنا ہوسکے بس دعاؤں کی حد تک سمٹنا پڑا، جو دلوں کے درد کا آسان اور کارگر مداوا ہے۔

شیخ عبدالودود سے پہلی ملاقات عمرآباد کے ثانویہ کی عمارت میں ہوئی تھی، آپ کے والد صاحب جناب عثمان صادق اکرمی آپ کا داخلہ کرانے عمرآباد آئے ہوئے تھے، ملاقات کے وقت وہ بھی ساتھ تھے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ پہلی ملاقات میں شیخ کے والد نے میرے مختصر سے تعارف کے بعد کہا تھا کہ آپ کو عبدالودود کا بھی روز حفظ اور مراجعہ سننا ہوگا، اور میری آرزو ہے کہ وہ بھی حافظ قرآن بنیں، اللہ تعالی باپ بیٹے کو غریق رحمت فرمائے۔

جامعہ دارالسلام عمرآباد میں شیخ عبدالودود دوسال سینئر تھے، اپنے علاقے کے اور بھی ساتھی ان کے کلاس فیلو تھے، اسی لئے ان سے ملاقات ہوتی رہتی اور ان کی خبروں اور لطیفوں سے سبھی محظوظ ہوا کرتے۔ چونکہ وہ ایک نفیس وسخی النفس تھے، ہر کوئی ان سے قریب رہنا چاہتا، تاکہ دوستی بھی رہے اور بچت بھی، اور آپ کی جانب سے کوئی ممانعت بھی نہ رہتی، کوئی بھی آئے ان کی اشیاء سے فائدہ اٹھائے۔

آپ کی آواز سب سے نادر تھی، جب بھی جامعہ دارالسلام عمرآباد میں عصر بعد طلبہ کی حاضری لی جاتی اور آپ کا نام لیا جاتا تو کسی جانب سے لبیک کہہ کر اپنا وجود درج کراتے اور بہت دیر تک کانوں میں اس کا اثر رہتا اور رس گھول رہا ہوتا۔

جامعہ سے فراغت کے بعد بنگلورو کی فائق تربیت گاہ جامعہ امام نذیر حسین دہلوی کا رخ کیا، اپنی مٹھاس سے مشائخ اور ساتھیوں کے نور نظر رہے پھر جامعہ اسلامیہ کی منظوری پر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ جامعہ اسلامیہ میں کلیہ شریعہ سے لیسانس کی ڈگری لی

اور پھر فقہ ہی میں ماسٹرس بھی کیا، چونکہ میں بھی شریعہ کالج کا طالب علم رہا شیخ عبد الودود سے ملاقاتوں میں فقہی مسائل وامور پر گفتگو ہوتی رہتی۔

آپ کا ماسٹرس کا رسالۂ علمیہ فقہ شافعی کے شاذ ونادر مسائل پر دراسہ سے متعلق ایک حصے پر تھا، ممتحنین نے آپ کی محنت کو سراہا اور مشرف رسالہ نے آپ کے اخلاق وکردار اور حسن تعامل کی گواہی دی تھی، شیخ کو حالات حاضرہ پر نظر اور ساتھیوں کو مطلوب اشیاء کے متعلق خبریں عموماً آپ ہی کے توسط سے ملا کرتی تھیں تھے۔

میرے جامعہ اسلامیہ آنے کے بعد ایک مناسبت میں پہلی دفعہ واٹس ایپ کا ذکر آپ کی زبان سے ہی سنا تھا، ساتھیوں کا خیال رکھنا، اور وقتاً فوقتاً کسی مناسبت سے ضیافت کرنا، اور سب کے ساتھ ہنسی مذاق اور کبھی قہقہے لگانا یہ سب آپ کی زندگی کا حصہ تھا۔ ہر مجلس میں اپنے مخصوص تعلیقات، استدراکات اور گھر کی بنی شیرینی سے رونق بڑھا دیتے، شیخ کے جامعہ اسلامیہ کے تعلیمی دور کے حلقہ یاراں میں ڈاکٹر عبد المقیت، ڈاکٹر ناکو اپرویز، ڈاکٹر سفیان قاضی، شیخ معین، ڈاکٹر جاوید ندیم، شیخ اعجاز محمدی وغیرہم تھے ان احباب سے اور بھی انمول ومفید باتیں جانی جاسکتی ہیں۔

مدینہ کے مشرقی علاقہ خالدیہ میں فیملی کے ساتھ رہا کرتے، ایک دفعہ اساتذۂ جامعہ دارالسلام عمر آباد کی آمد پر گھر کی زیارت کرنے کا موقع ملا تھا، نفیس رہن سہن پاکیزہ ماحول اور فیاضی کا ایک اور نمونہ شرکاء کے سامنے تھا۔ آج کل میرا قیام بھی اسی سکن میں ہے، آپ کے جانکار ساتھی عموماً آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں، جب وفات کی خبر ان احباب کو ملی، تمام نے مجھ سے تعزیت بھی کی، اپنے تاثرات بھی بیان کئے اور دعائیں بھی دیں۔

یہ ہمارے بھائی شیخ عبد الودود تھے، جو اب دار بقا کی طرف نکل چکے، اللہ تعالی مغفرت فرمائے، اہل خانہ، اولاد کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انہیں صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

نوجوان علماء کی وفات اور ہماری ذمہ داریاں

محمد ہاشم عمری مدنی

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد!

بروزِ منگل بتاریخ ۱۰/ محرم ۱۴۴۴ھ مطابق ۹/ اگست ۲۰۲۲ء فضیلۃ الشیخ عبدالودود اکرمی عمری مدنی بن محمد صادق رحمہا اللہ رحمۃ واسعۃ کی وفاتِ حسرتِ آیات نے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کرر کھ دیا، کچھ دیر کے لیے دماغ ماؤف ہوگیا۔ ۳۵/ سال کی کم عمری اور عنفوانِ شباب میں بوڑھی ماں، بیوی اور تین معصوم بیٹوں کو چھوڑ کر وہ اس دارِفانی سے کوچ کر گئے، یقیناً ہر طبقہ میں نوجوانوں کی وفات بہت ہی زیادہ افسوس و غم کا باعث ہوا کرتی ہے، لیکن اس قحط الرجال کے دور میں ایک نوجوان عالمِ دین، جامعہ اسلامیہ کے فارغ التحصیل، درس وتدریس کے شوقین، ماہرِ فقہ اور دعوت وتبلیغ کے جذبے سے سرشار انسان کی موت بہت زیادہ غم زدہ کرنے والی ہے۔

پھول تو دو دن، بہارِ جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے، جو بن کھلے مرجھا گئے

شیخ عبدالودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ سے میرے تعلقات زیادہ گہرے تو نہیں تھے، مادرِ علمی جامعہ دارالسلام عمرآباد سے میری فراغت سن ۲۰۰۱ء میں ہوئی، وہ مجھ سے دو تین سال جونیئر تھے، لیکن ان کے رکھ رکھاؤ، اخلاق وکردار اور عادات واطوار سے پتہ چلتا تھا کہ وہ شریف گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی، ان کے والد مرحوم جناب محمد صادق صاحب اپنے مخصوص لباس جبہ، بھٹکلی لنگی اور ٹوپی میں ملبوس، خوبصورت داڑھی رکھے، مسکراتے چہرے اور متشرع حلیے میں اپنے فرزند سے ملاقات کی غرض سے وقتاً فوقتاً جامعہ وارد ہوتے تھے، اور اساتذۂ جامعہ اور طلبہ سے بہت خوش دلی سے ملتے تھے، اسی وقت سے پتہ چلتا تھا کہ این خانہ ہمہ آفتاب است۔ کہا جاتا ہے کہ باپ بیٹے دونوں میں قابلِ دید مثالی اپنائیت اور محبت قائم تھی، دونوں دو جسم ایک جان تھے، شیخ عبدالودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ سے بات چیت اور ان کے عزائم سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا مستقبل بہت روشن ہے اور وہ مستقبل میں خدمتِ دین کے جذبہ سے سرشار ہیں۔

بالائے سرش زہوش مندی

می تافت ستارۂ سربلندی

جب میں سن ۱۴۳۰ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ سے فارغ ہوا ان دنوں وہ ابتدائی سالوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، اس کے بعد شاید کبھی ملاقات نہیں ہو سکی، لیکن اہلِ علم، سوشیل میڈیا اور ان کے علاقے کے لوگوں کی زبانی ان کی خدمات سے آگہی ہوتی

رہتی تھی، مرحوم سے میری جو کچھ یادیں وابستہ ہیں ان کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جامعہ دار السلام عمر آباد سے فراغت کے بعد سن ۲۰۰۲ء میں شہر بھٹکل کے ایک دعوتی دورے پر مجھے جانا ہوا، اس دوران کسی دن بعد نمازِ عصر شیخ عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ کے گھر جانے کا اتفاق ہوا، باپ بیٹے (ہمارے ممدوح مرحوم اور ان کے والد مرحوم جناب صادق صاحب) نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور بھٹکل کے روایتی انداز میں مہمان نوازی کی، اس ملاقات میں جناب صادق صاحب مرحوم جہاں اپنے بیٹے عبد الودود اکرمی کی اعلی تعلیم کے تئیں پُرعزم، خواہش مند اور بڑے جوشیلے نظر آرہے تھے، وہیں وہ اپنے بڑے بیٹے کے مزاج سے متعلق بڑے فکر مند بھی دکھائی دے رہے تھے، مجھے اپنا سمجھ کر انہوں نے طویل داستان سنائی، جناب صادق صاحب کی Top Tex نامی کپڑوں کی دکان تھی جس میں خصوصی طور پر بھٹکلی لباس لنگیاں وغیرہ خاصے اہتمام سے فروخت ہوتی تھیں، قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کے لیے جامعہ اسلامیہ میں اعلی تعلیم کی جو تمنائیں کی تھیں اور جو خواب اپنی آنکھوں میں سجا رکھے تھے انہیں وہ شرمندۂ تعبیر ہوتا دیکھ چکے تھے، پھر وہ اپنے فرزند عبد الودود اکرمی کو اپنے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر آج سے تقریباً تین سال قبل وفات پاگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

شیخ عبد الودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ دار السلام عمر آباد سے سن ۲۰۰۶ء میں فراغت حاصل کی، پھر کلیۃ الحدیث الشریف بنگلور میں داخلہ لے کر تقریباً دوڈھائی سال تک تخصصِ حدیث کیا، لیکن یہاں تعلیم مکمل کرنہ سکے کیوں کہ فراغت سے دو تین ماہ قبل ہی جامعہ اسلامیہ سے منظوری آنے کے بعد وہ اعلی تعلیم کی غرض سے مہبط وحی مدینہ منورہ میں موجود قلعۂ اسلام جامعہ اسلامیہ کے لیے رختِ سفر باندھ لیے تاکہ وہ اپنی دیرینہ تمنا پوری کر سکیں۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلے کی داستان :

سن ۲۰۰۰ء تک جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کا طریقہ یوں تھا کہ جامعہ اسلامیہ کی جانب سے ہر سال دورۂ تدریبیہ کا انعقاد ہوا کرتا تھا، جس میں وہاں کے کچھ مؤقر اساتذۂ کرام پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت کسی مشہور ہندوستانی جامعہ میں قدم رنجہ فرماتے اور جامعہ اسلامیہ سے معادلہ شدہ مدارس کے فضیلت ثانی کے ممتاز طلبہ کی ایک کثیر تعداد طے شدہ جامعہ میں جمع ہوتی، پھر یہ مشائخ ان طلبہ کو دو ہفتہ تک مختلف علوم وفنون کی تعلیم دیتے، پھر آخر میں بذریعہ مقابلہ شخصیہ (انٹرویو) ہر جامعہ سے تقریباً دو تین طلبہ کی تعیین کے بعد ان کی ترشیح عمل میں آتی تھی۔

پھر ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثہ کے بعد جامعہ اسلامیہ کی طرف سے دورۂ تدریبیہ بند کر دیا گیا، اب داخلے کے لیے یا تو ہندوستانی جامعات کی طرف سے ممتاز طلبہ کے کاغذات جامعہ اسلامیہ بھیجے جاتے یا بصورتِ دیگر معدودے چند طلبہ اپنی طرف سے عمرہ ویزہ پر حرمین شریفین پہنچ کر جامعہ اسلامیہ میں انٹرویو کے ذریعہ اپنے داخلے کی کوشش کرتے، ان دونوں طریقوں سے جامعہ میں داخلے ہو رہے تھے اور ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی جامعہ کی جانب سے نشرِ علم اور نشرِ خیر کا مبارک سلسلہ جاری وساری رہا، راقم

الحروف نے بھی ۱۸ / اگست ۲۰۰۳ء میں مؤخر الذکر طریقے کو اپنا کر انٹرویو دیا تھا پھر اللہ تعالی کی توفیق و مدد سے جامعہ اسلامیہ میں داخلہ ہوگیا، اسی فہرست میں ہمارے ممدوح شیخ عبد الودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں کہ انہوں نے سن ۲۰۰۵ء کے آس پاس سفر عمرہ پر آکر جامعہ اسلامیہ جیسے عظیم سمندرِ علم سے اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے کامیاب کوشش کی تھی، اس سلسلے میں وہ مجھ سے رابطے میں رہے، اور میں نے ان کی رہنمائی کی، اسی دوران حرمین شریفین کے علاوہ جدہ کے ایک سفر میں وہ میرے ساتھ رہے، پھر بفضل اللہ وتوفیقہ جامعہ اسلامیہ میں ان کا داخلہ بھی ہوگیا۔

منظوری کے بعد تعلیم کی غرض سے جب وہ جامعہ اسلامیہ پہنچے تو میں نے انہیں کلیۃ الحدیث الشریف میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا، صرف مشورہ ہی نہیں بلکہ اس کی پُرزور وکالت بھی کی، لیکن انہوں نے اپنی رغبت سے کلیۃ الشریعۃ (تخصصِ فقہ) کا انتخاب کیا، میرے مشورے کے برعکس کلیۃ الشریعۃ میں ان کے انتخاب کے لیے شاید ان کے پاس دو محرکات رہے ہوں گے، پہلا: انہوں نے کلیۃ الحدیث الشریف بنگلورو میں تخصصِ حدیث پر دو ڈھائی سال کافی کچھ پڑھ لیا تھا، اب دوسرے فن اور تخصص کو سیکھنا چاہ رہے تھے، دوسرا: شاید وہ اپنی علاقائی ضرورت کے پیشِ نظر تخصصِ فقہ کو زیادہ ترجیح دے رہے تھے کہ ان کے علاقے میں فقہِ اسلامی کی ترویج اور اس کی نشرواشاعت کی زیادہ ضرورت ہے اور وہ اپنے اس اجتہاد میں کامیاب بھی رہے، جب تک جامعہ اسلامیہ میں زیرِ تعلیم رہے متفوق طالب رہے، اساتذۂ جامعہ اسلامیہ اور ساتھیوں کے مابین مقبول ومحبوب رہے۔

سفر ریاض میں مرحوم کی رفاقت اور اس سے وابستہ کچھ یادیں:

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں طالبِ علمی کا سنہرہ دور اپنے اندر کئی خوبیوں کو سمیٹے ہوئے ہوتا ہے، جامعہ میں تعلیم کے علاوہ سعودی عرب کی راجدھانی کبار، علماء کا مرکز، علماءِ ربانیین کا مسکن اور مختلف علمی مراکز کے محور شہر ریاض کی زیارت طلبۂ جامعہ کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے، جہاں وہ کبار علمائے کرام سے ملاقات واستفادہ کے علاوہ وزارۃ الشؤون الاسلامیہ والدعوۃ والارشاد اور مرکز الافتاء سے بہت سی اہم کتابوں کی حصولیابی کی نعمتوں سے مستفید و محظوظ ہوتے ہیں، میں بحمد للہ اپنے طالبِ علمی کے دور میں تقریباً چار پانچ مرتبہ شہر ریاض کا دورہ کیا ہوں، جہاں مشہور عالمی دانش گاہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض کی زیارت، سماحۃ المفتی فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل الشیخ اور سماحۃ الشیخ علامہ صالح الفوزان حفظھم اللہ ومتعھم بالصحۃ والعافیۃ، ھیئۃ کبار العلماء اور اللجنۃ الدائمۃ للبحوث والافتاء (مستقل فتاوی کمیٹی) کے اراکین واعضاء سے ملاقات اور مذکورہ بالا علمائے کرام کے دروس ومحاضرات سے مختصر استفادہ کے شرف سے مشرّف ہوا ہوں۔ والحمد للہ علی ذلک، اسی طرح کے ایک علمی سفر میں شیخ عبد الودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ سفر ریاض میں میرے ساتھ رہے، اس دوران میں نے کچھ اہلِ علم اور علمی شخصیات سے ان کی ملاقات کروائی۔

اس تعلق سے ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگردِ رشید (جن سے میری پرانی معرفت وشناسائی تھی) سے ملاقات اور عشائیہ کے لیے ہم دونوں مدعو تھے۔ میں شیخ عبد الودود کو لے کر حی الوزارات کے علاقے میں ان کے دولت کدے پر پہنچا۔ اس محفل میں جہاں میزبان فقیہِ زماں علامہ شیخ العثیمین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید تھے تو دوسری طرف دونوں مہمان بھی جامعہ اسلامیہ میں فنِ حدیث اور فقہ کے طالب تھے، بقولِ کسے سادھو سادھو سے ملے تو دو بات ہوئی۔

لہٰذا وہ محفل باہمی ملاقات اور عشائیہ کے ساتھ علمی مناقشہ پر بھی مشتمل رہی، بلکہ دھیرے دھیرے فقہِ اسلامی اور منہجی ادراک جیسے حساس موضوع کی طرف رواں دواں تھی، بہت سے منہجی موضوعات اور فقہی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے بات کا رخ مشہور اخوانی رہنما ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی طرف مڑ گیا، ہمارے میزبان ڈاکٹر یوسف القرضاوی سے منہجی اختلاف رکھتے ہوئے بھی ان کی مشہور کتاب فقہ الزکاۃ کی اہمیت کے پیشِ نظر فقہی مسائل میں یوسف القرضاوی کو فقیہ مان رہے تھے اور فقہی مسائل میں ان کے آراء سے استفادہ کرنے کو رَوا گردان رہے تھے، جب کہ میں یوسف القرضاوی کے اخوانی منہج اور بہت سے شرعی مسلّمات وقطعیّات میں کتاب وسنت اور سلف صالحین کے منہج سے ان کے صریح وواضح انحراف کی وجہ سے علانیہ اس کی مخالفت کر رہا تھا اور فقہی مسائل میں اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج پر چلنے والے فقہاء کے علم سے استفادہ کی بات کر رہا تھا، محفل گرم ہوتی جارہی تھی، مہمان ومیزبان دونوں میں علمی انداز میں طویل مناقشہ جاری تھا، وجہِ استشہاد یہ ہے چوں کہ شیخ عبد الودود اکرمی سعودیہ میں ابھی نو وارد طالبِ علم تھے، یوسف القرضاوی کی شخصیت کے ضالّ ومُضِلّ پہلوؤں سے ناواقف تھے، اس لیے ہم دونوں کی گفتگو خاموشی سے سن رہے تھے، نہ وہ کسی کی تائید کر رہے تھے اور نہ ہی کسی کی مخالفت، اس وقت ان منہجی مسائل میں ناواقفیت کی وجہ سے ان کی خاموشی مجھے بہت اچھی لگی، جو ایک باادب اور ذمہ دار طالب علم کی علامت ہوتی ہے، ورنہ آج لوگ پیش آمدہ مسئلے میں عدمِ واقفیت کے باوجود بھی ہر محفل میں اپنا وزن رکھنے اور وقعت بڑھانے کے لیے کچھ بھی کہے چلے جاتے ہیں اور بغیر علم ومعرفت کے کسی کی بھی تائید ومخالفت کرنے لگتے ہیں۔ واللہ المستعان

تعلیمی ودعوتی سرگرمیاں اور علمی نشاطات:

شیخ عبد الودود اکرمی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کلیۃ (بی۔اے) اور ماجستیر (ایم۔اے) دونوں کلیۃ الشریعۃ سے مکمل کیا، پھر سن ٢٠١٦ میں وہ واپس بھٹکل آگئے جہاں وہ اپنے آبائی شہر میں knowledge نامی اسکول کے شعبۂ اسلامیات میں بحیثیتِ ناظم خدمات انجام دے رہے تھے اور اسکول کو ترقی کی راہ پر لے جارہے تھے، اور آپ کی اہلیہ محترمہ بھی اسی اسکول کے شعبۂ نسواں میں مدرسہ اور تعلیمی ذمہ دار تھیں۔

شیخ عبد الودود مدنی صاحب درس وتدریس کے علاوہ خطباتِ جمعہ اور علمی محاضرات وغیرہ سے بھی جڑے رہے، وقتاً فوقتاً دار الھدی اڈپی کے اسٹیج کی زینت بھی بنتے رہے، بلکہ دار الھدی سے ان کا تعلق بہت گہرا رہا، چوں کہ فقہ ان کا تخصص تھا اس لیے جدید بیوع یعنی عصرِ حاضر کی تجارتیں، ان کی اقسام اور ان کی حلّت وحرمت پر گہرا ادرک رکھتے تھے جیسا کہ ان کے بعض دروس سے واضح ہے، فقہِ مقارن میں ابن رشد رحمہ اللہ کی مشہورِ زمانہ کتاب بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد کے فقہی مسائل کو ازبر کر چکے تھے۔ درس وتدریس، خطباتِ جمعہ، دعوت وتبلیغ کے ساتھ کامیاب تاجر بھی تھے، Hardware کی اپنی دکان چلاتے تھے، قاضی عیاض رحمہ اللہ کے قول:"التاجرالفقيه خير من الفقيه الذي ليس بتاجر"، (جو فقیہ تاجر بھی ہو وہ اس فقیہ سے بہتر ہے جو تاجر نہیں ہے) کے سچے مصداق تھے۔

شیخ عبد الودود اکرمی رحمہ اللہ کو مقالہ نویسی اور مضمون نگاری کا بھی قدرے شوق تھا، انھوں نے کچھ حسّاس مضامین پر اپنے نوکِ قلم کو بھی جنبش دی ہے، ان کے بعض مضامین کی ہلکی جھلک یہ ہے :

1. القول الجلي في حكم زكاة الحلي (زیورات کی زکاۃ سے متعلق شرعی حکم کا واضح بیان)
2. وجوب طاعة السلطان فيما يرضي الرحمن (رحمن کو راضی کرنے کے لیے امیر (ذمہ دار) کی اطاعت کا واجبی حکم)
3. بدعت ایک جائزہ
4. ہندوستانی مسلمان اور وقت کے مطالبات
5. علم علماء کی نظر میں
6. حوصلہ کی کرن

ضروری ہے کہ مرحوم کے علمی تراث کو محفوظ کیا جائے، ان کے علمی مقالات اور تصانیف کو شائع کیا جائے، تاکہ وہ شیخ کے لیے صدقۂ جاریہ کے ساتھ عوام الناس کے لیے استفادہ کا سبب بنیں۔

آپ کی بعض خصوصیات یہ تھیں کہ شیخ رحمہ اللہ بڑے ہی ملنسار، مہمان نواز، خوش اخلاق، ہنس مکھ، سنجیدہ طبیعت، متواضع، کم گو، لباس وظاہری رکھ رکھاو سے انتہائی باذوق تھے، جامعہ دار السلام عمر آباد میں مولانا ابو البیان حماد صاحب رحمہ اللہ اور شیخ حفیظ الرحمن اعظمی عمری مدنی رحمہ اللہ کے خادمِ خاص تھے، اور عموماً خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار انسان تھے۔

وفات سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل بتاریخ ۲/ جولائی ۲۰۲۲ کو مجھے ان کی بیماری کی خبر ملی، کہا اور سنا گیا کہ کینسر جیسے جان لیوا اور موذی مرض نے ان پر حملہ کر دیا ہے، اس مرض کی اطلاع ملتے ہی شناسا اور اہلِ علم طبقے میں غم کی لہر دوڑ گئی اور ذہن ودماغ میں کئی طرح کے

وسوسے اور خدشات جنم لینے لگے۔ ان دنوں حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ لاک ڈاون کے ایام ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوے تھے، اس دوران عموماً دیکھا گیا کہ جن اقرباء اور اہلِ علم کی بیماری کی خبریں گردش کرنے لگتیں، پھر اپنوں اور اہلِ علم کی طرف سے ان کے لیے نیک تمنائیں اور صحت یابی کے لیے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ کچھ ہی دن بعد یہی دعائیہ کلمات ان کے حق میں دعاءِ مغفرت، رفعِ درجات اور ان کے اہلِ خانہ کے لیے صبر جمیل کی طلب میں بدل جاتے تھے، مریض کو مرحوم کہنے میں اور "لا بأس طهور إن شاء الله" کہنے کے بعد "إنا لله وإنا إليه راجعون" پڑھنے میں زیادہ دیر نہیں لگ رہی تھی، اسی سیاق وسباق اور مختلف خدشات کے پیشِ نظر اپنوں کی بیماری کی خبر سن کر کلیجہ منہ کو آتا تھا، خیر سے کچھ دن بعد شیخ عبدالودود کا صوتی پیغام سننے کو ملا کہ وہ اب پابندی سے دوائیں کھارہے ہیں اور روبہ صحت ہیں، اس موقع پر انہوں نے تمام سے دعاؤں کی درخواست کی تھی، یہ پیغام سن کر دل کو قدرے سکون ہوا کہ مسئلہ گمبھیر نہیں بلکہ قدرے معمولی ہے، لیکن مقدر کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے، تمام توقعات کے برعکس ۹/ اگست ۲۰۲۲ کو دن چڑھے ان کی وفات کی خبر نے سب کو غمگین کر دیا، اور ذہن ودماغ پر کچھ دیر کے لیے سکتہ طاری ہو گیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون .

حسنِ خاتمہ:

موت تو برحق ہے، لیکن ایک بندۂ مؤمن کے لیے حسنِ خاتمہ دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے، مختلف انبیائے کرام اللہ تعالی سے اسی حسنِ خاتمہ کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے، یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالی سے اپنے حسنِ خاتمہ کے لیے دعا کرتے ہوے فریاد کی تھی: "توفني مسلما وألحقني بالصالحين"، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھلائی: "اللهم اجعل الحياة زيادة لنا في كل خير واجعل الموت راحة لنا من كل شر" (رواہ مسلم)

شیخ کی اہلیہ محترمہ نے اپنے شوہرِ نامدار کی وفات پر لکھے ہوئے رقت انگیز مضمون کے ذریعہ جہاں ان کی نجی زندگی اور دیگر بہت سی خوبیوں کو منظرِ عام پر لایا ہے، وہیں بڑھتے مرض، درد کی شدت، مرحوم کا درد سے کراہنا، علاج ومعالجہ کی تفصیلات کے ساتھ ان کے آخری لمحات کا بڑے دردناک انداز میں تذکرہ کیا ہے، خصوصیت سے ان کے حسنِ خاتمہ سے متعلق کافی باتیں ذکر کی ہیں، یہ حقائق وہی جان سکتے ہیں جو اس وقت مرحوم کے قریب رہے ہوں، اور درد وکرب کے تمام مراحل کا بہ نفسِ نفیس مشاہدہ کیا ہو، اور دل پر پتھر رکھ کر بہ چشمِ نم انھیں ضبطِ تحریر لایا ہو، اللہ تعالی مرحوم کی اہلیہ محترمہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شیخ کے خسر جناب عبداللہ صاحب کے بقول وفات سے قبل شیخ عبدالودود رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان سے کلمۂ توحید اور شہادتین کے کلمات پڑھ رہے تھے اور رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً بار بار دہرا رہے تھے جو ان کے خاتمہ بالخیر کی دلیل ہے۔ باذن اللہ

تقریباً تین ہزار سے زائد لوگوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی جو لوگوں کی ان سے والہانہ محبت وعقیدت کا بیّن ثبوت ہے۔
رحمه الله رحمة واسعة وأدخله فسيح جناته، وألهم ذويه الصبر والسلوان.

لاک ڈاون کے زمانہ میں بہت سے معمر اہلِ علم، امتِ مسلمہ کا قیمتی علمی سرمایہ، محدث ومفسر، مصنف ومؤلف، داعی ومبلغ، منجھے ہوئے اساتذۂ مدارس اور تجربہ کار علمائے کرام قوم کو داغِ مفارقت دے گئے، ان وفات شدگان کی اکثریت امتِ محمدیہ کی اوسطاً عمر ساٹھ اور ستر کے ہندسے کو پار کر چکی تھی، وہیں ان میں کئی ایک نوجوان وکم عمر، مدنی وغیر مدنی علماء وفارغینِ مدارس کی وفاتِ حسرتِ آیات نے امتِ مسلمہ کو ان کی خدمات سے یکسر محروم کر دیا۔

موت اس کی ہے، کرے جس کا زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

آئے دن نوجوان علماء کی وفات کی خبریں سننے کو مل رہی ہیں، آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل کورونا کے وبائی ایام میں جنوبی ہندوستان کے ایک نوجوان عالم شیخ ابو عمار ابراہیم منور محمدی مدنی رحمہ اللہ ماہِ رمضان سن ۱۴۴۲ھ میں وفات پا گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

۱۱ جولائی ۲۰۲۲ء کو دو سگے بھائی انیس سنابلی اور اعجاز سنابلی کی وفات نے اہلِ علم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، شیخ اعجاز جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں طالبِ علم تھے، چھٹیوں میں گھر آئے ہوئے تھے، اور شیخ انیس دہلی کے قریب ایک مسجد میں امام وخطیب تھے، دونوں نوجوان اور قوم کا قیمتی سرمایہ تھے، قضاء وقدر سے سڑک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ رحمہما اللہ رحمۃ واسعۃ

ان دو بھائیوں کی وفات کا غم ابھی پوری طرح ہلکا نہیں ہوا تھا کہ ایک ماہ سے بھی کم مدت میں ۹/ اگست ۲۰۲۲ کو ریاستِ کرناٹک کے ساحلی علاقہ شہر بھٹکل کی سرزمین کا یہ گوہرِ نایاب عنفوانِ شباب میں ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ اللہ رب العالمین شیخ عبد الودود اکرمی کی مغفرت فرمائے، انھیں اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے، ان کی تمام خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور آپ کی ضعیف والدہ، اہلیہ محترمہ اور تینوں اولاد کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اہلِ علم سے کچھ گذارشات:

فرمانِ الٰہی: "ولكل أمة أجل فإذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون" کے اعتبار سے تمام کا وقت طے ہے، لیکن امت میں اہلِ علم کی وفات سے پیدا ہوئے خلا کو پُر کرنا بھی اہلِ علم ہی کی ذمہ داری ہے۔

لہٰذا اہلِ علم سے گذارش ہے کہ وہ آگے بڑھ کر دین کا محاذ سنبھالیں، درس وتدریس، خطباتِ جمعہ، دعوت وتبلیغ، مقالہ نویسی ومضمون نگاری، تصنیف وتالیف، دعوتِ توحید ومنہجِ سلف کی نشر واشاعت، ادیانِ باطلہ پر رد اور گمراہ اور بدعتی جماعتوں کے کفریہ وشرکیہ عقائد اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی جیسے علمی ودعوتی فرائض کو پوری احساسِ ذمہ داری اور تندہی سے انجام دیں۔

اللہ رب العالمین سلف وخلف کے تمام علمائے اسلام کی مغفرت فرمائے، ان کی قبروں کو منور کر دے، دارین میں ان کی خدمات کا انہیں بہترین بدلہ عطا کرے اور موجود تمام علمائے کرام اور طلبۃ العلم کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، انھیں صحت وعافیت سے رکھے اور ان سے زیادہ سے زیادہ دین کی خدمات لے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

خوش مزاج خوش لباس شخصیت

شیبۃ الحمد مدنی

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جس نے اس دار فانی میں آنکھ کھولی ہے اسے ایک دن آنکھ بند کرکے اپنے رب کے پاس جانا ہوگا اور اس سے کسی کو بھی مفر نہیں کسی نے سچ کہا ہے:

الموت قدح كل نفس شاربه

والقبر باب كل نفس داخله

میر اداخلہ ۲۰۱۴ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہوا، جب اللہ کے فضل سے مدینہ پہنچا تو اس کے چند ہفتے بعد ایک عقیقہ کی تقریب کی مناسبت سے ہم ابنائے جامعہ دارالسلام عمرآباد شاخ مدینہ منورہ ایک استراحہ میں موجود تھے۔ کھیل کود سے فارغ ہونے کے بعد جب دستر خوان کی باری آئی تو میں بار بار ایک جملہ سن رہا تھا کہ ابھی سفر اءمت لگائیں عبدالودود راستے میں ہیں میٹھا لیکر آرہے ہیں۔ شاید پہلی بار میں آپ کا نام سن رہا تھا کچھ ہی لمحہ بعد عبدالودود صاحب گاڑی سے اترے پست قد، حسین و پر وقار چہرہ، بہترین لباس، سر میں ٹوپی اور ساتھ میں بہترین خوشبو پہلی ملاقات میں ہی میں نے جان لیا کہ موصوف بڑے ہی باذوق انسان ہیں۔

آپ ہمیشہ اچھا لباس زیب تن کیا کرتے تھے، لباس کا انتخاب بھی بہت عمدہ ہوا کرتا جو آپ کے حسن وجمال کو بڑھا دیتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ آپ جو عطر لگایا کرتے تھے وہ سب کو پسند آنے والا رہتا تھا میں نے کئی دفعہ آپ سے عطر کا نام پوچھ کر ان میں سے کئی عطر خریدا بھی تھا۔ اللہ تعالی نے جہاں آپ کو مال ودولت سے نوازا تھا وہیں اللہ نے آپ کو اچھے ذوق رکھنے والا انسان بھی بنایا تھا جو بھی آپ سے ملاقات کرتا ضرور اس چیز کو محسوس کرتا۔

آپ جامعہ دارالسلام عمرآباد سے فراغت کے بعد کلیہ الحدیث بنگلورو میں چند سال زیر تعلیم رہے پھر اللہ نے آپ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کرنے کا زرین موقع عنایت فرمایا۔ آپ نے کلیہ الشریعہ سے بکالوریس کیا پھر اللہ کے فضل سے ماجستیر بھی کیا اور ایک قیمتی رسالہ کی تحقیق کی جس کا عنوان تھا ((ماحكم عليه بالشذوذ عند الشافعية من بداية كتاب الحج إلى نهاية كتاب الصيد والذبايح)) جس میں ممتاز نمبرات سے کامیابی ملی پھر اس کے بعد آپ ہندوستان لوٹے اور یہاں بھی آپ نے آخری وقت تک علمی خدمات کے ساتھ ساتھ کامیاب تجارت بھی کی۔

آپ بہت خوش مزاج تھے، کسی سے بھی ملاقات کرتے تو خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور اپنے حلقہ احباب میں اپنی بہت ساری یادیں خصوصا عمر آباد میں پڑھائی کے دنوں کی بہت ہی مزے لیکر سناتے تھے اکثر جب مدینہ میں ابناء کی میٹنگ رہتی تو اس کے بعد کافی دیر تک گاڑی کے پاس ٹھہر کر بہت ساری باتیں ہوتی تھیں۔

اللہ نے آپ کو جس طرح لباس وغیرہ کے معاملے میں باذوق بنایا تھا اسی طرح کھانے اور کھلانے کے معاملے میں بھی کم نہیں تھے، آپ کے گھر میں جب دعوت رہتی تو دستر خوان انواع واقسام کے پکوان سے سجے رہتے خاص کر کے میٹھے کا تو دو چار اقسام ضرور رہتے تھے۔ اور کبھی بھی کسی مناسبت سے استراحہ میں جمع ہوتے تو آپ پر میٹھے کی ذمہ داری ضرور ہوتی تھی۔

ایک دفعہ کی بات ہے میں کلاس میں تھا اچانک آپ کا فون آیا شیخ سے اجازت لیکر باہر آکر کال ریسیو کیا تو بولے: شیبہ کدھر ہیں؟ میں نے جواب دیا: آخری گھنٹی چل رہی ہے کلاس میں ہوں، تو آپ نے کہا: کلاس کے بعد بقالہ کے پاس آئیں، کلاس ختم ہونے کے بعد بقالہ کے پاس گیا تو آپ اپنے دونوں فرزند عکاشہ اور داؤد کے ساتھ منتظر تھے اور داؤد کو گود میں لئے ہوئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ آپ ان دونوں کو ساتھ رکھیں میں مشرف سے مل کر آتا ہوں پھر کچھ دیر بعد مشرف کے پاس سے آئے اور مجھے ساتھ لیکر گھر گئے ان دنوں آپ خالدیہ میں رہا کرتے تھے جو جامعہ سے کافی دور بھی ہے۔ لیکن ساتھ لیکر گئے کھانا سے فارغ ہوئے کھانے میں مچھلی وغیرہ تھی تو میں نے کہا: جس طرح آپ کو مچھلی پسند ہے آپ کا رسالہ کا عنوان بھی کچھ اسی طرح ہے۔ پھر آپ مجھے ایک عطر ہدیہ دئے اور جامعہ لاکر چھوڑ گئے۔

آپ وقت کے پابند تھے خصوصا نماز وقت پر ادا کرتے تھے یہ ان دنوں کی بات ہے جب ابنائے جامعہ دارالسلام عمر آباد جو مملکہ میں رہتے ہیں۔ تمام کی ایک جمعیت تشکیل کے حوالے سے مدینہ منورہ میں جمع ہو رہے تھے۔ جس میں آپ کا نام منتظمین میں سر فہرست تھا اور آپ کے ذمے بہت سارے کام تھے جیسا کہ ہوٹل بک کرنا، آئے ہوئے مہمانوں کے لئے شیڈول تیار کرنا وغیرہ۔ کسی کام کے سلسلے میں ہمیں صبح 9 بجے نکلنا تھا انہوں نے کہا کہ میں 9 بجے جامعہ پہنچ جاؤں گا پھر ساتھ چلیں گے شیخ وقت مقررہ پر جامعہ پہنچ کر مجھے کال کرتے رہے چونکہ میرا فون سائلنٹ تھا اور یہ میری ایک عادت سی بن گئی تھی۔ تقریباً ۹:۲۰ کے قریب دیکھا تو پانچ مسڈ کال تھے میں کال لگایا تو انہوں نے کہا کہ میں ۹ بجے سے آپ کا منتظر ہوں۔ بہر حال میں جب ان کی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا تو سوچ رہا تھا کہ شاید شیخ ناراضگی کا اظہار کریں گے مگر جیسے ہی گاڑی کا دروازہ کھولا تو مسکراتے ہوئے کہا: شیبہ شادی کرلو پھر موبائل سائلنٹ میں رکھنے کی عادت ختم ہو جائے گی۔

آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جدید ٹکنالوجی سے ہمیشہ آگاہ رہتے تھے ساتھیوں میں اگر کسی کو موبائل یا لیپ ٹاپ لینا ہوتا تو ضرور آپ سے مشورہ کرتے۔ اسی طرح آن لائن شاپنگ ہو یا آن لائن کسی بھی قسم کا ٹکٹ بک کرنا ہو تو آپ اس میں بہت

مہارت رکھتے تھے، کوویڈ۱۹ کے دوران مرکز دارالھدی کے لئے ایک زوم پیڈ آئی ڈی کی ضرورت تھی جب دکتور ناکواپرویز حفظہ اللہ کو میں نے بات کہی کہ ایک زوم آئی ڈی خرید اجائے تو آپ نے شیخ سے رابطہ کرنے کو کہااور پھر آپ ہی کے ذریعہ وہ خرید اگیا جس سے بہت سارے پروگرامز اور دورہ علمیہ آن لائن منعقد ہوئے۔

آپ کے ہندوستان واپس آنے کے بعد کئی بار دارالھدی کے حوالے سے زوم یا کسی آن لائن ویڈیو کالنگ میں بات ہوا کرتی تھی پھر جب میں مدینہ سے تعلیم مکمل کرکے وطن واپس آیاتو جنوری ۲۰۲۲ کو اڈپی جانے کا پلان بنااور میں منگلورو اسٹیشن پہنچا جہاں ابوجمانہ پرویز عالم عمری سرسی میرے منتظر تھے۔ علیک سلیک کے بعد فوراانھوں نے کہا کہ: اڈپی پہنچتے ہی پہلے بھٹکل پہنچیں گے تا کہ عبد الودود سے ملاقات ہوسکے، جیسے ہی اڈپی پہنچے ظہرانہ کے بعد فوار بھٹکل کی طرف روانہ ہوگئے تقریباً ۵ بجے بھٹکل پہنچے شیخ کے گھر گئے ماشاء اللہ آپ کا مکان بھی آپ کے ذوق ہی کی طرح تھا۔ ملاقات ہوئی تو پہلا سوال مجھ سے تھا: شیبہ شادی کرلئے؟ پھر گھر کے اندر داخل ہوئے کچھ دیر بیٹھ کر باتیں ہوئیں لیکن طبیعت پر مرض کا اثر نمایاں تھا، کافی نحیف نظر آرہے تھے، آواز بھی معمول سے ذرا دھیمی تھی کچھ دیر بعد ہم نے رخصتی کی اجازت چاہی لیکن شیخ کا اصرار تھا کہ ہم شب آپ کے گھر پر ہی ٹھہریں۔ چونکہ صبح چند مصروفیات طے تھیں اس لیے ہم وہاں سے روانہ ہوگئے کسے پتہ تھا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔

۹ اگست ۲۰۲۲ کو مجھے حیدرآباد آنا تھا بھونیشور سے ٹرین تھی گھر سے بس کے ذریعہ نکلا تھا۔ اس دن عمرآباد میں توزیع الکتب کا پروگرام تھااس حوالے سے واٹس ایپ پر کچھ لکھ رہا۔ اچانک ایک میسج پر نظر پڑی کہ "عبدالودود ہمارے درمیان نہیں رہے" پڑھتے ہی دعائیہ کلمات زبان سے نکلے، ہاتھ کانپ رہاتھا، آنکھیں بھر آئیں، موبائل سوئچ آف کیا آپ سے ملاقاتوں اور یادوں کالامتناہی سلسلہ ذہن ودماغ میں گردش کرنے لگا پھر کچھ دیر بعد فون آن کیا بھو.نیشور کے قریب تھاسفر کرنے کا بالکل بھی ارارہ نہیں ہو رہاتھا دکتور پرویزنا کو اصاحب کو کال کیاتو آپ نے کہا کہ جب گھر سے نکل چکے ہیں تو آجائیں۔

اس کے بعد توزیع الکتب کا ہمارایہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر پروگرام میں آپ رحمہ اللہ کی زبانی جو دارالھدی کی انٹروڈکشن والی ویڈیو بنی تھی اس کو اسکرین پر چلایا گیااوراسی طرح دکتورناکواپرویز حفظہ اللہ بھی ہر پروگرام میں اپنے احساسات کو بیان کرتے رہے۔ وجئے واڑہ میں جو پروگرام رتھااس میں شیخ کے خطاب سے سامعین کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔

اللہ تعالی سے دعا کہ اللہ شیخ عبدالودود رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

بہت سی خوبیاں تھیں...

مصطفی بشیر مدنی

عبد الودود عمری مدنی ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ کو قریب تین بجے دن میں انتقال فرما گئے، وہ اکیلے نہیں بے شمار خوبیاں لے کر سفر آخرت پر گئے ہیں۔ مجلس کی روح رواں کوئی بھی ہو محفل میں جان انہیں سے آتی تھی، شگفتہ مزاج ایسے تھے کی آدمی اپنا غم بھول بھال کر ان کے روبرو ہنسنے مسکرانے لگتا تھا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام کرتے تھے۔ کھان پان اور رہن سہن میں بڑے سلیقہ مند تھے۔ چنندہ اور لذیذ پکوان کا اہتمام کرتے، غضب کے مہمان نواز تھے، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہمارا داخلہ ایک ہی ساتھ ہوا تھا، وحدہ ثانیہ عشرۃ میں ساتھ تھے جس وقت بھی ہم ان کا دروازہ کھٹکھٹاتے بڑے تپاک سے استقبال کرتے، ضیافت کے وقت محسوس ہی نہیں ہونے دیتے کہ ہم بے تکلف دوست ہیں، ان کے فریج میں ہمہ وقت اتنی اشیاء موجود رہتی تھیں جتنے سے اچھی خاصی مہمان نوازی کا انتظام ہو جاتا تھا۔

خودداری اور غیرت کا بھی حظ وافر حاصل تھا، کبھی کسی کا احسان نہیں لیتے تھے، اپنا جائز حق لینے سے بھی کتراتے تھے۔ لاک ڈاؤن سے کچھ قبل جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں آئے، میں نے ان کی رہائش کا اپنے طور پر انتظام کر رکھا تھا لیکن میرے پاس پہنچنے والے دن انہوں نے بتایا کہ میں نے رادھیکا ہوٹل میں اپنی بکنگ کرا رکھی ہے آپ تکلیف نہ اٹھائیں۔ علم دوست تھے، علمی مسائل پر گفتگو میں دلچسپی رکھتے تھے، جدید ٹیکنالوجی سے بھی گہرا شغف تھا، واٹس ایپ اور فیس بک وغیرہ کی ابتدائی معلومات ہم نے انہیں سے لی تھی، ہمارے ای میل وغیرہ کی آئڈیاں انہوں نے ہی ترتیب دی تھی جو آج بھی اسی حال پہ باقی ہیں۔ ضرورت کے وقت الکٹرانک کتب کی فراہمی میں شوق سے تعاون کرتے، اپنی تعریف انہیں پسند نہیں تھی، لائقِ تعریف عمل پر جب ہم ان کی ستائش کرتے تو وہ اپنی مسرت کا اظہار ہنس کر کرتے تھے۔ حیرت واستعجاب کے وقت "اییسا...!" اپنے خاص انداز میں بولتے تھے۔ دوستوں کو ہنساتے اور خوب ہنساتے لیکن جھوٹ کا سہارا نہیں لیتے تھے، کسی سے کسی کی غیبت سنتے تو فوراً ٹوک دیا کرتے تھے۔

وہ اپنے واٹس ایپ پروفائل پر ہمیشہ حدیث "اتق الله حيثما كنت" معلق رکھتے اور میں نے محسوس کیا کہ وہ خلوت میں بھی اللہ کے خوف سے دل کو معمور رکھتے تھے۔ لین دین اور باہمی معاملات میں تقویٰ شعار تھے۔ آج اپنے دوست، خیر خواہ اور متنوع خوبیوں کے مالک کی جدائی پر داغ دہلوی کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر ہے۔

خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

کیونکہ واقعی ان میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ اللہ ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرمااورانہیں جنت الفردوس کا باسی بنا۔ آمین یارب العالمین۔

ایک اور ستارہ ٹوٹ گیا

نالج انٹر نیشنل عربک اسکول

اظہار افسوس بوفات شیخ عبد الودود اکرمی عمری مدنی

انا لله وانا اليه راجعون؛ اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأدخله فسيح جناتك۔

شیخ کا شمار شہر بھٹکل کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ شیخ کل تین سال مدرسہ العلم العالیہ (Knowledge International Arabic School) میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور ایک سال صدر مدرس کے بھی مقام پر فائز رہے ہیں۔

شیخ ماشاء اللہ علم کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے، کبھی کسی کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو شیخ سے رجوع کرتے، خاص طور پر شیخ کو فقہ، اصول فقہ اور فرائض میں مہارت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ شیخ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے اور عقیدے کے بڑے پکے تھے اور ساتھ ہی ساتھ مدرسہ میں وقت کے بھی بہت پابند تھے، کبھی ان کو بغیر عذر کے تاخیر کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، شیخ ماشاء اللہ اساتذہ کے مابین کافی مقبول اور ایک مثالی شخصیت تھے اور طلبہ کے مابین بھی محبوب ترین استاذ تھے۔

کبھی کسی طالب علم کو ان سے شکایت نہیں تھی شیخ ہمیشہ طلبہ کی ہمت افزائی کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کی اصلاح کی فکر کیا کرتے تھے، شیخ بہت ہی خوش مزاج تھے ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے، دوران تعلیم بھی طلبہ کو اپنے جانب مصروف رکھتے، شیخ کی تدریس کا انداز اتنا بہترین ہوتا کہ ہر کوئی ان کی جانب متوجہ ہو جاتا اور ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی بات کو سنتا۔

شیخ کو کبھی غصہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اگر مدرسے میں یا دوران درس کسی طالب علم سے کوتاہی ہوتی تو شیخ اسے اپنے مفید کلمات اور نصائح سے نوازتے۔ گزشتہ سال اخیر میں جب شیخ اپنی بیماری کی وجہ سے مدرسہ میں حاضر نہ ہو پاتے تو اس پر افسوس کا اظہار کرتے۔ اسی بیماری کی وجہ سے شیخ نے مدرسہ سے ایک سال کا وقفہ لیا ہوا تھا تاکہ وہ اس وقفہ میں اپنا علاج کرا سکیں اور ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ ان کی غیر حاضری کی وجہ سے مدرسہ اور طلباء کا خسارہ نہ ہو۔

اپنے اس وقفہ کے باوجود شیخ ہمیشہ مدرسہ سے جڑے رہے اور اپنے آخری ایام تک مدرسہ کو مفید مشوروں سے نوازتے رہے اور ہمیشہ مدرسہ کی ترقی کی فکر کرتے اور منتظمین کو بھی ہمت دلاتے کہ وہ اس مدرسہ کی ترقی میں ان کے ساتھ ہیں۔

اس کے علاوہ بعض طلبہ کو شیخ کے ساتھ سفر کا موقع بھی ملا جس سے انہیں پتا چلا کہ شیخ بہت ہی خوش مزاج اور ملنسار طبیعت کے مالک ہیں کہیں بھی جاتے لوگوں سے گرم جوشی سے ملتے اس طور پر کہ ہر کوئی ان کا گرویدہ ہو جاتا، شیخ اپنے اساتذہ اور ساتھیوں میں بھی ہر دلعزیز تھے ہر کوئی ان کی تعریف کرتے نہیں تھکتا۔

اور ساتھ ہی ساتھ شیخ خود ایک تاجر بھی تھے اور شیخ کے آن لائن دروس بھی ہوا کرتے تھے جن سے طلبہ کے ساتھ ساتھ عوام بھی مستفید ہوا کرتی تھی۔ آج شیخ ہمارے بیچ نہیں ہیں لیکن وہ اپنے پیچھے بہت سارا علم چھوڑ گئے ہیں جس سے ان شاء اللہ فائدہ اٹھایا جاتا رہے گا اور شیخ کو اس کا اجر ملتا رہے گا۔

شیخ کے انتقال کی خبر ملی تو کسی کو یقین نہیں ہو رہا تھا اور ہر کوئی غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ قدر اللہ ماشاء فعل

اللہ تعالیٰ شیخ کی مغفرت فرمائے، ان کے حسنات میں اضافہ فرمائے، ان کی سیئات کو درگزر فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

آہ! مولوی عبد الودود اکرمی عمری مدنی

محمد ناصر سعید اکرمی
ایڈیٹر نقوش طیبات بھٹکل

مؤرخہ ۱۰/ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۹/ اگست ۲۰۲۲ء اچانک جواں سال وجواں عمر مولوی عبد الودود اکرمی مدنی کے انتقال پر ملال کی خبر سے سخت رنج ہوا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون، ان لله ما اعطى وله ما أخذ وكل شيء عنده بأجل مسمى۔

مرحوم کی وفات سے قریب دوماہ پہلے راقم سے ملاقات ہوئی تھی، اپنے بچوں کے ساتھ اسکوٹر پر جارہے تھے، ہم کو دیکھ کر رکوایا، ہمیشہ کی طرح ہنس مکھ چہرے کے ساتھ گفتگو کی، کہا اب مجھے بالکل افاقہ ہے، کسی طرح کی کوئی شکایت وتکلیف نہیں ہے، ہم کو ان کی باتوں سے بہت خوشی ہوئی دل سے دعائیں نکلیں، مرحوم کا مکان معہد حسن البنا کے پڑوس ہی میں ہے، مرحوم کے والد صاحب کے انتقال ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے، مختصر بیماری میں وہ وفات پاگئے تھے اللهم اغفر له وارحمه، انھوں نے بڑے ناز وپیار سے عبد الودود کو پالا تھا، ان کے عالم فاضل، حافظ و مدنی ہونے پر خوشی کا اظہار کرتے تھے، بار بار اپنے اس فرزند کے بارے میں بتاتے اور تعریفی کلمات کہتے تھے اور تھا بھی وہ تعریف کے قابل، وہ اچھی صفات کا حامل تھا، بڑا مؤدب و مہذب تھا عبد الودود، جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں عربی سوم تک تعلیم حاصل کر کے دارالسلام عمر آباد میں داخلہ لیا، ان کے والد مرحوم کی عین خواہش تھی کہ عبد الودود اپنے استاد مولانا ابو البیان حماد رحمہ اللہ کے زیر نگرانی تعلیم وتربیت پائے، مرحوم صادق صاحب کی تعلیم بھی اسی مدرسہ میں ہوئی تھی، مولانا ابو البیان حماد دامت برکاتہم کا شمار وہاں کے قدیم اساتذہ میں ہوتا ہے، جید عالم دین ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، شاعر ہیں، کئی بار بھٹکل تشریف لا چکے ہیں، مولانا کی عمر بھی سو کے قریب ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ تادیر ان کو سلامت رکھے۔

مولوی عبد الودود اپنے اخلاق و کردار، نیک طینت ونیک طبیعت کی وجہ سے وہاں کے اساتذہ کا دل جیت لیا تھا اور اپنی ذہانت و فطانت، جہد و محنت سے ہمیشہ اعلی نمبرات اور اچھی پوزیشن سے کامیابی حاصل کرتے رہے، ان کے والد مرحوم بھی ہم کو اس کی اطلاع دیتے رہتے تھے، چوں کہ پڑوس ہی میں معہد حسن البنا تھا اس لیے مرحوم کے والد صاحب سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، مرحوم نے اس ادارے کے لیے دارالسلام سے نکلنے والا رسالہ "راہ اعتدال" بھی جاری کرایا تھا جو آج تک پابندی سے آرہا ہے، اس رسالے

کے خصوصی ضخیم شمارے بھی مرحوم صادق صاحب نے ادارے کے لیے مرحمت فرمائے تھے، پھر ان کی وفات کے بعد ان کی پوری کتابیں معہد حسن البنا میں منتقل ہو گئیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اس کا بھرپور اجر ان کو عطا کرے۔

مرحوم عبد الودود کو جامعہ دارالسلام کی فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کرنے کا سنہرا موقع ملا، وہاں آٹھ سال تک تعلیم حاصل کی، اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے رہے، ماجستر کیا، ڈاکٹریٹ (P.H.D) کرنا چاہتے تھے لیکن موقع نہیں ملا، اپنی تعلیم کی فراغت کے بعد بھٹکل آئے اور دینی و تعلیمی سرگرمیوں میں منہمک ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ کاروباری لائن میں بھی مشغول رہے، شادی کی، بچے ہوئے۔

مرحوم کے خسر مولانا اطہر افریقہ صاحب ہمارے اور بالخصوص مولانا عبد الباری مرحوم کے خاص الخاص اور قریبی تعلقات والوں میں ہیں، موصوف کی جوان بیٹی اور معصوم بچوں کو ۳۴ سالہ نوجوان عالم دین اور لائق فائق داماد داغ مفارقت دے گیا، اللہ تعالیٰ ان کو اور بیوہ کو صبر جمیل دے اور بچوں کی صحیح اسلامی نہج پر تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے، مرحوم کے والد زندہ ہوتے تو ان پر کیا گزرتی، ان کی والدہ پر کیا بیتی ہو گی، لیکن کیا کیا جائے، دنیا کی یہی ریت رہی ہے، کوئی آگے جا رہا ہے تو کوئی پیچھے، دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو یہی دعا سکھائی گئی ہے کہ جب بھی قبرستان جاؤ تو یہ دعا پڑھا کرو تا کہ موت کا ہر وقت استحضار رہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهلَ الْقُبوْرأنتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْأَثَر" یعنی آپ آگے چلے تو ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔

یہ روز کا مشاہدہ ہے کوئی آگے جا رہا ہے تو کوئی اس کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے، کسی کا جوان بیٹا رخصت ہوتا ہے اور بوڑھی ماں رہ جاتی ہے، شوہر پہلے چلا جاتا ہے تو بیوی بعد میں چلی جاتی ہے، بہر حال دنیا فانی ہے، ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے، یہاں کسی کے لیے دوام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ﴿٨٨﴾﴾ (القصص :۸۸)

مولوی عبد الودود نے اگرچہ عمر کم پائی، صرف ۳۴ سال عمر مستعار پائی لیکن عمل کا دفتر بہت زیادہ اپنے ساتھ لے گئے، وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ مدینہ میں اپنی تعلیم کے آٹھ سال گذارے، وہاں نمازیں پڑھیں، نوافل پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، ذکر و تلاوت میں مشغول رہے، تفسیر و حدیث کا علم حاصل کیا، مدینہ کے قیام میں بہت سارے اچھے کام کیے، رمضان کی راتیں گذاریں، لیلۃ القدر کی راتوں میں قیام کیا، یہ ہم سب جانتے ہیں کہ حرمین شریفین میں ایک نماز کا ثواب کتنا ہے، حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هذَا خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ أَوْ كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إلّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلْ مِن مِاءَةِ الفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاه“ (رواہ ابن ماجہ:۱۴۰۶) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں (مسجد نبوی) ایک نماز پڑھنا دوسری عام مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار درجہ ثواب زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے، وہاں ایک نماز کا ثواب عام مساجد کے مقابلے میں ایک لاکھ کا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ:۱۴۰۶)

”عن انس بن مالک، قَالَ قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ”صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ بيْتِهٖ بِصَلَاةٍ، وَ صَلَاتُهُ فِيْ مَسْجِدِ الْقَبَاءِلِ بِخَمْسٍ وَّ عِشْرِيْنَ صَلَاة، وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُجمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِماءَةِ صَلَاة، وَصَلَاتُهُ فِيْ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِ أَلْفِ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِيْ مَسْجِدِى بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَ صَلَاةٌ فِيْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِاءَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ“۔(رواہ ابن ماجہ:۱۴۱۳)ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے گھر میں نماز پڑھے تو ایک ثواب وہی نماز عام مساجد میں پڑھے تو 25 درجہ ثواب، جمعہ مساجد میں پڑھے تو پانچ سو درجہ ثواب، مسجد اقصی میں پڑھے تو پانچ ہزار اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں پڑھے تو بھی پانچ ہزار درجہ ثواب، اسی طرح اگر مسجد حرام میں پڑھے تو ایک نماز پر ایک لاکھ ثواب کا مستحق بن جاتا ہے، ایک دوسری روایت جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مسجد حرام میں ایک لاکھ کا ثواب ہے لیکن مسجد نبوی میں ایک ہزار اور مسجد اقصیٰ میں پانچ ہزار کا ثواب بتایا گیا ہے۔

اگر ہم ثواب کا حساب لگانے بیٹھ جائیں تو لگانا بڑا مشکل کام ہے۔ اس ناحیہ سے اگر ہم سوچیں تو مرحوم عبد الودود نے عمر کم پائی لیکن روحانی اعتبار سے وہ ہم سے بہت بہت آگے نکل گئے اور اسی کو حدیث میں خیر الناس یعنی سب سے اچھا آدمی کہا گیا ہے جو دنیا سے جاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اچھا عمل لے کر جائے۔

یہی سوچ کر دل کو کچھ دلاسا دیا جا سکتا ہے، پریشانی کو کچھ ہلکا کیا جا سکتا ہے، بے قراری کو کچھ قرار آسکتا ہے، دنیا سے ایک دن جانا ہی ہے، لیکن جو زیادہ سے زیادہ عمل لے کر جائے وہی سب سے بڑا کامیاب شخص ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے، اور ہم سب کی یہی آرزو وخواہش ہونی چاہیے کہ حرمین شریفین میں زیادہ سے زیادہ ہمارے ایام گزرے، وہاں کی خاک ہمارے لیے میسر آجائے۔

مرحوم عبد الودود کے مدینہ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ راقم کی مدینہ کی زیارت ہوئی تھی اور وہاں چند دن قیام کا موقع ملا تھا، اس قیام کے دوران مولوی عبد الودود مرحوم نے اپنی کار پر بعض مقامات مقدسہ ”بدر واحد“ وغیرہ میں ہماری زیارت کرائی تھی اور پوری تفصیل کے ساتھ ان مقامات کے بارے میں بتایا بھی تھا، غزوۂ احد کے پہاڑ پر جہاں آں حضور ﷺ نے 50 تیر اندازوں کو مقرر فرمایا تھا وہ جگہ اور اسی طرح حضرت خالد بن ولید جس جگہ سے آکر حملہ آور ہوئے تھے وہ پوری تفصیلات اس جگہ کھڑے ہو کر مرحوم نے بتائی تھی، یہ سب باتیں جو اگرچہ کتابوں میں موجود ہیں لیکن قریب جاکر دیکھنے سے اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہیں، اس

موقع پر مرحوم نے حق شاگردی ادا کرتے ہوئے ہماری خوب مہمان نوازی بھی کی تھی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، اس سفر کی تمام تفصیلات احقر نے کتاب "سوئے حرم" میں شائع کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم عبدالودود کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، ان کی والدہ، بھائی بہن، بیوہ وخسر سب کو تحمل وصبر عطا کرے، ان کے یتیم بچوں کی صحیح نگہداشت وتربیت ہو اور یہ بچے آگے چل کر اسلام کے داعی ومبلغ دین بن کر اسلام کی خدمت کرنے والے بن جائیں، معہد امام حسن البنا کے جملہ اراکین، اسٹاف، معلمات وطالبات ان کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وصلی الله تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله و اصحابه اجمعین۔

❁❁❁

ابھی جانے کی عمر نہیں تھی

مولانا عبد المتین منیری بھٹکل

۹ اگست ۲۰۲۲ء کو میں بھٹکل سے باہر سفر پر تھا کہ خبر آئی کہ نوجوان عالم دین مولوی عبد الودود صادق اکرمی عمری مدنی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دل پر اس خبر نے غم والم کی عجیب کیفیت طاری کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے اس نوجوان کو نوازا تھا، اور ہم جیسے لوگ ان سے بڑی امیدیں لگائے بیٹھے تھے اور امید کر رہے تھے کہ آپ کے ذریعہ اس علاقے میں علم و تحقیق کا ایک نیا ماحول پیدا ہو گا اور ان میدانوں میں ہمارا معاشرہ مزید ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔ لیکن اللہ کی ذات علیم و حکیم ہے۔ وہ بہتر جانتی ہے کہ کس کو کب اس جہان فانی سے بلوانا ہے اور کس سے کب تک بارِ امانت اٹھوانا ہے۔

وفات کی اس خبر سے بارہ سال قبل کا وہ منظر ذہن میں تازہ ہو گیا جب ہم مولانا عبد الباری ندوی رحمہ اللہ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے دفتر میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے کہ ایک نوجوان آپ کے دفتر میں داخل ہوا، انداز بڑا ہی مؤدبانہ اور مہذب تھا۔ باتوں سے نیاز مندی پھوٹ رہی تھی۔ انہیں پہچاننے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی، کیونکہ آپ کے والد ماجد محمد صادق اکرمی صاحب سے ہماری پرانی شناسائی تھی۔ جب ہم ۱۹۶۹ء میں جامعہ اسلامیہ کے شمس الدین سرکل پر واقع جوکا کونوینشن میں پڑھتے تھے تو آپ کے تین چچا بھی وہاں داخل تھے۔

یہ نوجوان اس وقت مہتمم جامعہ اور یہاں پر اپنے اساتذہ کو مدینہ یونیورسٹی میں اپنے داخلے کی منظوری کی خوشخبری سنانے اور ان سے دعائیں لینے آئے تھے۔ مہتمم جامعہ کی باتوں سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ انہیں دل و جان سے چاہتے ہیں اور ان کے اخلاق و اطوار سے بہت متاثر ہیں۔ لہذا آپ ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

مرحوم کی ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ہوئی تھی۔ عربی سوم تک پہنچنے کے بعد آپ کے والد کی ایماء پر جامعہ دار السلام عمر آباد میں داخلہ لیا تھا۔ یہاں سے فراغت کے بعد آپ کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی میں ہوا، جہاں آپ نے لیسانس (بی۔اے) مکمل ہونے کے بعد خوش نصیبی سے ماجستیر (ایم۔اے) میں داخلہ لے کر درجۂ امتیاز سے یہ ڈگری حاصل کی۔ اس کے لیے آپ کا تحقیقی مقالہ امام نووی کی کتاب "المجموع" میں امام شافعی کے تفردات کے موضوع پر تھا۔

ہمارے بر صغیر سے جو بہترین طلبہ مدینہ یونیورسٹی کے لیے عموماً منتخب ہوتے ہیں ان کا داخلہ بی۔اے میں ہوتا ہے اور وہ وطن ہی میں لیسانس کے معیار سے کہیں زیادہ علم حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہذا زیادہ تر طلبہ اپنے کورس کو آسان سمجھ کر محنت کرنا

چھوڑ دیتے ہیں اور سستی وکاہلی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے جو خوش قسمت محنت کرکے ماجستیر اور دکتوراہ میں داخلہ لیتے ہیں تو پھر ان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کا عمل شروع ہوتا ہے۔

ماجستیر جسے ہم ایم۔اے کے برابر سمجھتے ہیں ہندوستان کا ایم۔اے معیار اور محنت میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا کرتا۔ ماجستیر اور دکتوراہ دراصل تصنیف وتحقیق کے میدان میں تربیت کے لیے ہوتا ہے اور اس کے لیے سعودیہ وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں خاص کر بیرونی طلبہ کو خوب تپایا جاتا ہے اور جب یہ اس کی سند حاصل کرتے ہیں تو بہترین محقق اور مصنف بن کے نکلتے ہیں، جن کے پاس اہل زبان کی طرح لکھنے اور بولنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جن افراد نے سعودیہ سے ماجستیر اور ڈاکٹریٹ کی سند پاکر علم وتحقیق کے میدان کو اپنایا ہے انہوں نے ان میدانوں میں بڑا نام کمایا ہے، لیکن ایسوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، جسے ہم بدنصیبی ہی کہہ سکتے ہیں۔

بھٹکل کے کئی افراد کے حصے میں مدینہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کرنے کی سعادت آئی ہے، لیکن ماجستیر کے حصول کے بعد وطن عزیز میں علم دین کی خدمت جن کی قسمت میں لکھی گئی ان میں مرحوم منفرد شخص تھے۔

ہماری دلی تمنا تھی کہ فقہ شافعی میں مدینہ یونیورسٹی جیسی معیاری یونیورسٹی سے ماجستیر کی سند پانے کے بعد جامعہ اسلامیہ بھٹکل کو آپ کی خدمات حاصل ہوں گی۔ اس کے لیے ہم نے ذاتی طور پر بھی آپ کی فراغت کے فورا بعد رابطہ قائم کیا تھا، لیکن اس وقت آپ کی خواہش ملیشیا سے ڈاکٹریٹ کرنے کی تھی، اور حالات نے انہیں اس کے بجائے والد کا کاروبار سنبھالنے پر مجبور کردیا۔ اس سلسلے میں جامعہ کے بعض ذمہ داران نے بھی کوششیں کیں، لیکن قسمت میں کچھ اور تھا۔ بھٹکل کے نالج انٹرنیشنل اسکول کی قسمت میں آپ سے فیض اٹھانا تھا۔ گزشتہ تین سال کا عرصہ آپ نے تجارت کے ساتھ اس اسکول کی خدمت میں گزارا۔

جب بھی ہمارا وطن آنا ہوتا تو آپ سے ملاقات ضرور ہوتی۔ وہ ہمارا کیا سب کے ساتھ احترام کا معاملہ کرتے تھے۔ آپ نے اپنے حلقے میں دعوتی ودینی دروس کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا۔

چندماہ قبل آپ کے ایک شاگرد سے زید سے ملاقات ہوئی تو یہ جان کر دلی صدمہ پہنچا کہ آپ کو سرطان کا مرض لاحق ہوگیا ہے اور یہ مرض آخری اسٹیج پر ہے۔ اس وقت ہم نے آپ سے رابطہ کیا اور فون پر بات کی۔ ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس بیماری میں بھی ان میں زندگی جینے کا عزم موجود تھا۔ ان کی باتوں سے احساس نہیں ہوتا تھا کہ انہیں کوئی خطرناک بیماری لاحق ہے۔ شکر اور راضی بہ رضا ہونے کا جذبہ ان کی زبان سے پھوٹ رہا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ کیموتھراپی کے لیے بھٹکل سے منگلورو تک ڈھائی گھنٹے کا سفر تنہا کرتے ہیں۔ چند دن قبل ہمارا وطن آنا ہوا تو ان سے ملنے کی بڑی خواہش تھی، لیکن معلوم ہوا کہ وہ منگلورو ہسپتال میں داخل ہیں اور ان سے ملنے کے امکانات نہیں ہیں۔

آج جب آپ کے انتقال کی خبر سنی ہے تو کھلنے سے پہلے مرجھانے والے اس پھول کا چہرہ سامنے آرہا ہے۔ کتنا پیارا تھا یہ چہرہ، کتنی مٹھاس تھی اس زبان میں۔ آج آپ کی قبر پر تین مشت مٹی ڈالنے سے محرومی کے احساس کے ساتھ مولوی اطہر افریقہ ندوی صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ موصوف کی بڑی دختر آپ سے بیاہی تھیں۔ آپ صبر اور راضی بہ رضا کی صورت بنے تھے۔ سامنے مرحوم کے تین یتیموں پر نظر پڑی جن میں سے بڑا شاید چھے سات سال کی عمر تک پہنچا ہو۔ دل میں ایک ہوک اٹھی۔ جانے والا ان سے بہت دور جاچکا تھا۔ شاید اپنے نانا کی سرپرستی میں اپنے ابا کے چھوڑے ہوئے منصوبوں کی تکمیل ان کے نصیب میں لکھی ہو۔

عمر کے چالیسویں سال تک پہنچنے میں ابھی چند سال باقی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے درمیان سے اٹھالیا۔ اسی طرح ہر ایک کو اس بلاوے پر کسی شش وپنج کے بغیر جانا ہے۔ وہ خوش قسمت ہے جو اس کی رضا کو اپنی زندگی کا مشن بنائے۔ اس میں شک نہیں مرحوم کی زندگی اس کی تعبیر تھی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

استاذ محترم کی کچھ یادیں کچھ باتیں

عمر بن محمد شفیق جامعہ سلفیہ، بنارس

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گزر گئے

دل چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلے

عاشوراء کے دن اذان عصر سے کچھ دیر قبل ایک ساتھی کے ذریعہ استاذ محترم فضیلۃ الشیخ عبد الودود اکرمی مدنی کے انتقال کی خبر ملی۔إنا لله وإنا إليه راجعون۔ یہ خبر سن کر دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی، آنسوؤں کا سلسلہ شروع ہوا اور گھنٹوں تک جاری رہا، رکنے کا بالکل نام نہیں لے رہا تھا۔

اگر میں یہ کہوں کہ یہ میری زندگی کی سب سے تکلیف دہ خبر تھی تو مبالغہ نہیں ہوگا اور اس بات نے غم میں اور اضافہ کیا کہ بنارس میں ہونے کی وجہ سے شیخ کا آخری دیدار نہ ہو سکا، اور نہ ہی نماز جنازہ وتدفین میں شرکت کا موقع مل سکا۔

استاذ گرامی سے مجھے تین سال استفادہ کا موقع ملا، اس دوران میں نے آپ سے فقہ، اصول اور فرائض میں کئی کتابیں پڑھی۔ آپ ایک استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عزیز دوست بھی تھے۔ آپ نرم مزاج اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے، ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہتے تھے، کبھی آپ کے کسی قول یا فعل سے آپ کے کسی شاگرد کو تکلیف نہیں پہنچ سکی، آپ اپنے طلبہ کا خاص خیال رکھتے تھے، انہیں اپنے مفید مشوروں سے محروم نہیں رکھتے تھے اور ان کی ترقی اور کامیابی کے خواہاں تھے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

استاذ محترم متعدد صلاحیتوں کے مالک تھے، ان میں سے ایک تدریسی صلاحیت بھی تھی، آپ میدان تدریس کے شہسوار تھے، مدرسۃ العلم العالمیۃ کے ذمہ داروں کے کہنے پر آپ نے مدرسہ سے جڑنے کا ارادہ کیا، جب طلبہ کو اس بات کی خبر ملی کہ شیخ عنقریب ہمارے مدرسہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کرنے والے ہیں تو تمام طلبہ میں خوشی کی لہر دوڑنے لگی اور وہ آپس میں خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ آپ تقریبا چار پانچ سال تک بخوبی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اور طلبہ آپ سے مستفید ہوتے رہے۔

مجھے یاد ہے کہ پہلا دن جب آپ مدرسہ میں آئے تھے اسی دن آپ نے اعلان کیا تھا کہ کوئی بھی "شیخ" کہہ کر مجھے مخاطب نہیں کرے گا۔ یہ اور بات ہے کہ کئی مرتبہ تنبیہ کرنے کے باوجود اس پر عمل نہ ہو سکا۔ آپ چاہتے تھے کہ طلبہ آپ کی کنیت "أبو داؤد" سے آپ کو مخاطب کریں۔

تدریسی صلاحیت کے علاوہ آپ کے اندر بہت سی خوبیاں تھیں جنہوں نے طلبہ کو آپ سے قریب کیا اور ان کے دلوں میں آپ کا مقام اونچا کیا۔ آپ طلبہ کی ہمت افزائی کے لیے انہیں انعامات دیا کرتے تھے اور ان کی اچھی کارکردگی پر ان کی تعریف کرتے تھے۔

آپ طلبہ کے وقت کا خیال رکھتے تھے، وقت پر کلاس میں پہنچ جایا کرتے تھے اور چھٹی لینے سے حتی الامکان پرہیز کرتے تھے۔ آپ کلاس میں مطالعہ اور پوری تیاری کے ساتھ آتے تھے، کلاس میں آنے سے پہلے اچھی خوشبو لگاکر آنا آپ کی عادت تھی۔

دوران درس اگر کسی شخص کا ذکر آجائے تو آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ اس کے مثبت پہلو کو ظاہر کیا جائے، لوگوں کی برائی کرنے سے آپ بالکل اجتناب کرتے تھے۔ مجھے آپ سے (بداية المجتهد) کے چند ابواب پڑھنے کا موقع ملا، آپ کو جو مسئلہ پڑھانا ہوتا تھا آپ طلبہ سے اس مسئلہ کا مطالعہ کرنے کی گزارش کرتے تھے، پھر کسی ایک سے اس مسئلہ کا خلاصہ پیش کرنے کے لیے کہتے تھے، اس کے بعد اپنا درس شروع کرتے تھے، آپ کا یہ طریقہ طلبہ کے لیے نہایت ہی مفید ثابت ہوا۔

آپ ہمیں (الأصول من علم الأصول) بھی پڑھاتے تھے، طلبہ کے ذہنوں میں مسائل اور تقسیمات کو بٹھانے کے لیے بورڈ پر نقشہ بناکر سمجھاتے تھے، آپ وقتاً فوقتاً اصول فقہ کی اہمیت پر گفتگو کرتے تھے اور اس کی ضرورت کی طرف نشاندہی کرتے تھے۔ اسی طرح آپ سے ہمیں فرائض (میراث) بھی پڑھنے کا موقع ملا، آپ علم فرائض میں بڑی مہارت رکھتے تھے، کتاب کی عبارت پڑھنے سے زیادہ آپ عملی مشق پر توجہ دیتے تھے اور طلبہ کی سستی وکاہلی پر بہت ہی زیادہ صبر سے کام لیا کرتے تھے، ایک ہی مبحث کو ضرورت کی بناپر بار بار دہرایا کرتے تھے، اور کبھی بھی مایوسی کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

آپ اپنے فارغ اوقات میں طلبہ کے ساتھ وقت گزارتے تھے، انہیں اپنی باتوں سے مانوس کرتے تھے اوران کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے تھے۔ آپ اپنے طلبہ سے ہمیشہ عربی میں گفتگو کرتے تھے، مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی آپ نے مجھ سے کسی اور زبان میں گفتگو کی ہو، چاہے مدرسہ میں ہو یا مسجد میں یا گھر میں یا سفر میں یا فون پر ہمیشہ عربی میں ہی گفتگو کرتے تھے، ہر چھوٹی بڑی بات آپ عربی ہی میں بولا کرتے تھے، مذاق ہو یا سنجیدہ ہر چیز عربی میں ہی کہا کرتے تھے۔

آپ نہایت ہی متواضع اور اچھے اخلاق کے حامل تھے، طلبہ کو نہایت ہی محبت اور شفقت کے ساتھ پڑھاتے تھے، دوران درس کبھی کوئی علمی مناقشہ ہوتا تو آپ مسکراتے ہوئے اپنی بات رکھتے تھے اور طلبہ کی باتوں کو غور سے سنتے تھے۔ آپ دوران درس کبھی کچھ واقعات سناتے تھے، کبھی اپنے بچپن کی یادیں تازہ کرکے ہنساتے تھے اور کبھی المناک حادثات کا تذکرہ کرکے طلبہ کے آنکھوں کو اشکبار کرتے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک حادثہ کا ذکر کیا تھا جو آپ کے سعودی عرب میں اقامت کے آخری ایام میں پیش آیا تھا جو کہ بہت ہی خوفناک تھا لیکن اللہ کے فضل سے اس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا، اس واقعہ کو سنتے ہوئے طلبہ پر عجیب سی کیفیت طاری ہوئی تھی، جس میں شیخ محترم کا اسلوب بیان کا بہت بڑا اثر تھا۔

شیخ محترم کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ اپنی متعدد مصروفیات کے باوجود طلبہ کے لیے وقت نکالتے تھے۔ جب بھی میرے والد صاحب نے میرے لیے ان سے وقت طلب کیا تو کبھی بھی آپ نے انکار نہیں کیا، کبھی بلوغ المرام سنانے کے لیے کبھی کوئی اور کتاب پڑھانے کے لیے۔

اس کے علاوہ جامع مسجد امام بخاری میں آپ فقہ کا درس دیا کرتے تھے جس سے عوام الناس مستفید ہوتے تھے۔ آپ کا اسلوب بالکل سہل اور آسان ہوا کرتا تھا، آپ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہر ممکن ذرائع کا استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح سے آپ نے لاک ڈاؤن کے دوران عوام الناس کے لئے آن لائن تفسیر اور فقہ کے دروس کا آغاز کیا تھا، جس میں آپ نے سورہ یوسف اور سورہ احزاب کی تفسیر مکمل کیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک کامیاب تاجر بھی تھے اور دکان میں بھی اگر کوئی طالب علم آپ سے کوئی کتاب پڑھنے کے لیے آتا تو آپ اسے بھی وقت دیتے تھے۔

استاذ محترم عوام میں علم نشر کرنے کے حریص تھے، ان میں علمی بیداری پیدا کرنا آپ کا ہدف تھا، آپ کا کہنا تھا کہ علم ہی سے لوگوں کی اصلاح ہوسکتی ہے اور یہی شر اور فساد کو روکنے کا بہترین طریقہ ہے۔ مجھے استاذ محترم کے ساتھ بنگلورو سفر کرنے کا موقع ملا جس میں میں نے آپ کو قریب سے دیکھا، یہ ایک یادگار سفر تھا جس میں ہم دکتور عبد المقیت مدنی حفظہ اللہ کی ضیافت میں تھے۔

یہ سفر تقریبا تین دن تک جاری رہا، جس میں استاذ محترم اور دکتور عبد المقیت مدنی حفظہ اللہ کے ساتھ کئی مدارس اور تفریحی مقامات کی زیارت کا موقع ملا۔ آپ وقتا فوقتا مذاق بھی کرتے تھے، مجھے یاد ہے کہ بنگلورو ہی میں ایک دن ہم شیخ کے ساتھ دستر خوان پر تھے، ایک ساتھی نے کہا: "أبغى كيس" تو شیخ نے ازراہِ مذاق کہا "عربي أو إنجليزي" جس پر تمام ساتھیوں کے قہقہوں سے ہال گونجنے لگا۔ کچھ عرصہ قبل مجھے کچھ ساتھیوں کے ساتھ استاذ محترم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا اس وقت آپ کی حالت کچھ ٹھیک تھی، میں نے آپ کی آنکھوں میں محبت کے سوا کچھ اور نہیں دیکھا، آپ نے مجھ سے میری علمی سرگرمیوں کے بارے میں سوال کیا تھا اور محنت کرنے کی تلقین کی تھی۔

آپ نے کہا کہ جب میں ہسپتال میں تھا تو میں صحت کے لیے نہیں بلکہ ثابت قدمی اور استقامت کے لیے دعا کرتا تھا، کیونکہ ان حالات میں اسی کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور اگر اس موقع پر اللہ حفاظت نہ کرے تو آدمی شکوک وشبہات کے دلدل میں پھنس

جاتا ہے۔ آپ کی صحبت میں ان معدود ایام کی اپنے آپ میں ایک رونق تھی، سفر وحضر میں آپ کے ساتھ گزارے ہوئے بہترین اوقات مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔

دو کروٹیں تھی عالم غفلت میں خواب کی

۱۰ محرم ۱۴۴۴ میں آپ نے جب دار آخرت کا سفر اختیار کیا تو آپ کے شاگردوں پر کیا گزری؟ اس کے بیان کرنے سے قلم قاصر ہے۔ آپ کے جانے سے بھٹکل واطراف کے علمی حلقوں میں ایک خلا پیدا ہو گیا۔

ولكنه بنيان قوم تهدّما

آپ کی وفات پر چار ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے لیکن یقین کرنا ابھی بھی میرے لیے مشکل ہے، آپ کا مسکراتا ہوا چہرہ میرے سامنے ہے، آپ کے الفاظ میرے ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔

مگر تِری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

اللہ تعالٰی استاذ محترم کی لغزشوں کو درگزر فرمائے اور جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا

میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

آہ۔۔۔۔یاودود!!!!اغفر لعبد الودود

حافظ ابو عبد اللہ عبد المحیئ عمری قطر

سنہ ۲۰۰۱ میں میں جماعت سوم میں تھا نیا تعلیمی سال شروع ہوا تھا شاید پہلا یا دوسرا دن تھا ہم سب ساتھی اک دوسرے کے نتائج پر تبصرہ کررہے تھے چہ می گوئیوں میں مشغول تھے کہ اچانک سب خاموش ہو جاتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ معصوم چہرا لیے ہوئے سفید پوشاک میں نہایت ہی سفید کرتا اور سفید لنگی پہنے ہوئے چمکتا دمکتا چہرا گویا چاند کا کوئی ٹکڑا ہے کلاس میں داخل ہوتا ہے اور بنچ کے رکنی حصہ میں بیٹھ جاتا ہے۔نہایت ہی سریلی اور معصومیت سے بھری آواز میں اپنا تعارف کرواتا ہے۔میرا نام عبد الودود اکرمی ہے اور میں بھٹکل کا رہنے والا ہوں۔کل بتاریخ ۱۹ اگست ۲۰۲۲ء کو آپ کی وفات کی حزیں خبر سنی گئی اور پھر اس فانی دنیا کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ گئے۔

۲۰۰۶ء میں فراغت کے بعد شاید کبھی آپ سے میری ملاقات ہوئی ہو لیکن کچھ مواقف تھے جو آپ کے بار بار تذکرے کا سبب بن گئے۔موصوف کے اندر چند طبعی خصوصیات تھیں آپ رہن سہن اور لباس میں معیاری اور پروفیشنل زندگی گزارتے تھے سفید لباس آپ کا خاص شعار تھا میں نے جامعہ کی پوری زندگی میں کبھی بھی رنگیلے لباس میں آپ کو نہیں دیکھا۔

موصوف ملقب بہ "اکرمی" بالمعنی کریم تھے جود وسخا اور فیاضی آپ کی طبیعت میں تھی خصوصا "تہادوا تحابوا" آپ کا خاص عمل تھا آپ نے مجھے جماعت سوم میں عطر بطور ہدیہ دیا تھا جس کی خوشبو عام عطر سے بالکل مختلف تھی میں اکثر اس عطر کو محلات میں تلاش کرتا رہا محسوس کرتا رہا لیکن تعبیر نہیں کرسکا۔

عبد الودود رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے خوب ذہانت دے رکھی تھی سریع اللسان اور سریع الکتابہ تھے سب ساتھیوں کے نوٹس وہ پڑھ لیتے تھے لیکن ان کے نوٹس شاید کوئی پڑھ سکتا تھا کیونکہ تحریر بظاہر خطوط کی شکل میں نظر آتی تھی۔سریع اللسان اس قدر تھے کہ صحیح بخاری کی تکمیل کی گھنٹی میں اکثر آپ ہی قرات کیا کرتے تھے،روانی ایسی کہ اگر دوران متابعہ کسی سے کبھی کچھ لمحے عفوتا یا غفلتا چوک ہو جاتی تو پھر پتا چلتا کہ کئی صفحات آگے نکل چکے ہیں،بسا اوقات ہم ساتھی انھیں تمھل کا اشارہ دیتے تو شیخ دکتور عبد اللہ جولم حفظہ اللہ مسکراتے ہوئے سماع حدیث میں لطف لیتے ہوئے کہتے "چلیئے چلیئے بھائی آگے بڑھیئے"

آپ کے مواقف بہت ہیں لیکن طوالت تحریر سے بچتے ہوئے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔بالعموم آپ مسلکا شافعی تھے فقہی مسائل میں خاص دلچسپی رکھتے تھے اور اپنے موقف پر ثابت رہتے تھے۔جامعہ سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی سے ماجستیر تک تعلیمی سلسلہ مکمل کرتے ہوئے اعلی شہادۃ حاصل کرچکے تھے۔

آج ہم ساتھیوں نے اپنے ہر دلعزیز، کلاس کے صدائے بلبل اور ہمیشہ مسکراہٹ لیئے چہرا کو ہمیشہ کے لیئے الوداع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی ہر چھوٹی بڑی لغزشوں کو معاف فرمادے، آپ کے حسنات کو قبول فرمائے اور قبر میں ہر معاملہ آپ کے لی ئے آسان فرمائے۔ آمین یارب العالمین

موت ہے کہ قیامت!

ساجد ولی

یوں تو اس دنیا میں انسان جانے کے لئے ہی آتا ہے اور اگر موت وزندگی کا اختیار کسی انسان کو مل گیا ہوتا تو جو ایک بار وجود پا لیتا سوائے بعض اعلی نفوس کے کوئی بھی دوبارہ جانے کی کبھی نہیں سوچتا۔ زندگی سے محبت فطری شئے ہے اس میں کوئی قباحت کی بات نہیں کہ آپ اور ہم اس دنیا کی چکا چوند سے اس وقت تک لطف اٹھائیں جب تک یہ مقدر ہے۔ لیکن اگر ہم یہ بھول جائیں کہ یہ دنیا منزل نہیں راستہ ہے، قیام نہیں سفر ہے، گھر نہیں مسافر خانہ ہے، دار انس نہیں دار غربت ہے۔ تو یہ بڑے عیب کی بات بھی ہے اور بنی نوع انسان کی ایک نہایت خطرناک نتائج پر منتج ہونے والی بھول اور غفلت بھی اللہ تبارک وتعالی نے اس غفلت ولا پرواہی پر بار بار متنبہ کرنے کے لئے موت کا نظام یہاں کارفرما رکھا ہے۔ یقیناہر صبح وشام آوا جاہی کا یہ تسلسل بلا انقطاع اپنی بے بسی اور محتاجی کا احساس دلاتا ہے اور کہیں نہ کہیں معرفت باری تعالی کا سبب بھی بنتا ہے۔ موت تدبیر الہی کا حصہ ہے اور تدبیر کا مطلب ہی ہے حکمت ومصلحت کے پیش نظر کائنات کے حادثات میں تصرف کرنا۔ کہیں بادل چھاتے اور گرج برس کر چلے جاتے ہیں، کہیں طوفانی ہوائیں اپنے تیوروں سے تباہی کی داستان رقم کر جاتیں ہیں، کہیں زمین اپنے سینے کو حرکت دے کر فلک بوس عمارتوں کو زمین بوس کر دیتی ہے، تو کہیں سیلاب کی زد میں بڑے بڑے مضبوط قلعے خش وخاشاک کی طرح ترکتے دکھائی پڑتے ہیں، ان سارے واقعات میں کہیں نہ کہیں انسان کے لئے غیر مفہوم تنگیاں، سختیاں، پریشانیاں، اور مشکل حالات ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ ان میں کوئی مصلحت وحکمت ہی نہ ہو، اس کا سمجھ نہ پانا اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اہل ایمان کے لئے تسلیم ورضا حصول یقین واطمینان کی پہلی منزل ہے۔ جس کے بغیر دوسری منازل پر بلند ہونے کا سوال ہی نہیں بنتا۔

محترم قارئین!

کچھ سالوں سے لگاتار اہل علم کی وفاتوں کا تسلسل بڑی وحشت پیدا کر رہا ہے ابھی ایک زخم مندمل بھی نہیں ہو پاتا ہے کہ اچانک دوسری دل سوز خبر موصول ہو جاتی ہے۔ علماء کے اٹھائے جانے سے علم کی قلت دیکھنی ہو تو ہم اس زمانے کی وفیات پر طائرانہ نظر ڈال لیں یوں تو اہل علم کی وفیات ہر حال میں نہایت تکلیف دہ ہوتیں ہیں لیکن ایسے دور میں جب ان کی اشد ضرورت ہو، انسانیت ان کی سرگرمیوں کی بے صبری سے منتظر ہو، جہالت وجاہلیت کی ظلمتیں ان کے نور کی متلاشی ہوں، وہاں سے کسی عالم کا کوچ کر جانا بڑا صبر آزما واقعہ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک ہی کو کیا پوری دنیا کو صحیح نہج کی رہنمائی کرنے والے علماء کی شدید ضرورت ہے۔ دنیا پر گمراہی وضلالت کی چھائی ہوئی کالی گھٹائیں، قوم کی دین بے زاری وغفلت کو دیکھیں تو یہ بات کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ ایسے حالات میں کسی

عالم کا دنیا سے جانا پوری ایک بستی کی ہلاکت سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے(موت العالم موت العالم) یعنی جن سیدھے سادھے قسم کے لوگوں کو دنیا حیثیت نہیں دیتی ہے انہیں کی موت سے دنیا دہلتی اور کپکپا جاتی ہے۔

میری یہ ساری غیر مرتب باتیں اپنے ایک ساتھی عبد الودود العمری المدنی کی وفات پر دل میں اٹھتے ہوئے جذبات کا عکس ہیں۔ جوان علماء کی وفاتوں کا یہ سلسلہ غم کے آنسو رلانے والا ہے- اللہ نوجوان، بزرگ، مدنی غیر مدنی سارے علماء کی حفاظت فرمائے- آپ مرحوم ہم سے جونیئر ضرور تھے لیکن مدینہ منورہ میں گزارے ہوئے حسین لمحات کے ساتھ ان کی یادوں کا بھی ایک سلسلہ جڑا ہے، کئی جگہوں پر ان کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا، نہایت شریف الطبع اور خلیق انسان تھے، متقی وپرہیز گار تھے، زبان میں عجیب وغریب چاشنی تھی، آواز میں بڑی اپنائیت تھی، دل کے نہایت صاف ستھرے انسان تھے، محنتی اور ذی علم تھے، خدمت خلق کا جذبہ رکھتے تھے، انہیں دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ شاید غم وغصہ سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ہے، لبوں سے مسکراہٹ کبھی نہیں زائل ہوا کرتی، حج کے موسم میں دعوت وتبلیغ اور حاجیوں کی خدمت میں لگ جاتے، متعدد بار ان کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا میں نے انہیں نہایت شریف الطبع پایا۔

موت امر الٰہی ہے، اسے اپنے وقت پر تنفیذ سے مطلب ہوتا ہے، آپ کا وقت بھی اتنا ہی مقرر تھا، آیا تو ساتھ ہو لئے، ہندوستان کی معروف ومشہور درسگاہ جامعہ دار السلام عمر آباد سے فیضیاب ہو کر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الشریعہ سے ایم۔اے کرنے کے بعد آپ اپنے وطن عزیز ہی میں دینی خدمات پیش کر رہے تھے، والد محترم تقریبا تین سال قبل دنیا سے چل بسے تھے، وفات سے چند روز قبل ہی بہن مملکت سعودی عرب پہونچی تھی، بڑے بھائی کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ میرے عزیز بھائی کی وفات کا وقت قریب ہے، کسی ضرورت کے تحت گھر سے دور تھے، کسے معلوم تھا کہ لیور کینسر اپنی آخری اسٹیج میں موت کی تمہید باندھ رہا ہے اور ایک لمبے عرصے سے مرض سے لڑتے چلے آرہے اس نوجوان عالم دین کو شکست وریخت سے دوچار کرنے کی پوری تیاری کر چکا ہے۔ یقینا موت کے نشتر کی نوک جس ذی روح کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اسے وہ اپنا شکار بنا کر ہی رہتی ہے۔ اس کائنات میں کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں جس میں چھپ کر انسان موت سے آنکھ مچولی کھیل سکے آپ رحمہ اللہ کی وفات پر بڑے دکھ میں ہوں لیکن اب سوائے صبر وتحمل کے کوئی چارہ بھی نہیں اور سوائے دعاؤں کے قوت برداشت کا کوئی سہارا بھی نہیں۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ کی امی، بھائی بہنوں اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آپ کی قبر کو نور سے منور کرے اور اس پر فتن دور میں اہل علم کو سلامت رکھے۔ آمین

عبدالودود اکرمی عمری مدنی کا سانحہ ارتحال

ابوعبداللہ فیض اللہ جامعی

ایک سورج تھا کہ تاروں کے گھرانے سے اٹھا
آنکھ حیران ہے کیا شخص زمانے سے اٹھا

شہر بھٹکل کے مشہور و معروف خاندان سے تعلق رکھنے والے نوجوان عالم دین عبدالودود اکرمی عمری مدنی کی وفات پر ہم ضلعی جمعیت و مجلس علماء اہل حدیث شمالی کرناٹکا سرسی، بڑے ہی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔

انفرادی خدمات کے علاوہ جمعیت کی زیر نگرانی چلنے والا سلفیت کا اولین مرکز ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھٹکل کے آپ رکن عاملہ بھی تھے۔ جہاں سے آپ اپنے علم کی موتیاں بکھیر رہے تھے اور ابھی آپ سے بہت سی امیدیں بھی وابستہ تھیں کہ دریں اثناء موت نے دستک دی اور آپ داغ مفارقت دے گئے۔إنا لله وإنا إليه راجعون

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ رب کریم آپ کی تمام چھوٹی بڑی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے، آپ کی دینی و ملی خدمات کو میزان حسنات میں شامل فرماکر آپ کے قبر و حشر کے مراحل کو آسان کرے اور درجات کو بلند کرے۔ آمین

شریک غم

ضلعی جمعیت و مجلس علماء اہل حدیث شمالی کرناٹک، سرسی

الخبر الصاعق

إبراهيم فهيم شهبندري

نزل علينا الخبر كالصاعقة قبيل العصر بسويعات، في العاشر من شهر الله المحرم من السنة الهجرية الجديدة تلقينا خبر وفاة شيخنا ومربينا الفاضل فضيلة الشيخ الأستاذ: عبدالودود الأكرمي المدني باتصال من منزل أحد الزملاء؛ أنهى المكالمة ليقول لنا بعبارة وجيزة "توفي الشيخ عبدالودود" عجز لساني عن الكلام، وأهرقت دموعنا واصفرت وجوهنا بعد أن تأكدنا من صحة الخبر، وكنا نحاول أن يواسي بعضنا البعض ، فلا يجد يجد أحدنا إلا دموعه تتساقط على خده ، وذكّرني زميلي بأبيات للمتنبي حين قال:

الحُزنُ يُقلِقُ وَالتَجَمُّلُ يَردَعُ

وَالدَمعُ بَينَهُما عَصِيٌّ طَيِّعُ

يَتَنازَعانِ دُموعَ عَينِ مُسَهَّدٍ

هَذا يَجيءُ بِها وَهَذا يَرجِعُ

وتوالت بعدها الإتصالات تواسينا وتعزينا بالفقيد ، و الذي كان يؤلمني أكثر بعدي عنه في آخر أيامه. ولم يتيسر لنا لقاؤه منذ فترة طويلة ، وكانت آخر زيارتي له مع بعض زملائي في بيته بعد أن مرض مرضه الأخير قبل أكثر من أربعة أشهر.

ينتسب الشيخ إلى عائلة الأكرمي المعروفة في بهتكل بالعلم والتجارة، غير أن الفقيد جمع بينهما، تلقى تلقى بداية تعليمه في الجامعة الإسلامية ببهتكل، ليلتحق بعدها بجامعة دار السلام بعمرآباد ويكمل مرحلة العالمية والفضيلة فيها، درس لمدة سنتين في كلية الحديث بجامعة الإمام نذير حسين الدهلوي ببنجلور، ليكمل تعليميه بعدها في الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة وتخرج من كلية الشريعة بدرجة البكالوريوس ثم الماجستير من نفس نفس الكلية في قسم الفقه وكانت أطروحته بعنوان "ما حكم عليه بالشذوذ عند الشافعية من أول كتاب الحج إلى إلى آخر كتاب الصيد والذبائح" وللشيخ بحوث عدة في الفقه وغيرها.

انشغل بعد تخرجه بالتجارة في بهتكل وكان عضواً بارزا في مجلس إدارة مركز ابن حجر العسقلاني، كما انشغل جنبا إلى جنب بالتدريس في مدرسة العلم العالمية–بهتكل، وتولى منصب مدير المدرسة لفترة.

أقام الشيخ دورات عدة في التفسير والفقه وغيرها، من أشهرها "تفسير سورة الأحزاب" و "سورة يوسف" يوسف" و"أحكام النكاح"

كان الشيخ مولعا بالفقه وأصوله، يحب العلم وأهله، شديد الحرص على الإصلاح في أمته ووطنه، كثير المحبة لطلابه وشديد الاهتمام بهم، لا يبخل بنصائحه وتوجيهاته، يستقبل طلابه في أي وقت، كثير المزاح معهم، يتحفهم بمواقف وقصص من حياته، إذا تحدث أثر، وإذا حضر أبهر، دمث الأخلاق، بشوش الوجه، كثير الجود والكرم، حيي النفس، لا يحب الظهور والشهرة، ويحب العمل بصمت.

رزق الشيخ بثلاثة أولاد ذكور: داود، عكاشة، وعثمان؛ أولهم لا يتجاوز عمره الثامنة، وآخرهم لم يكمل السنة والنصف. كان الشيخ يطمح في نيل درجة الدكتوراه لكنه لم يكتب له ذلك.

كان الشيخ مريضا لمدة طويلة تنقل فيها بين مستشفيات الهند المختلفة ليستقر به المقام في مسقط رأسه بهتكل وتوفي فيها .رحم الله الفقيد بواسع رحمته وأسكنه فسيح جناته وألهم أهله وذويه وطلابه ومحبيه الصبر والسلوان.

مولوی عبدالودود اکرمی عمری مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالسلام خطیب ندوی
استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۰ محرم الحرام (یوم عاشوراء) عصر سے تھوڑی دیر پہلے برادر عزیز مولوی عبدالودود اکرمی مدنی کے انتقال کی خبر ملی۔ طبیعت پر بہت اثر ہوا نوجوان عالم دین مدینہ منورہ کے مبارک نورانی و علمی ماحول میں اپنی ابتدائی نوجوانی کے تقریباً آٹھ سال خالص دینی و علمی ماحول میں گزارے عالم اسلام کی ایک مشہور یونیورسٹی الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة میں تعلیم حاصل کی مسجد نبوی میں اپنے اوقات کا ایک بڑا حصہ گزارا وہاں کے علمائے کرام سے استفادہ کیا۔

مدینہ منورہ حاضر ہونے والے مہمانوں کی خدمت کرتے ان کو وہاں کے تاریخی مقامات کی زیارت کراتے وہاں کی تاریخ سے واقف کراتے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ایم۔اے (ماجستیر) کرکے اپنے وطن بھٹکل تشریف لائے تو یہاں بھی اپنی تجارت کے ساتھ علمی ودعوتی کاموں سے جڑے رہے۔

نرم خو، ہنس مکھ، ہر ایک سے ادب واحترام اور مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنے والے میری اس نوجوان سے ملاقات ان کی تعلیم سے فراغت اور بھٹکل قیام کے ایک مدت بعد ایک نئے رشتے سے ہوئی، ان کے بچوں اور میرے بچوں کی پرنانی ایک ہیں۔ ہم دونوں اس کے لیے محرم۔

تو اس رشتے سے مختلف موقعوں سے ملاقاتیں ہوتیں۔ برادر عزیز بڑے ادب واحترام سے ایک شاگرد جیسے اپنے استاد سے ملاقات کرتا ہے اسی طرح ملتے رشتہ بے تکلفی کا ہونے کے باوجود مولانا مولانا کہہ کر بڑے ادب سے مخاطب کرتے اپنا علمی کام دکھاتے اس تعلق سے کوئی بات یا مشورہ طلب کرتے غالباً اپنے ماجستیر کے مقالے کو کتابی شکل میں شائع کرنا چاہ رہے تھے معلوم نہیں یہ کام کہاں تک پہنچا ہے اللہ کرے ان کے علمی کام منظر عام پر آجائیں۔

مختلف انداز سے اپنی ابھرتی نوجوانی سے ہی علمی ودعوتی کاموں میں مصروف تھے اس کار خیر میں ان کی عالمہ فاضلہ رفیق حیات بھی ان کے شانہ بشانہ چل رہی تھی کہ اچانک ایک سخت بیماری کا پتہ چلا اس کا علاج چلتا رہا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ادھر چند دن سے کمزوری بہت بڑھ گئی تھی ہم لوگ یہاں لکھنؤ سے ان کے بعض اعزہ سے فون وغیرہ کے ذریعہ ان کی طبیعت کے تعلق سے معلوم کرتے رہتے تھے دعاؤں کا بھی تھوڑا بہت اہتمام ہو رہا تھا کہ اچانک فون سے اس حادثہ کی اطلاع موصول ہوئی۔ بہر حال جانا تو ہر ایک کو ہے کوئی اپنے وقت سے پہلے نہیں جاتا لیکن بعض جانے والے اپنی یادوں اور کاموں کا اجالا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

برادر عزیز مولوی عبدالودود اکرمی مدنی کی جوانی کی موت اور مدینہ منورہ جیسے بابرکت اور محترم شہر میں اپنی نوجوانی کے آٹھ سال گزارنے کی توفیق کا ملنا اس سے اس مشہور حدیث کا ایک ٹکڑا یاد آنے لگا جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا (سبعة يظلهم الله فی ظل يوم لا ظل الا ظله منهم شاب نشاء في عبادة الله) اللہ تعالیٰ برادر عزیز کی مغفرت فرمائے درجات بلند نصیب فرمائے قبر کی منزل آسان فرمائے۔

مرحوم کی والدہ، اہلیہ، بچوں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

❁❁❁

اظہار افسوس

محمد ایہاب جمشیر

آج نماز عصر کی تیاری ہی میں تھا کے ایک رفیق کا فون آیا اور اس نے یہ پر ملال اور غمناک خبر سنائی کہ شیخ عبدالودود عمری مدنی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ خبر سنتے ہی میں چونک گیا عجیب کیفیت طاری ہوگئی دل غمزدہ ہوگیا کہ شہر بھٹکل کی ایک ذی علم شخصیت ہم سے جدا ہوگئی۔

آپ ایک خوش مزاج، ملنسار، فیاض اور اعلی اخلاق کے مالک تھے۔ جب بھی طلباء کی ترقی کی بات آتی آپ کا تعاون پیش پیش رہتا اور شیخ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود طلباء کے اجتماعات میں شریک ہوکر طلباء کی اصلاح میں فکرمندی کا ثبوت دیتے۔

دعا ہے کہ رب کریم موصوف کی مغفرت فرمائے، جنت نصیب کرے، خطاؤں اور لغزشوں کو درگذر فرمائے، اہل خانہ اور جملہ متعلقین ولواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

اللهم أنت ربها، وأنت خلقتها، وأنت هديتها للإسلام، وأنت قبضت روحها، وأنت أعلم بسرها وعلانيتها، جئنا شفعاء فاغفر له.

❁❁❁

شیخ عبدالودود صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ چند یادیں

عبداللہ ندوی

مقدمہ

آج عصر کی نماز کے لئے جارہا تھا تو ان کے ہم زلف جناب سمعان رکن الدین صاحب نے غم ناک خبر دی کہ شیخ عبدالودود صاحب مدنی رحمہ اللہ انتقال کرگئے۔ شیخ رحمہ اللہ مرکز حافظ ابن حجر عسقلانی کی ترقی کے تعلق سے بڑے فکر مند رہتے تھے۔ خصوصا آپ نے شعبۂ تعلیم کو نئی جہت عطا کی بلکہ اپنی اہلیہ کے تعاون سے خواتین کی ایک مضبوط دعوتی ٹیم تیار کیا ابتداء میں خود محاذ کو سنبھالا۔ ساتھ ہی ساتھ نئے فارغین کی علمی قابلیت کو پروان چڑھانے میں بڑے فکر مند رہتے تھے۔ زندگی کے آخری ایام میں متعدد بار نوجوانوں کی اصلاح اور ان کو مکتبہ سے جوڑنے کے سلسلے میں بات ہوئی انہوں نے مفید مشوروں سے نوازا۔ جدید طرز سے نوجوانوں کو قریب کرنے کا خوب ہنر رکھتے تھے۔ مسلکی بے جا تشدد کو اپنے قریب تک آنے نہیں دیتے تھے، حق بولنے میں بے باک تھے۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ دوسروں کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات کو رکھتے تھے۔ مرکز کے مالیات کے سلسلے میں بڑے فکر مند تھے کیونکہ شعبۂ مساجد کو نئی جہت عطا کرنے میں اپنے سسر کے ساتھ شریک تھے بلکہ بعض مقامات کا معائنہ بھی کیا تھا۔ مسجد اہل حدیث ابراہیم خلیل علیہ السلام بندر روڈ، بھٹکل کی تعمیر میں مالیاتی طور پر آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ ماہ رمضان کے تین روزہ تربیتی پروگرام اور دوسرے دروس کا اہتمام بھی شامل ہیں۔

قسط اول

شیخ عبدالودود رحمہ اللہ میرے چھوٹے بھائی مولوی عبدالملک گوائی رحمہ اللہ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں سوم عربی تک تعلیم حاصل کی دونوں میں گہری وابستگی تھی کبھی کبھار شیخ عبدالودود ہمارے گھر علوہ محلہ آتے تو اپنے بچپن کے ساتھی سے ہنس مکھ چہرے سے ملتے اس وقت ان کے والد عثمان صادق اکرمی رحمہ اللہ دعوت سنٹر کے دروس میں باقاعدگی کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ جب کبھی شیخ عبدالودود والد صاحب کے ساتھ آتے تھے تو دونوں ساتھیوں کی ملاقات ہوجایا کرتی تھی۔ عمومی طور پر نہایت ہی ملنساری کے ساتھ بڑوں سے ملتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ چھوٹی عمر میں ہی اپنے اساتذہ کا احترام اور ان سے لگاؤ تھا جب اعلی تعلیم کے حصول کے لئے ان کے والد صاحب نے شیخ کا داخلہ جامعہ دارالسلام عمرآباد میں کرایا اس وقت بھی چھٹیوں کے موقع پر بھٹکل آتے تو اپنے جامعہ کے اساتذہ اور ساتھیوں سے ضرور ملاقات کرتے۔

جامعہ دارالسلام عمر آباد کے اساتذہ سے بھی ان کے گہرے تعلقات تھے۔ دوران طالب علمی اپنے بڑوں کا احترام کرتے تھے خاص کر اپنے نانا محترم کاڑلی حاجی باپا رکن الدین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ نانا صاحب کو بھی اپنے نواسے سے خاص لگاؤ تھا۔ اپنے نانا کی خدمت کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا یا ان کی امداد غرباء تک پہنچانا تعلیم کے ساتھ ان کا خاص مشغلہ تھا۔ بہر حال اپنے والدین کے ساتھ اپنے نانانانی کی خدمت بھی کرتے تھے۔

قسط دوم

شیخ عبد الودود مدنی رحمہ اللہ کے والد عثمان صادق اکرمی رحمہ اللہ چونکہ چند سال جامعہ دارالسلام عمر آباد میں تعلیم حاصل کی ہے اس لیئے جامعہ دار السلام عمر آباد سے ان کا قلبی تعلق تھا۔ اور آپ ابناء قدیم عمر آباد کے سالانہ جلسوں میں باقاعدہ شرکت کرتے تھے۔ جامعہ دارالسلام عمر آباد کا ماہنامہ رسالہ راہ اعتدال کے آپ مستقل خریدار تھے اوراپنی ذاتی محبت سے بھٹکل میں چند لوگوں کے نام یہ رسالہ جاری بھی کروایا تھا۔ جامعہ دارالسلام عمر آباد کی اس والہانہ عقیدت کی بنیاد پر اپنے بیٹے مولوی عبد الودود کو آپ نے جامعہ دارالسلام عمر آباد میں داخلہ کروایا اور اپنے اساتذہ سے اپنے بیٹے کی ملاقات کروائی تو شیخ ابوالبیان حماد عمری رحمہ اللہ نے تعلیم میں آگے بڑھنے اور توجہ دینے کی تلقین کی اور شیخ رحمہ اللہ ان کی نصیحتوں کو گرہ باندھتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ اس دوران بھی آپ مرکز حافظ ابن حجر میں آتے اور ملاقات کرتے۔ چونکہ ان کے والد صاحب کی دکان شمس الدین سرکل پر واقع تھی اس لیے اکثر شیخ اپنے والد صاحب کے ساتھ رہتے۔ سن 2006 میں عمر آباد سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مزید اعلی تعلیم کے لیے کلیۃ الحدیث جامعہ الامام محدث نذیر دہلوی رحمہ اللہ بنگلورو میں داخلہ لیا اسی دوران والد صاحب کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اس سفر میں آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے لئے کوشش کی اور انٹرویو بھی دیا انٹرویو کے ایک سال بعد منظوری کے کاغذات جامعہ دارالسلام عمر آباد پہنچے منظوری ملنے کے بعد ویزہ اور ضروری کاغذات کی چانچ کے لئے خود ہی دہلی کا سفر کیا اور اس دوران کبار علمائے کرام سے ملاقات کی۔

یہاں سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تعلیمی سلسلے کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس وقت آپ کی بہن اور بہنوئی سعودی میں رہتے تھے انہوں نے بھی حصول علم کی راہ میں آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔

قسط سوم

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے منظوری آنے کے بعد آپ نے جامعہ اسلامیہ بھٹکل جاکر بنفس نفیس مہتمم جامعہ شیخ عبد الباری ندوی رحمہ اللہ اور اپنے اساتذۂ کرام کو اس کی خوشخبری دی۔ شروع سے ہی شیخ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے اور ان کی

عظمت ان کے دل میں پنہاں تھی اساتذہ بھی اپنے اس ہونہار شاگرد سے بیحد محبت کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں تعلیم کے دوران جب کبھی جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا وفد آتا ان کا پرتپاک استقبال کرتے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے خود ان کی خدمت انجام دیتے۔

جب آپ عمر آباد میں زیر تعلیم تھے اس وقت بھی مرکز حافظ ابن حجر بھٹکل کی سرگرمیوں سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ اس وقت مسجد امام بخاری بھٹکل کی سنگ بنیاد عمل میں آچکی تھی۔ اس دوران کبھی کبھار مرکز میں اور کبھی دعوت سنٹر بھٹکل میں درس دیا کرتے تھے۔ جب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تحصیل علم میں لگ گئے تو آپ چھٹیوں کے موقع پر منطقہ شرقیہ سعودی عرب میں مرکز کے ذمہ داران سے ملاقات کرتے رہتے تھے۔ مرکز کے ذمہ داران کو شیخ سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ مدینہ منورہ میں تحصیل علم کے دوران انتھک محنت کی یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں میں فائق رہے۔ بی۔اے کے بعد ماجستیر (ایم۔اے) میں داخلہ ملا اور امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

مدینہ منورہ میں تعلیم کے دوران آپ کی نسبت شیخ عمر اطہر افریقہ جامعی حفظہ اللہ کی بڑی دختر سے ہوئی۔ نکاح مسجد نبوی میں ہوا نکاح میں شرکت کے لئے آپ کے والد اور والدہ نے بھی مدینہ منورہ کا سفر کیا اور شریک نکاح رہے۔

ولیمہ چھٹیوں کی مناسبت سے اپنے آبائی وطن بھٹکل میں ہوا۔ نکاح کے بعد بھی حصول علم میں وہ شوق وجذبہ برقرار رہا بلکہ اس میں مزید نکھار اور لگن پیدا ہوگیا۔ کیونکہ طبیعت میں اعتدال تھا اس لئے مسائل کے بیان کرنے میں بے جا شدت برتنے سے احتیاط برتتے تھے۔ جو راجح ہوتا اس کو بیان کردیتے اور آگے نکل جاتے۔

بے جا بحث ومباحثہ سے گریز کرتے مسئلہ کی نزاکت اور باریکیوں پر غور کرتے اور مدلل طریقہ سے اپنا موقف بیان کرتے۔ جب بھی مدینہ سے بھٹکل آتے اپنے ساتھیوں اور اساتذہ سے ضرور ملاقات کرتے رشتہ داروں اور اپنے چچاؤں کا ادب اور بڑوں کا پاس ولحاظ رکھتے۔

قسط چہارم

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بی۔اے کے بعد ماجستیر میں داخلہ ملنا بڑی غنیمت ہے۔ کیونکہ اس کی اہمیت وہی سمجھ سکتا ہے جس کو تحصیل علم کا شوق ہو۔ یہاں ہند وپاک اور دوسری یونیورسٹیوں کی طرح کا ایم۔اے نہیں ہوتا بلکہ یہاں کے ایم۔اے (ماجستیر) میں طالب علم کو خوب محنت کرنی ہوتی ہے۔ ڈگری حاصل کرنے تک اس کو خوب تپایا جاتا ہے اور بالمشافہ اس کی صلاحیت کو جانچا جاتا ہے تب جاکر سند دی جاتی ہے۔ شیخ نے بڑی محنت وجانفشانی سے ماجستیر کو مکمل کیا اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ہی دکتوراہ کرنے کا ارادہ تھا لیکن اللہ کی مشیت نہ تھی۔ آپ اپنے وطن بھٹکل واپس آگئے۔ وطن واپسی کے بعد آپ نے ملیشیا سے phD کرنے کا ارادہ کیا لیکن یہ خواب بھی آپ کا شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ بھٹکل میں قیام کے بعد والد صاحب کی دکان کو اپنا تجارتی

مرکز بنایا ساتھ ہی ساتھ عثمانیہ مسجد کے قریب نیشنل ہائی وے NH66 میں بھی ایک دکان کھولی تجارت کے ساتھ ساتھ نسل نو کی تربیت میں بھی اپنا قیمتی وقت دیتے تھے۔ اس دوران جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے ذمہ داران نے بھی آپ سے رابطہ کیا او خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن آپ نے نالج العالمیہ کو ترجیح دی۔ جہاں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ صدر مدرس اور پرنسپل کے فرائض انجام دئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ نے بھی نالج میں تدریس کا فریضہ انجام دیا ہے۔

مرکز حافظ ابن حجر بھٹکل میں لاک ڈاؤن سے پہلے تقریبا ایک سال تک آپ فقہ کے استاذ رہے۔ جس میں آپ نے جوانوں سے لیکر بوڑھوں تک کو فقہ کی تعلیم دی۔ جب کہ دعوتی لحاظ سے آپ جدید طرز دعوت کے اسلوب کے حامیوں میں سے تھے جس کے لئے راقم کے ساتھ کئی ایک منصوبے زیر غور رہے۔ دوبار سمر کیمپ میں فقہ کی استاذ کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دی، اس کے علاوہ شعبۂ دعوت واصلاح کی بعض امور میں اصلاح کی گئی۔ جس سے نئی نسل کے نوجوانوں کو دین کی طرف راغب کیا گیا۔ جس سے براہ راست میں بھی مستفید ہوا لیکن ان کی بیماری کی وجہ سے طلباء فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔

نالج انٹرنیشنل اسکول یعنی العلم العالمیہ میں آپ طلباء کی تربیت کے معاملے میں بڑے فکر مند اور ان کی تعلیمی ترقی کے بڑے حریص تھے۔

میرے جذبات

شبیر احمد عمری، انڈی

آج سنیچر کا دن ہے۔ ہمارے ساتھی عبدالودود رحمہ اللہ کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے چار دن ہو گئے اب بھی دل حزن و ملال کی کیفیات سے معمور ہے سچ میں دلی جذبات واحساسات کی حقیقی ترجمانی زبان و قلم سے بیاں نہیں ہو سکتی، میں نے کئی بار لکھنا چاہا تا کہ دل کا بار کچھ ہلکا ہو جائے یا دلی تسکین میسر ہو لیکن قلم اور جذبات نے ساتھ نہ دیا لکھیں تو کیا لکھیں؟ دل تو یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں کہ ہمارے ایک ساتھی ہمیں الوداع کہہ گئے۔

یاد اس طرح آئے کہ بھلائے نہ گئے

یہ نا قابلِ یقین خبر تھی، کیا کریں قضا وقدر کے فیصلے ہوتے ہی ایسے ہیں ماننے اور اعتبار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار ہو بھی نہیں سکتا۔ میں نے برجستہ اپنے دوست کی یاد میں کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

لمحہ لمحہ تری یاد آئے گی
تری یاد ہمیں بہت ستائے گی

کیا خبر تھی تجھے اے عاجز
زندگی اس موڑ پہ لے آئے گی

ہم مرثیہ خواں دائم رہے اے عبدالودود
سارا جہاں ہے تری تعریف کا مشہود

رب کی عنایت رہے ترے ساتھ ساتھ
تری خاک پہ برسے پھولوں کی برسات

ہمیشہ مسکرانا تری فطرت تھی
تری فطرت میں دائم رب کی محبت تھی

تجھے ڈھونڈ تا رہے گا سارا جہاں
کہاں کھو گیا یہ زمیں آسماں

خانۂ دل میں اب الفت ہی رہ جائے گی
تجھ سے ملنے کی فقط حسرت ہی رہ جائے گی

کہاں چلے گئے عبدالودود

احسن خان تری پاتور

اس فانی دنیا میں چند ایسی زندہ دل شخصیات ہوتی ہیں جن کے چلے جانے کے بعد بھی دل کو یقین نہیں ہوتا کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں ہیں۔ جبکہ حقیقتاوہ ہمیں داغ مفارقت دے چکے ہوتے ہیں۔ لیکن دل اس بات کو ماننے سے انکار کرتا ہے کہ کوئی انہیں بے یارومددگار چھوڑ کر ایک ایسی جگہ چلا گیا ہے جہاں سے لوٹنا ممکن ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

اس گلی نے یہ سن کے صبر کیا
جانے والے یہاں کے تھے ہی نہیں

ایسا ہی تجربہ چند ماہ قبل میرے ساتھ بھی ہوا تھا جب واٹس ایپ پر خبر ملی کہ ہمارے ساتھی عبدالودود اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ حالانکہ ان کے ساتھ میرا رابطہ بہت سالوں سے نہیں رہا پھر بھی اس بات کو دل نے تسلیم نہیں کیا، مجھے اپنے دیگر ساتھیوں سے رابطہ کرنے کے بعد ہی یقین ہوا کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، مجھے وہ واقعہ یاد آگیا جب آپ ﷺ کی موت کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنائی گئی تو آپ کے سامنے انک میت وانھم میتون آیت پڑھنے کے بعد ہی آپ کو یقین ہوا تھا، اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے میں نے بھی تسلیم کرلیا۔ انا لله وانا اليه راجعون اللهم اغفر عبدك عبد الودود، وارفع درجته في أعلى عليين، وتقبّله في الشهداء يا رب العالمين

اب بس ان کی یادیں ہی ہمارے درمیان باقی رہ گئی ہیں جب بھی میں عبدالودود کو یاد کرتا ہوں تو مجھے صرف وہی چہرہ یاد آتا ہے جب وہ ہمارے درمیان جماعت سوم میں شامل ھوے تھے، چھوٹا سا بچہ تھا سفید لباس میں کلاس میں سلام کرکے داخل ہوا اور خاموشی سے اپنی سیٹ پر جا بیٹھا، مجھے لگا کہ جماعت اول کا طالب علم بھول کر ہماری جماعت میں آبیٹھا ہے، عشاء کے بعد دیکھا تو ہماری ہی باری میں بیٹھا تھا وہیں سے ہمارا سفر شروع ہوا۔ میں ان کو بہت چھیڑا کرتا تھا چھیڑنا میرا کام تھا اور مسکرانا ان کا کام، کبھی بھی مجھ پر غصہ نہیں ہوئے، جب ہم جماعت ششم میں تھے تو ان کو چھیڑنے کی غرض سے میں نے ان پر اک نظم لکھی اور اپنے کلاس کے ساتھیوں کے درمیان ان اشعار کو پڑھ کر سنایا سبھوں نے کافی مزے لیے اور لطف اندوز ہوئے حتی کہ عبدالودود خود کافی محظوظ ہو رہے تھے۔ مجھے اس بات پر کافی تعجب ہوا کہ عبدالودود غصہ ہونے اور ناراضگی کا اظہار کرنے کے بجائے انہوں نے میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ جن کو میں نے اشعار کے قالب میں ڈھالا تھا اس کی تعریف کی اور مجھے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں ان الفاظ سے مبارکبادی دی۔ "احسن آپ اشعار اچھے بناتے ہو" اگر ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ضرور اس سے میری بحث ومباحثہ ہوتی یا پھر ناراضگی دیکھنے کو ملتی۔ اس سے عمدہ ان کے اعلی اخلاق وکردار کی اور کیا مثال دے سکتے ہیں، اسی لئے آج اٹھارہ سال بعد میں نے اردو میں کچھ لکھنے کی کوشش کی

ہے، بلا مبالغہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ میری زندگی کی پہلی تحریر یا پہلا مضمون ہے۔ یہ لکھتے ہوئے میرا دل بہت افسردہ ہے کہ اسے پڑھنے کے لیے میرا دوست ہی نہیں رہا۔ ان کی اچانک وفات کی وجہ سے فراغت کے سترہ سال بعد ہم سب ساتھیوں کو ایک جگہ اکٹھا ہونے کا موقع ملا۔

مہمان بن کے آکر دل میں بسے ہوئے تھے

اب کیا کہوں میں یارو دل کو لئے ہوئے ہیں

عبد الودود اچھے اخلاق اور بہت سارے عمدہ صفات کے حامل تھے، مہمان نوازی کا زیادہ شوق رکھتے تھے، سفید لباس پہننا اور سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ان کی عادت تھی، جیسا لباس ویسا ہی دل بھی تھا، ہم ساتھیوں میں سے عمر میں سب سے چھوٹے تھے مگر اخلاقی اعتبار سے ہم تمام میں سب سے معزز تھے۔

جب سے وہ اس دنیا کو چھوڑ کر گئے ہیں تب سے کسی نہ کسی واٹس ایپ گروپ میں ان کے متعلق بہت کچھ پڑھنے کو ملا ہے، رات کو سوتے وقت سوچ رہا تھا کہ کاش میں عبد الودود ہوتا میرے جانے کے بعد بھی لوگ مجھے اسی طرح یاد کرتے، میرا ذکر خیر کرتے اور میرے متعلق اپنے تاثرات تحریر کرتے۔ بہر حال میری یہی کوشش ہے کہ میں عبد الودود کی طرح عمدہ اخلاق اور اچھے صفات اپنے اندر بھی پیدا کروں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت ان کے درجات کو بلند کرے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

ایک ملاقات

زکریا سبیل عمری نذیری

عبد الودود اکرمی عمری مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے میری کوئی پہچان اور ذاتی ملاقات تو نہیں ہے، بس ایک دوبار جو آپ سے ملاقات ہوئی وہ میرے لیے یادگار بن گئی۔ جب مَیں کلیۃ الحدیث بنگلورو میں زیر تعلیم تھا اس وقت آپ كلية الحديث اپنے اساتذہ سے مل کر کلیہ کی پرانی یادیں تازہ کے لیے آئے تھے اور شیخ نورالحسن عمری مدنی حفظہ اللہ کے آپ خاص شاگرد رشید تھے۔ ہم نے کلیہ کی زندگی میں بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ شیخ نورالحسن حفظہ اللہ اپنے طلباء کی علمی اور ذہنی لیاقت کا اعتراف تو کرتے ہیں مگر زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ استاذ محترم نے عبد الودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت اور ذہنی لیاقت کا اعتراف بھی کیا اور زبان سے اظہار بھی کیا اور کہا کہ یہ طالب علم ذہین وفطین اور بڑا تیز فہم ہے۔ آپ کے الفاظ تھے: مارأيت في حياتي طالباً أذكى منه جب ہم یہ کلمات سنے تو عش عش کرتے رہ گئے کہ استاذ محترم اگر کہہ رہے ہیں تو واقعی کمال درجہ کے طالب علم ہوں گے۔ یہ تھی وہ پہلی ملاقات جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت اور مقبولیت کا اندازہ ہوا۔

استاذ بھی ذہین اور صرف ذہین ہی نہیں بلکہ بلا کا ذہن رکھنے والے، ذہانت وفطانت میں جن کا کوئی ثانی نہیں، عمیق علم کے مالک، گہرائی وگیرائی، اور پوری دلچسپی وشوق کے ساتھ میدان تدریس کے ماہر استاذ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بتاتے ہیں کہ وہ طالب علم بھی بڑے لائق وفائق ہوں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی طالب علم کی اس کی اپنی زندگی میں سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس کے اساتذہ اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوں۔

اور دوسری ملاقات آپ کی وفات سے تقریباً تین چار مہینے پہلے آپ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا جس وقت آپ بھٹکل میں موجود مدرسہ کے لیے استاذ کی تلاش میں تھے اور اس سلسلے میں ملک کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے تدریس کے خواہش مند علماء کرام سے انٹرویو لے رہے تھے۔

اس وقت پتہ نہیں تھا کہ آپ اس مہلک مرض کے شکار ہیں بعد میں جب پتہ چلا تو میں نے شفایابی کے لیے دعا بھی کی تھی پھر اسکے بعد کبھی بات نہ ہو پائی۔ پھر اچانک ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۲ اگست ۲۰۲۲ کی شام یہ اندوہناک خبر موصول ہوئی کہ علم وعمل کا یہ چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ گیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عبد الودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ اتنے خطرناک اور مہلک مرض کے شکار ہونے کے باوجود علم و عمل کا جذبہ، عربی مدرسہ میں پڑھنے والے طلبہ کی علمی تشنگی کو بجھانے کے لئے تگ ودو کرنا اور بذات خود امیدواروں کا انٹرویو لینا یہ سب کچھ واضح کرتا ہے کہ آپ علم کی اہمیت وضرورت کو سمجھتے تھے اسی بناپر آپ نے علم کی نشر واشاعت کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنالیا تھا۔

غفر الله له وارحمه واسكنه فسيح جناته، وجعل جهوده ومساعيه في ميزان حسناته. أللهم آمين يارب العالمين.

❁❁❁

چڑیوں کو بہت پیار تھا پھلدار شجر سے

حافظ محمد امین عمری، وجے واڑہ

جب میں نے انتقال کی خبر سنی تو دل پسیج گیا، دل میں نہاں الفت و محبت کے جذبات آنسو بن کر آنکھوں سے بہنے لگ گئے، دل پر غم ویاس کے بادل چھاگئے تھوڑی دیر کے لیے ہم شاید دنیا بھول گئے ہوں۔ کیوں نہ ہو عزیز دوست جو تھے۔ ویسے تو کسی کے انتقال کی خبر ہی رونگٹے کھڑا کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے لیکن اپنے کسی عزیز کی موت کی خبر انسان کی زندگی میں زلزلہ برپا کر دیتی ہے۔ شیخ عبد الودود عمری مدنی رحمہ اللہ میرے ہم جماعت تھے ان سے میری بڑی انسیت تھی وہ بڑے خوش مزاج، ملنسار تھے میں نے کبھی انہیں کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا۔ آپ کی یہی خوش اخلاقی کی بناپر جامعہ دارالسلام میں ہر کوئی آپ سے ملاقات کرتا تھا، آپ ہر ایک کو اہمیت دیتے امیر ہو یا غریب سب کی نظر میں آپ محبوب تھے۔ دریادل تھے، قیمتی اشیاء کا استعمال خود بھی کرتے اور دوستوں میں بھی تقسیم کرتے۔ میرے پاس تحفے میں دی ہوئی ان کی ایک نوٹ بک ہے جو آج بھی میرے پاس محفوظ ہے جس پر ان کے ہاتھ سے لکھے یہ الفاظ درج ہیں۔ "هدية طيبة الى الاخ الكريم محمد امين وجيواره، ادعوالله ان يكون النجاح حليفک وان يكون الفلاح رديفک"

طلبِ علم دین کے بڑے حریص تھے، خوب محنت کرتے تھے، شکوک وشبہات کے ازالے کے لیے طلبہ ان سے رجوع کرتے تھے بغیر کسی پس وپیش کے مکمل آگاہی فرماتے تھے۔

اللہ سے دعا گو ہوں کہ انہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، ہر قسم کی مشکلات سے نجات فرمائے اور جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔

❁❁❁

آہ کیسے یقین کریں کہ عبد الودود چل بسے!!!

عبید اللہ عمری کرنول

حال مقیم دبی، الإمارات العربیۃ

كل نفس ذائقة الموت...

موت سے کس کو رستگاری ہے،من عاش مات ومن مات فات الا حي القيوم..

عبد الودود اکرمی عمری مدنی میرے زمانہ طالب علمی کے ہم سبق، ہم پیالہ ہم نوالہ ساتھیوں میں رہے ہیں، کیا سہانے ایام تھے یاد کریں تو آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں، سوچا نہیں تھا اتنے خوبصورت ایام کے ہم سفر اتنی جلدی ہم سب کا ساتھ جھوڑ جائیں گے، مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے عبد الودود شاید تیسری جماعت میں ہمارے ساتھ شامل ہوئے تھے، پہلی مرتبہ عبد الودود کو کلاس میں دیکھ یک لخت محسوس ہوا کہ ارے اس جیسے امیر مالدار بچے کو مدرسے کی کلفت بھری زندگی کی کیا ضرورت ہے؟ دوسری طرف خوشی بھی ہوئی کہ چلو ہمیں اس راہ کا ایک اچھا ہمسفر ملا، تعلیم کے ابتدائی سالوں میں تو عبد الودود سے اتنا خاص تعلق نہیں رہا علیک سلیک خیر خیریت ہی تک معاملہ رہا عالمیت کے آخری سال میں قسمت سے کمرے کے چھے ساتھیوں میں عبد الودود اکرمی بھی ایک تھے جہاں عبد الودود سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اہم چیز عبد الودود بہت نفاست پسند تھے خود بھی نفیس (ہمیشہ رسول اللہ کا پسندیدہ رنگ سفید لباس ہی میں ملبوس رہتے) اور اپنے اطراف واکناف کو بھی صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرتے اسی کوشش میں عبد الودود نے کمرے کے ساتھیوں کے ساتھ ملکر شاید جامعہ کی تاریخ میں پہلی بار کمرہ طلائی کرنے کا پلان بنایا اور انتظامیہ سے اجازت لے کر اپنے جیب خاص سے کمرے کی طلائی کرائی، پہلی بار اتنے صاف ستھرے کمرے رہتے ہوئے میری تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس کمرے کے چار یا پانچ ساتھی ایک عبد الودود، احمد بھائی آنیکل، صفی الرحمن وجے واڑہ، خادم مسجد خالد بھائی کے۔جی۔یف، ہمیشہ کے لئے یاد رہ گئے۔

پھر فضیلت سال آخر ۲۰۰۶ میں مجلہ تنویر کی ادارت کے لئے اساتذہ کی نظر انتخاب مجھ ناچیز پر پڑی اسی تنویر کی مناسبت سے پھر عبد الودود سے تعلق پیدا ہوا کیونکہ آپ نائب مدیر تھے انھیں ایام کا ایک واقعہ ہے کہ مجلہ کی ڈیزائننگ کی ذمہ داری خود عبد الودود نے اپنے ذمہ لے لی تھی، میں نے مجلہ تنویر کو دو تین بار مراجعہ کرکے اجراء کے لئے ترتیب دے کر رکھا تھا عبد الودود نے آکر ڈیزائننگ کے لئے مجلہ طلب کیا۔ پھر کیا تھا میری بی۔پی ھائی ہوگئی میں نے سارا مجلہ کمرۂ تنویر میں بکھیرا اور باہر چلا آیا پھر عبد الودود کا ردعمل دیکھئے کہ خود بھی غصہ سے جھنجلانے کے بجائے صبر و تحمل کے ساتھ سارے اوراق سمیٹے، سارے مجلہ کو خود سے ترتیب دے کر مراجعہ اور ڈیزائننگ کے بعد اجراء کروایا۔

اور اسی فضیلت سال آخر کی مطبخ کے دروازے سے لگی وہ ٹیبل یاد کر کے میری آنکھیں بھر آتی ہیں کہ ہم ہر ٹیبل کے آٹھ ساتھیوں نے ہر دن چاکنے کی باری لگالی تھی قسمت سے عبد الودود ہماری ٹیبل کی رونق تھے جس کسی دن مجھ سے باری نہیں بن پاتی عبد الودود بلا تکلف میری باری کا حصہ لے آتے تھے، بہر کیف یہ اور اس جیسی بہت ساری کھٹی میٹھی یادیں ہم تمام ساتھیوں سے جڑی ہیں یادوں کے دریچے وا کریں تو اور بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے دوسرے ساتھیوں کے لئے اپنی سطروں کو سمیٹتے ہوئے یہی کہوں گا کہ ہم نے ایک بااخلاق، نفاست پسند، نشیط ومتحرک، خادم اساتذہ، پاک دل وپاک باز، ہنر مند، سخی وفیاض، ہمدرد وغمخوار ساتھی کو کھودیا ہے جس کے لئے ہم تمام ہم درس، ہم پیالہ وہم نوالہ ساتھیوں کے دل ہمیشہ رنجور اور غمگین رہیں گے۔

❁❁❁

شیخ عبد الودود اکرمی کچھ باتیں کچھ یادیں

امام مسجد بخاری، بھٹکل

محرم کی دسویں تاریخ کی بات ہے جیسے ہی اسکول سے واپس لوٹا اور کچھ ہی دیر کے لیے سویا تھا کہ میسیج آتا ہے کہ شیخ عبدالودود اب اس دنیا میں نہ رہے یہ غمناک خبر سن کر دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے، دل میں ولا نقول الا مايرضي ربنا کا خیال آتا ہے اور زبان سے انا لله و انا إليه راجعون کا جملہ نکل پڑتا ہے۔ پھر میں شیخ کی آخری دیدار کے لیے نکل پڑتا ہوں۔

بات رمضان سے کچھ ماہ قبل کی ہے۔ فجر بعد شیخ کا مجھے فون آتا ہے کہ میری طبیعت صحیح نہیں ہے میں اسکول حاضر نہیں ہو سکوں گا ہو سکے تو آپ میری نیابت کر دیں گے۔ ان دنوں شیخ کی طبیعت تھوڑی بہت ناساز تھی اور اس دن سے ایک طویل عرصہ تک شیخ اسکول میں نہ آسکے۔ اور یہ خبر ملی کہ دن بدن شیخ کا مرض بڑھتا جارہا ہے۔ کچھ دنوں بعد دوبارہ خبر ملی کہ شیخ روبہ صحت ہو رہے ہیں۔ اور الحمدللہ شیخ کی طبیعت ایک حد تک صحیح ہو جاتی ہے اور شیخ اسکول آنا جانا شروع کر دیتے ہیں تاکہ طلبہ کی تعلیم متاثر نہ ہو۔ ماہ رمضان کی آمد تک تو ایسا لگ رہا تھا کے ان شاء اللہ شیخ جلد از جلد مکمل طور پر شفایاب بھی ہو جائیں گے۔ رمضان میں شیخ وقتاً فوقتاً بعد نماز فجر درس بھی دیتے تھے۔ چونکہ میں مسجد امام بُخاری میں رمضان کے آخری عشرہ میں معتکف تھا اور شیخ کا گھر مسجد کے بالکل پیچھے ہی تھا تو شیخ سے بار بار ملاقات ہو جایا کرتی تھی، شیخ کے مشورہ سے ہی معتکفین کیلئے میں نے اصول ثلاثۃ کے دروس کا بھی اہتمام کیا تھا۔ لیکن عید الفطر کے بعد سے میری ان سے ملاقات نہیں ہو پاتی ہے کیونکہ عید الاضحیٰ سے ایک ماہ قبل میں بھٹکل میں نہیں تھا اور جب عید الاضحیٰ کے لیے بھٹکل آیا اور شیخ کے تعلق سے دریافت کیا تو نہایت ہی افسوسناک خبر ملی اور وہ جواب ملا جسے میں سننا نہیں چاہ رہا تھا کہ شیخ کی طبیعت پھر سے بگڑ گئی ہے اور اس بار پچھلی بار کے بالمقابل بیماری نے مزید شدت اختیار کر لی ہے۔ لہٰذا میں خود بھی ان کے لیے دعا کرتا اور دوسروں کو بھی شیخ کے لیے دعا کرنے کو کہتا۔ لیکن شیخ اپنی حیات مستعار کی ایک مختصر مدت گزار کر اس دنیا سے ہمیشہ ہمیش کے لیے چلے جاتے ہیں۔

شیخ کے بارے میں پہلی بار شیخ کے والد گرامی ہی کے زبانی سنا تھا اور ان کے اس ذکر خیر ہی سے میں ان سے متاثر ہو گیا تھا حالانکہ ابھی تک شیخ سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی، جب شیخ مدینہ یونیورسٹی سے ماجستیر کی ڈگری حاصل کر کے بھٹکل آتے ہیں تو اس وقت شیخ سے پہلی بار ملاقات ہوتی ہے، نہایت ہی خاموش مزاج، سلام اور خیر خیریت بس۔ اس وقت میں جامعہ اسلامیہ سنابل میں زیر تعلیم تھا اس لئے شیخ سے زیادہ جان پہچان بھی نہیں ہو سکی اور جب یہ سننے میں آیا کے شیخ نالج انٹرنیشنل عربک اسکول میں بحیثیت

مدرس خدمت انجام دینے والے ہیں تو بڑی خوشی ہوئی حالانکہ کے شیخ کے پاس اسکے علاوہ بھی مزید آفرز تھے لیکن شیخ نے نالج انٹر نیشنل عربک اسکول کا انتخاب کیا جو ہمارے لیئے خوش نصیبی کی بات تھی۔ چند دنوں کے بعد شیخ نالج میں مدیر کے عہدے پر بھی فائز ہوئے تھے۔

کویڈ۱۹ کی وجہ سے میری پڑھائی آن لائن چل رہی تھی اس لیے میں نالج میں بھی اپنا تھوڑا بہت وقت گزار تا تھا اور یہیں سے میرے تعلقات شیخ سے استوار ہونے لگے پھر مزید اس میں اضافہ اس وقت ہوا جب شیخ کی ایماء پر مجھ ناچیز کو مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امام بخاری بھٹکل کا امام وخطیب مقرر کر دیا گیا۔ میری خوش نصیبی دیکھیئے کہ مسجد واسکول دونوں جگہ شیخ کی نگرانی اور سرپرستی میں مجھے کام کرنے کا سنہرا موقع ملا جس سے میری صلاحیت وقابلیت میں مزید اضافہ کا موقع ملا۔ کیونکہ شیخ ایک بہترین، آئیڈیل، ذمہ دار سرپرست اور مشفق نگران تھے، آپ ہمیشہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کرتے، یہی وجہ ہے کہ ادارے کا ہر فرد آپ سے بے حد متاثر تھا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ شیخ کو پیارے نبی ﷺ کی اس دعا کا مستحق بنائے «اللهم مَن وَلِيَ من أمر أُمَّتي شيئًا فرفق بهم فارفق به» آمین

شیخ ایک قابل مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب تاجر بھی تھے۔ اللہ نے آپ کو علم کے ساتھ ساتھ وافر مقدار میں مال بھی عطا کیا تھا جس سے آپ اللہ کی راہ میں کثرت سے خرچ کیا کرتے تھے۔ اللہ آپ کو «التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ» کے ضمن میں شامل کرے۔ آمین

شیخ کا سنس آف ہیومر بھی بہت اچھا تھا، ہنسی مذاق شرعی حدود میں کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ ان سے جڑی بہت سی یادیں ہیں۔ اپنی بات کو طول نہ دیتے ہوئے اپنے قلم کو روکتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ شیخ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

تاثراتی کلمات

سید اسماعیل عمری، مالور

استاذ جامعہ دارالتوحید رحیم آباد

عبدالودود مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق کرناٹک کے مشہور و معروف شہر بھٹکل سے تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن بھٹکل میں حاصل کی، اعلی تعلیم کے لیئے جامعہ دارالسلام عمر آباد کارخ کیا۔ ناچیز جامعہ دارالتوحید رحیم آباد میں جماعت چہارم کی تکمیل کے بعد ۲۰۰۲ میں مادر علمی جامعہ دارالسلام عمر آباد کے جماعت پنجم میں داخلہ لیا۔ عبدالودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جماعت پنجم میں زیر تعلیم تھے مجھے تقریبا چار سال آپ کے ساتھ بحیثیت ہم درس ۲۰۰۲ تا ۲۰۰۶ جامعہ دارالسلام عمر آباد میں ساتھ رہنے کا سنہرا موقع ملا اور یہ ساتھ فراغت تک باقی رہا۔ الحمدللہ

میرے قریبی ساتھیوں کی فہرست میں عبدالودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ میرے بڑے قریبی ساتھی تھے، ایسے قریبی ساتھی کا بچھڑنا اپنے آپ میں خود تکلیف دہ ہے، ایک ایسے دوست کا دنیا سے رخصت ہو جانا اور اس کی موت کی خبر ملنا جسم و جان کو بے قابو کر دینے جیسا تھا۔ دوست کے انتقال کی خبر سن کر دل کو قابو میں رکھنا مشکل ترین کام تھا آخر ایک مسلمان کو سو فیصد یقین ہے کہ دنیا میں آئے ہیں تو رخصت بھی ہونا ہے کیونکہ یہی یقین مؤمن کا ہتھیار ہے۔ میرے اس دوست کی چند ایسی خوبیاں تھیں جنہیں بھلایا نہیں جاسکتا انھیں خوبیوں کو سپرد قرطاس کر رہا ہوں۔ انسان کی طبیعت اور مزاج ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ہر ایک کی طبیعت الگ اور ہر ایک کا مزاج بھی الگ ہوتا ہے۔ کبھی خوشی کے لمحات تو کبھی غم اور مصیبت کے آلام اس کی زندگی میں آتے جاتے رہتے ہیں۔

ہمارے ہر دلعزیز ساتھی جن کو میں نے اپنی چار سالہ زندگی میں بہت قریب سے دیکھا، آپ کی طبیعت کو پرکھا اور جانا کہ یقینا اللہ تعالی نے آپ کے اندر خوش مزاجی کی صفت بدرجۂ اتم ڈال دیا ہے۔ بیزارگی، اکتاہٹ، ناراضگی، کسی بات پر خفا ہو جانا شاذونادر ہی دیکھنے کو ملا۔ ہر ایک سے خوش مزاجی سے ملنا، حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہنسی مذاق کرنا، پریشان حال ساتھیوں کی پریشانی کو دور کرنا، کمزور طلباء کی ہمت و حوصلہ افزائی کرنا ان تمام اعلی اقدار کو اللہ نے آپ کی فطرت میں ودیعت کر دی تھی۔ بڑے ہی ملنسار، خوش اخلاق خود دار اور بڑے خوبیوں کے مالک تھے۔ گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کے مصداق تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

موصوف تعلیم کے ساتھ ساتھ تقریر وتحریر میں بھی بڑی دلچسپی رکھتے تھے، شعر وشاعری کا بھی بہت شوق تھا۔ بہر حال اللہ کی مشیت غالب آئی اور آپ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ کی خوبیوں کو آپ کے میزان حسنات میں اضافہ کا باعث بنائے، آپ کی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین

مرثیہ

عنایت اللہ نسیم عمری

حادثہ کس قدر ہے یہ اندوہناک، آنکھ نمناک ہے دل پریشان ہے
پھر بھی اپنی زبانوں پہ شکوہ نہ ہو، یہ تقاضائے دین اور ایمان ہے

کس کو حاصل یہاں سرمدی زندگی، انبیاء بھی یہاں آئے اور چل بسے
کیا امیر و فقیر کیا یہ پیر وجواں، موت کے سامنے بے بس انسان ہے

بھائی عبدالودود اکرمی کی لحد، باب بن جائے خلد بریں کی طرف
بخش دیجیے انہیں معاف کر دیجیے، معاف کرنا خدا آپ کی شان ہے

آخری زندگی میں وہ بیمار تھے، فیصلے پر خدا کے رضامند تھے
وہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گر، آخرت کا سفر پھر تو آسان ہے

بھائی موصوف تھے خوش نوا، نیک خو، حسن اخلاق کا ایک نمونہ تھے وہ
قدر کرتے تھے دل سے بڑوں کی بہت، اور چھوٹوں پہ بھی ان کا احسان ہے

پیکرِ علم و فن، عالمِ باعمل، صاحب زہد وتقویٰ وصدق وصفا
انکساری تواضع پسند آپ تھے، اور جود وسخا ان کی پہچان ہے

آپ کی زندگی کا خلاصہ یہی، مہد سے لحد تک علم حاصل کرو
جامعہ پھر مدینہ میں گزری حیات، اب وہ عقبیٰ کی دنیا کا مہمان ہے

مختصر زندگی جو ملی تھی انہیں، وہ نذر ہو گئی علم کی راہ میں
قابل رشک وہ مختصر زندگی، نیکیوں سے بھرا جس کا دامان ہے

میرے احساسات-عبد الودود اکرمی عمری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

حافظ شاکر احمد عمری
استاذ جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ

﴿لَهُمْ دَارُ ٱلسَّلَٰمِ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢٧﴾﴾ (الانعام:۱۲۷)

ہماری تعلیمی زندگی کا وہ تیسرا سال تھا ۲۰۰۱ شوال کی تقریبا ۱۵ تاریخ تھی۔شاید جامعہ دارالسلام عمرآباد کے ثانویہ کے ہال میں ہم تمام بچے بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے کلاسوں کی تقسیم ہورہی تھی،بچے زیادہ ہونے کے سبب دو سیکشن بنائے جارہے تھے ثانویہ کے تمام اساتذہ فضیلۃ الشیخ اسلم شاد عمری رحمۃ اللہ علیہ، فضل صاحب عمری، ابراہیم صاحب عمری حفظہم اللہ اور دیگر اساتذۂ کرام موجود تھے اچانک ایک سریلی آواز سلام کی شکل میں سنائی دی تو ہم نے دیکھا کہ ایک کم سن بچہ ہاتھ میں داخلہ کی پرچی لیکر داخل ہوا، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جماعت سوم میں داخلہ ہوا ہے ہم اور ہماری کلاس کے بعض بچے جو قد اور عمر میں بڑے بڑے تھے پریشان ہوگئے،اتنا چھوٹا بچہ ہماری کلاس میں آگیاہے شروع میں ہمارا تعلق تو ان سے زیادہ نہ رہا۔

بعد میں کلیہ کے اندر تعلق جڑا صرف کھانے کی چیزوں کی وجہ سے عطراوران کی نرم مزاجی کی وجہ سے، مجھے جہاں تک معلوم ہے میں نے پہلی مرتبہ بادام ان کے پاس ہی دیکھا۔ اور پہلی مرتبہ اس کا ذائقہ انہیں کے ذریعہ چکھ پایا۔اس سے پہلے تک مجھے معلوم تھا کہ بادام صرف مالدار لوگ اپنے کھانے کی چیزوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ گوشت کا اچار بھی میں نے پہلی بار انہی سے حاصل کرکے کھایا تھا۔فضیلۃ الشیخ عبدالودود اکرمی عمری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میں نے اپنی چھ سالہ تعلیمی زندگی میں یہ محسوس کیا کے موصوف علم دوست تھے۔ مطالعہ میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے، دوسروں کو پڑھانا اور سبق یاد دلانا یہ جذبہ میں نے موصوف کے اندر حد درجہ پایاہے،کمزور طلبہ کا اس معاملے میں ساتھ دینا، غریب بچوں کی مدد کرنا، پیسوں کے ذریعہ ہو، استعمال کی چیزوں کے ذریعہ ہو، بڑی خوش دلی سے کیا کرتے تھے۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے اٹھویں جماعت میں بقرعید کے موقع پر چھٹیاں ہوگئیں تھیں میرے پاس گاؤں جانے کے لئے پیسے نہیں تھے تو میں نے موصوف کا رخ کیا تو آپ کے پاس بھی سفر خرچ کے برابر ہی پیسے تھے تو آپ نے مجھے وارڈن صاحب سے ملوایا،وارڈن صاحب نے مجھے پیسے دیے دئے یہ کہہ کر کہ آپ کے پیسے ہیں۔ چھٹی جماعت سے میرے نام پر پیسے جمع ہورہے تھے موصوف کی گواہی کی بنیاد پر اس طرح پڑھائی کے بارے میں جو کمزور بچے ہیں انہیں پڑھانے کے سلسلے میں اور غریب بچے ہوں ان کی مدد کے سلسلے میں ہمیشہ موصوف اپنے آپ کو تیار رکھتے تھے، پورے چھ سالہ زندگی میں کبھی

بھی میں نے آپ کو غصہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا کسی سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے نہیں دیکھا، کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا، ان تمام بے کار کی چیزوں سے آپ موصوف کوسوں دور تھے۔

الغرض تعلیمی زندگی میں اچھے اخلاق وکردار کا نمونہ صرف اساتذہ ہی ہوتے ہیں۔ لیکن اچھے اخلاق وکردار کے معاملہ میں موصوف بھی ہمارے ساتھی ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے نمونہ بھی تھے۔ نماز کے تعلق سے ہو، رہن سہن کے تعلق سے ہو، صفائی ستھرائی کے تعلق سے ہو، جود وسخا کے تعلق سے ہو غرض ہر معاملہ میں وہ ہمارے لئے نمونہ تھے۔ عمر میں موصوف ہم سے بہت زیادہ چھوٹے تھے لیکن اخلاق کے اعتبار سے وہ ہم سے کہیں زیادہ بڑے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی تمام اچھائیوں کو قبول فرمائے، نیکیوں کو قبول فرمائے، غلطیوں کو درگزر فرمائے، جنت میں اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین

❁❁❁

میرے محسن

نعیم اختر عمری جھاڑکھند

میں نے کبھی کوئی مضمون نہیں لکھا، مضمون نگاری کا شوق مجھے شروع سے ہی نہیں تھا۔ میں نہ تو جامعہ میں کبھی کوئی مضمون لکھا اور نہ ہی فراغت کے بعد کوئی مضمون لکھا۔ مجھے تقریر کرنے میں بھی شوق نہیں تھا۔ جامعہ کی انجمن میں جب میری تقریر کی باری آتی تھی تو میں کسی نہ کسی بہانے سے نکل جاتا تھا۔ مجھے اپنے ہی کلاس کے بہت سارے ساتھی نہیں پہچانتے تھے میں اکثر خاموش رہا کرتا تھا، اکیلا پہاڑوں اور جنگلوں میں گھومتا تھا، بہت سارے ساتھی مجھے جنگلی بولتے تھے، کچھ ساتھی پہاڑی بولتے تھے، کچھ ساتھی مجھے نعیم کی جگہ نائم بولتے تھے کیونکہ میں اکثر کلاسوں میں سوجاتا تھا مجھے بہت نیند آتی تھی۔

لیکن کچھ ساتھی تھے جن سے میں بہت زیادہ گھل مل کر رہا کرتا تھا، ان میں سے چند قابل ذکر ساتھی عبدالودود اکرمی رحمۃ اللہ علیہ، ثناء اللہ، پرویز سرسی، یوسف عطار، شعیب شیخ وغیرہم تھے۔ عبدالودود کے اندر بہت ساری خوبیاں تھیں۔ جن کے بارے میں بہت سارے اچھے لکھنے والوں نے لکھا ان خوبیوں میں سے چند خوبیاں جو میرے ذہن میں ہیں وہ یہ کہ وہ بہت ملنسار تھے، سب سے مل جل کر رہا کرتے تھے۔ وہ ہنس مکھ، ہنسی مذاق کرنے والے، دریادل اور فیاض انسان تھے۔ اس زمانے میں صرف اس کے پاس ہی موبائل تھا جس سے بہت سارے ساتھی مستفید ہوتے تھے۔ جب انہوں نے دوسرا موبائل خریدا تو پرانا موبائل مجھے دے دیا تھا۔ اس وقت ریلائنس کا چھوٹا سیٹ ہوا کرتا تھا پانچ سو روپے میں دو ملتا تھا۔ وہ موبائل میرا پہلا موبائل تھا اور کافی دنوں تک اس کو میں نے استعمال کیا۔ وہ کبھی کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے، کسی کو نہیں ستاتے تھے، محنتی تھے، اساتذہ سے بہت اچھا تعلق رکھنے والے تھے، ہینڈ رائٹنگ ڈاکٹروں کی طرح ہوتی تھے جلدی سمجھ میں نہیں آتی تھی، جیسا کہ اکثر بڑے علماء لکھتے ہیں، یہ جامعہ دارالسلام عمرآباد میں ہمارے ساتھی تھے اور کلیۃ الحدیث بنگلورو میں بھی ہمارے ساتھ پڑھے، یہاں ان کے پاس جو موبائل تھا وہ اس وقت کا بہترین موبائل مانا جاتا تھا Nokia N70 میں اکثر اس موبائل کو لے لیتا تھا نظم سننے اور گیم کھیلنے کے لئے۔ انتقال سے کچھ دن پہلے مجھے فون کیے اور خیر خیریت پوچھے مجھے اپنے گھر بلائے میرا جانے کا ارادہ بھی تھا لیکن کسی وجہ سے نہیں جاسکا۔ جب میں نے سنا کہ عبدالودود بیمار ہیں تو میں نے معمولی بیماری سمجھا پھر معلوم ہوا کہ یہ مہلک بیماری ہے۔ پھر تھوڑے دن میں انتقال کی خبر بھی آگئی تو خبر سن کر مجھے بہت زیادہ تکلیف ہوئی میں بالکل خاموش ہوگیا میری اہلیہ پوچھی کہ کیا ہوا تو میں نے سب کچھ بتایا۔

عبدالودود بچپن ہی سے مہمان نواز تھے۔ بھٹکل سے جب بھی آتے تھے تو مٹھائی وغیرہ لاتے تھے، اس میں سب ساتھیوں کو شریک کرتے تھے، بہت صاف ستھرا اور اچھا کپڑا پہنتے تھے، بہت سارے ساتھی ان کو چھیڑتے تھے لیکن وہ کبھی بھی کسی کے اوپر غصہ

نہیں کرتے تھے۔ بہر حال ان کے انتقال سے مجھے بہت تکلیف پہنچی۔ اللہ انہیں جنت الفردوس عطا کرے، ان کے بچوں کو بڑا عالم بنائے اور دین کی خدمت لے۔ آمین

عام طور پر ساتھیوں سے فون پر بات چیت تو نہیں ہوتی ہے اچانک پرویز بھائی مجھے فون کیے کہ عبدالودود کے بارے میں کچھ لکھنا ہے تو میں نے کہا مجھے مضمون لکھنا نہیں آتا پھر بھی میں نے ارادہ کیا کہ میں کوشش کرکے کچھ لکھوں گا ایک دو لائن لکھا بھی پھر چھوڑ دیا پھر جب ہمارے گروپ میں پرویز بھائی نے میسج کیا کہ ہمارے کلاس کے ساتھی سب بے شرم ہے تو پھر میں نے سوچا مضمون جیسا بھی ہو میں لکھوں گا پھر میں فجر کے بعد بیٹھا اور لکھا۔

اس مضمون کے اندر بہت ساری خامیاں رہ گئی ہے اس لیے کہ یہ میرا پہلا مضمون ہے۔

میری یادیں

محمد خالد بصری جامعی ہبلی کرناٹک

شیخ عبد الودود مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کا ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا ہے۔ آنکھوں میں آنسو اور زبان پر دعاء مغفرت جاری ہے۔ یادیں ایسی ہیں کہ بھلائی نہیں جاتیں ہر روز کئی یادیں سجائے رکھتا ہوں کیونکہ آپ تھے ہی بے مثال۔ یادیں اس لئے بھی گہری ہیں کیونکہ آپ ہمارے کلاس ساتھی تھے اور جب بات ہم جماعت کی ہو تو یاددوں کا ستانا یقینی بات ہے آپ میرے بہت ہی ہر دلعزیز اور دیرینہ دوست تھے۔ اس لئے دل کے بھی بہت قریب تھے ہمارے درمیان مراسم بہت اچھے تھے، ساتھ میں رہنا، گھومنا، پھرنا اور مزاح کرنا یہ عام بات تھی آپ کی خاص یاد یہ ہے کہ انجمن میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ مزاحیہ نیوز سنایا کرتے تھے، جملے اور الفاظ کی تعبیرات میں ہم طلبہ غرق ہو جاتے اور جب تک آپ سناتے وقت کیسے گزرتا پتہ ہی نہیں چلتا گویا کہ ہم سب کہ رہے ہوتے ہیں کہ

تشنگی جم گئی ہونٹوں پے پتھر کی طرح
ہم ڈوب کر تیرے دریا سے پیاسے نکلے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت گویائی، طرز تکلم، انداز تخاطب اور لامتناہی خوبیاں عطا کی تھیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ متانت وسنجیدگی، اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے مالک تھے، وسعت ظرف میں اپنی مثال آپ تھے کبھی کبھار ہم دوست احباب ستاتے تھے لیکن کبھی برا نہیں مانتے، طلبہ کی فطرت کہیے کہ ہر مدارس میں طلبہ کے مابین بحث ایک جزء لاینفک ہے ہمارے درمیان بھی بحث چھڑ جاتی تھی پھر آپس میں معافی تلافی کر لیتے تھے۔

ایک سورج تھا کہ تاروں کے گھرانے سے اٹھا
آنکھ حیران ہے کیا شخص زمانے سے اٹھا

شیخ رحمۃ اللہ علیہ فراغت کے بعد مدینہ منورہ جامعہ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے اور خوب کسب فیض کیا محنت و جفاکشی سے علوم دینیہ کا اکتساب کیا۔ جامعہ سے نکلنے کے بعد ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن آپ کے والد محترم سے شہر ہبلی کے شاہ بازار میں ملاقات ہوئی علیک سلیک کے بعد ان سے شیخ کے بارے میں پوچھا تو انہوں تفصیلات بتائیں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ سے فارغ ہو کر آئے تو انہوں نے لکڑی کے دروازے کی تجارت شروع کی اور اللہ نے کافی برکت سے نوازا زندگی سے بہت خوش تھے تجارت کے ساتھ دعوتی فریضہ بھی انجام دے رہے تھے اور یہ سلسلہ چل پڑا، ہماری ملاقات کو کافی عرصے ہو چکے تھے پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ نے ہبلی آنے کا ارادہ کیا ان کو پتہ تھا کہ میں ہبلی ہی میں رہتا ہوں اس لئے انہوں نے مجھے کال کیا فون پر بات ہوئی اتنے

دنوں کے بعد بات کرکے ہم دونوں کافی خوش تھے جب میں نے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ آرہے ہیں تو خوشی کی کوئی انتہانہ رہی جھٹ سے میں نے کہا میں آپ کو لینے بس اسٹینڈ آرہاہوں وقت مقررہ پر میں بس اسٹینڈ پہنچا چہرے پر مسکراہٹ تھی اور دل میں ملاقات کاشوق جیسے ہی بس اسٹینڈپر ہماری ملاقات ہوئی بس کیا تھاوہی تبسم،وہی نرالا انداز وہی گفتار وکردار گویا کہ زمانہ طالب علمی لوٹ آیاہو ریسیو کرکے ہم سیدھے مسجد آئے کیونکہ جمعہ کا دن تھاجمعہ سے فارغ ہو کر میں نے کھانے کی دعوت دی تو منع کر دئے پھر میں ہبلی کے ہول سیل دکانوں میں لے کر گیاکام سے فارغ ہو کر وہ اپنے گھر چلے گئے اور میں اس دن بہت ہی خوش تھا کہ آج میرے دوست سے ملاقات ہو گئی جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی خبر آئی تومیرے ہاتھ پیر کام نہیں کرنے لگے موت کی خبر بجلی بن کر گری مانو کہ پاؤں تلے زمین کھسک گئی ہو۔

اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرمائے آپ میں بہت ساری خوبیاں تھیں۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وادخله الجنة

تاثراتی اجلاس کی روداد

بقلم: امتیاز عالم عمری اڈیشہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين وعلي آله وصحبه أجمعين۔ اما بعد

28 / اگست 2022ء کو مسجد فرقان نیل سندرا، بنگلور کا سورج خوشی اور غموں کے ملے جلے جذبات کے ساتھ طلوع ہوا۔ سورج کی مدھم شعاعیں جس تیزی کے ساتھ مشرقی افق سے طلوع ہو رہا تھا۔ مسجد فرقان کے امام وخطیب اور میرے رفیق درس شیخ ثناءاللہ عمری نذیری حفظہ اللہ کے کام کی تیزی اسی رفتار سے بڑھتی جارہی تھی کیونکہ آج کا دن فارغینِ ابناء جامعہ دارالسلام عمراباد 2006 کے لئے تاریخی اور یادگار دن ہونے والا تھا، شیخ ثناءاللہ نے اپنے مرحوم ساتھی شیخ عبدالودود رحمہ اللہ کی تاثراتی و تذکیری نشست کے لئے اپنی مسجد میں عمدہ انتظام وانصرام کیا تھا جس کے لئے وہ مستحقِ ممنون ومشکور ہیں۔

قبل اس کے کہ میں اس تاثراتی اجلاس کے تعلق سے اپنے ساتھیوں کے تاثرات، جذبات اور احساسات کو قلم بند کروں۔ اس بات کی وضاحت کئے دیتا ہوں کہ مسافت کی دوری، سفر کے مسائل اور چند نجی وجوہات کی بنا پر میں بنفس نفیس اس تاثراتی مجلس میں شریک وسہیم نہ ہو سکا جس پر مجھے کافی افسوس وندامت ہے۔ یہ تاثراتی نشست ہمارے ممدوح عزیز ترین دوست، خلیق وملنسار، پاک طینت وپاکباز، میانہ قد، گھونگریالے بال، گورا رنگ، دبلا پتلا جسم، متبسم چہرہ، نفاست پسند، سرتاپا سفید لباس میں ملبوس، متحرک و فعال، دردمند، مہمان نواز، معاون ومددگار اور مخلص وغمخوار مولوی عبدالودود اکرمی عمری مدنی رحمہ اللہ کی ہے۔ جن کی اچانک موت نے ہم سب کو غمزدہ اور مایوس کر دیا ہے۔ ان کی جدائی پر ہم اپنے گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہیں ساتھ ہی ساتھ یہ کلمہ بھی ہماری زبان پر جاری ہے۔ إنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، والقَلْبَ يَحْزَنُ، ولَا نَقُولُ إلَّا ما يَرْضَى رَبُّنَا، وإنَّا بفِرَاقِكَ يَا عَبْدَ الوَدُود لَمَحْزُونُونَ۔

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

یہ سن 2006ء کی بات ہے جب ہم جماعت سوم یعنی ثانویہ سالِ آخر میں زیر تعلیم تھے اور وہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مادر علمی جامعہ دارالسلام عمرآباد بغرض داخلہ آئے تھے۔ اُس وقت ہم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ثانویہ کی پرانی بلڈنگ کے داخلی دروازے کے بعد جو سیڑھی اوپری منزل کو جاتی ہے بیٹھے آپسی گپ شپ اور ہنسی مذاق میں مصروف تھے کہ اچانک دو اشخاص سفید کرتا میں ملبوس سیڑھیوں سے چڑھتے ہوئے نووارد ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک دبلا پتلا، چھوٹے قد کا گورا لڑکا،

معصوم سا چہرہ لئے ہمارے کمرے میں داخل ہوا۔ ہم نے سمجھا کہ شاید شعبہ ءحفظ یا جماعت اولی میں داخلہ کی غرض سے آیا ہو گا جب ان کے والد جناب عثمان صادق صاحب نے بتایا کہ ان کا داخلہ آپ ہی کی جماعت یعنی جماعت سوم میں ہوا ہے تو ہمیں بڑی حیرت ہوئی کہ اتنی کم عمری میں یہ ہمارے ساتھ کیا پڑھے گا۔ خیر اس وقت ہماری نادانی اور ناتجربہ کاری تھی کہ ہم نے شیخ محترم کو ان کے قد کاٹھ سے غلط اندازہ لگایا حالانکہ مادر علمی سے فراغت کے بعد سے لیکر اپنی حیات مستعار تک بڑے ہی متحرک وفعال رہے اور کم عمری کے باوجود اپنی قابلیت وصلاحیت کی بنیاد پر علمی میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ اگر زندگی وفا کرتی اور قضا وقدر کا فیصلہ نہ ہوتا تو یقیناً کچھ بڑا کام ضرور کر جاتے۔

چونکہ میری عمر بھی اُس وقت ان سے قدر مشترک تھی اور قد و قامت میں بھی یکساں تھے۔ اس لئے رہائشی کمروں کی تقسیم کاری ہو یا پڑھائی کی باری کی تقسیم ہر ایک مناسبت میں وہ ہمارے ہی ساتھ رہتے۔ ہر اعتبار سے اعلی اخلاق و کردار کے حامل شیخ محترم نے چھ سالہ تعلیمی مدت میں کبھی بھی ایسا واقعہ ہونے نہ دیا جس سے ہمیں دل آزاری ہوئی ہو۔ تعلیم و تعلم میں ہمیشہ آگے رہتے اور حتی المقدور پڑھائی میں کمزور ساتھیوں کی مدد کرتے، درسی نوٹس وغیرہ بنانے کا انداز بالکل جداگانہ اور نرالا تھا ان کی رائٹنگ تمام ساتھیوں کی سمجھ سے بالاتر تھی لیکن باوجود اس کے امتحانات کے موقع پر ان کے نوٹس بڑے ہی مفید ثابت ہوتے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوش حال گھرانہ عطا کیا تھا اس بنا پر انواع و اقسام کے کھانے کی چیزیں ہمیشہ ان کے پاس وافر مقدار میں رہتی تھی۔ جن سے کلاس کے اکثر ساتھی مستفید ہوتے اور ہمیں معلوم ہے کہ مدارس و جامعات میں زیر تعلیم اکثر طلبہ متوسط گھرانہ یا پھر غریب گھروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ الحمد للہ شیخ محترم کو اللہ تعالیٰ نے جود وسخا کی عظیم صفت سے بچپن ہی سے متصف کیا تھا۔ اس بنا پر جامعہ میں تعلیمی مدت کے دوران کبھی بھی انہوں نے اپنی چیزوں سے منع نہیں کیا۔ کھانے پینے کی چیزیں ہوں یا لین دین کے معاملات ہوں یا تعلیم و تعلم میں ایک دوسرے کی معاونت کا مسئلہ ہو ہر جگہ وہ ایک مخلص معین و مددگار کی حیثیت سے نظر آتے۔

اساتذۂ کرام اور سینئر طلبہ کے علاوہ ہم درس ساتھیوں کی بھی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ اگر میری یادداشت خطانہ کر رہی ہو تو میں بلا مبالغہ یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ نے اپنے کسی بھی جونیئر یا سینئر ساتھی کو بے کہہ کر مخاطب نہیں کیا یہ الگ بات ہے کہ آپ اپنی شگفتہ مزاجی کے باوصف سنجیدہ ہنسی مذاق ہمیشہ کرتے رہتے تھے جو عموماً ہاسٹل کی زندگی میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ چند اساتذۂ کرام کے خادمِ خاص میں شمار کئے جاتے تھے جن کی خدمت کو اپنے لئے قابل فخر سرمایہ سمجھتے تھے۔ ان اساتذہ کی خدمت اور ان کی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ شیخ محترم اپنی پوری تعلیمی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں و ممتاز رہے۔

جب وہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم تھے اور جامعہ اسلامیہ سے فراغت کے بعد بھی ان سے رابطہ بہت کم تھا۔ لیکن جب بھی ان کو فون کرتا بڑے ہی والہانہ انداز میں گفتگو کرتے، حال احوال دریافت کرتے اور ہمیشہ بھٹکل آنے کی دعوت دیتے۔ انتقال سے چند ماہ قبل ان کی بیماری کی خبر بذریعہ واٹس ایپ معلوم ہوئی تو میں نے ان کو فون کیا شاید مرض کی شدت یا پھر کسی سبب ان سے بات نہ ہو سکی پھر میں نے بذریعہ واٹس ایپ خیریت دریافت کی مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ لیکن چند دنوں بعد ان کے انتقال کی خبر نے میرے ہوش وحواس اڑادئے چونکہ اس دن عاشورہ کے روزہ سے تھا اور مغرب سے کچھ پہلے یہ خبر موصول ہوئی تھی میں بالکل ساکت وجامد سا بیٹھ گیا۔اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسّع مدْخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، اللهم أبدله داراً خيراً من داره، وأهلاً خيراً من أهله وزوجاً من زوجه، وأدخله الجنّة، وأعذه من عذاب القبر، ومن عذاب النّار.

موصوف کی جامعہ سے جڑی یادیں چھ سال پر محیط ہے جن کا احاطہ کرنا بہت ہی مشکل لہذا میں اپنے قارئین سے معذرت کے ساتھ اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

میں تذکرہ کررہا تھا کہ بنگلورو کی مسجد فرقان میں موصوف کی تاثراتی نشست کے تعلق سے جس میں ہمارے کلاس کے حافظ سید احمد اللہ عمری (آنیکل)، حافظ سید عمیر عمری (رام کیم)، حافظ شاکر احمد عمری (رائیدرگ)، شیخ شعیب عمری (بنگلورو)، عمران پٹیل عمری (کوڈلگی)، محمد ارشاد عمری (آدھونی)، سید اسماعیل عمری (مالور)، حافظ عبدالواجد عمری (کورٹلہ)، عبدالقدوس عمری (حیدرآباد)، شیخ ثناءاللہ عمری (بنگلورو)، پرویز عالم عمری (سرسی)، محمد اظہر عمری (رائچور)، محمد فضل الرحمن عمری (شاہ آباد)، حافظ محمد یونس (سندگی)، سید مذکر حسین (بنگلورو)، حافظ احسن خان (تری پاتور)، حافظ محمد عارف (بنگلورو) شریکِ نشست رہے، اور شیخ رحمہ اللہ کے تعلق سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

انہی تاثراتی کلمات کو تحریری قالب میں ڈھالنے کے لئے برادرم شیخ پرویز عالم عمری رکن دارالھدی اڈپی نے ہمیں مکلف کیا اور ہمارے ہر دلعزیز ساتھی شیخ ثناءاللہ عمری نذیری نے اپنے حوصلہ افزا کلمات سے میری ہمت کو مہمیز عطا کی۔ میرے قلم میں نہ وہ سلاست ہے کہ میں تاثراتی کلمات کو حوالہء قرطاس کروں اور نہ ہی زبان وبیان میں وہ لطافت ہے کہ قاری کو اپنا گرویدہ بنالوں پھر بھی میں اپنی کم مائیگی اور علمی بے بضاعتی کے باوجود اس ذمہ داری کے لئے اپنے مرحوم دوست کی محبت میں حامی بھرلی اور اپنے قلم کو جنبش دی۔ جس کے لئے میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور شیخ ثناءاللہ و شیخ پرویز کا بھی ممنون ہوں۔

جیسا کہ میں نے پہلے ہی یہ وضاحت کردی تھی کہ میں مجلس میں بنفس نفیس شامل نہ تھا اس لئے ساتھیوں کی ویڈیو رکارڈنگ سے پوری مجلس کی روداد احاطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

مجلس کا آغاز شیخ شاکر عمری حفظہ اللہ کی تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا بعدہ حافظ سید احمد اللہ عمری حفظہ اللہ نے استقبالیہ کلمات پیش کیا۔ اور کہا کہ عبدالودود کی محبت اور ان کا اخلاص جو ہم تمام ساتھیوں کے تئیں ان کے دل میں تھا وہ چیز ہمیں یکجا اور اکٹھا کی ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا کہ ابناء جامعہ کی آپسی قلبی تعلقات بے مثال ہے خصوصاً ہم درس و ہم سبق ساتھیوں کی آپسی محبت دوسرے سارے مدارس کے ابناء میں جامعہ دارالسلام عمرآباد کو ممتاز کرتی ہے۔ جس کی ایک مثال دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ جب وہ اپنی اہلیہ سے اس خصوصی نشست کا تذکرہ کئے کہ کتنے دور دراز سے ہمارے ساتھی جمع ہورہے ہیں تو وہ حیرت و استعجاب کی تصویر بنی بیٹھی رہیں۔

بعدہ انہوں نے کہا چونکہ ممدوح محترم کی نماز جنازہ ان کے انتقال کے چند گھنٹوں کے بعد ادا کئے جانے کا وقت طے کیا گیا تھا اس لئے ہم چند احباب چاہ کر بھی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔ بہر حال چند دنوں کے بعد ہمارا ایک وفد جس میں مسیح اللہ عمری (شیموگہ)، حافظ شاکر احمد عمری، سید مذکر حسین، محمد اظہر عمری، محمد ثناء اللہ عمری اور محمد عارف عمری شریک رہے۔ ان کی لحد میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد ہمارا یہ قافلہ مرحوم عبدالودود کے نعمت کدہ میں وارد ہوا وہاں پر جو منظر ہماری آنکھوں نے دیکھا اسے زبان حال سے بیان کرنا میرے لئے بالکل ہی ناممکن ہے۔ ان کے تینوں بچوں کو جو بمشکل تین تا آٹھ سال کے درمیان کے ہوں گے ان کو دیکھتے ہی ہمارا سارا ضبط ٹوٹ گیا اور ہماری آنکھوں نے سارے جذبات و احساسات کو آنسوؤں کی لڑی کی شکل میں عیاں کردیا۔ خصوصاً ان کے تین سالہ بیٹے مسمی محمد عثمان عبدالودود جو شکل وصورت کے اعتبار سے ہو بہو اپنے والد کی طرح تھے ان کو جب میں نے اپنی گود میں اٹھایا تو میرے اعضاء وجوارح میرے قابو میں نہیں تھے بس آنکھوں سے ایک سیلِ رواں جاری تھا جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

وہ منظر آج بھی میں بھلائے نہ بھول پارہا ہوں جب اُن ننھے سے کلیوں کو اچھلتے کودتے اور اپنی ہی دنیا میں مست و مگن دیکھا۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ ہمارے ساتھ اتنا بڑا سانحہ پیش آیا ہے، ہم سے ہمارے والد کا سایہء شفقت آٹھ چکا ہے اور ہم یتیم ہوگئے ہیں یقیناً اُس وقت مجھے حدیث رسول انا وکافل الیتیم کھاتین کا حقیقی معنیٰ ومفہوم سمجھ میں آرہا تھا کہ کیوں رسول عربی ﷺ نے یتیم کی کفالت پر اتنا زور دیا ہے؟

لہذا ان کے انتقال سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے جو نہ وقت دیکھتی ہے، نہ جوانی دیکھتی ہے، نہ حسن وجمال دیکھتی ہے اور نہ ہی دنیا کی کوئی متاعِ عزیز بلکہ جب وقت موعود آچکا ہوتا ہے تو موت اپنے آہنی پنجے میں اس کو جکڑ لیتی

ہے۔اس لئے ہمیں یہ آیت کریمہ ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہئے۔﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾﴾ الحشر:۱۸

بعدہ حافظ شاکر احمد عمری حفظہ اللہ رائیدرگی نے اپنا تاثراتی کلام پیش کیا۔انہوں نے کل نفس ذائقة الموت سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور بڑے ہی دلسوز آواز میں اپنے ساتھی کی یادوں کو سامعین کے سامنے رکھا۔ جامعہ میں دوران تعلیم عبد الودود کے حسنِ معاملات، علم دوستی اور غریب ونادار طلبہ کے تعلق سے جو نرم پہلو تھا چند مثالوں کے ذریعے ان کو بہترین خراج عقیدت پیش کی۔

عالمیت سالِ آخر کا ایک واقعہ جو خود ان کے ساتھ پیش آیا اس کو بتلاتے ہوئے کہا کہ عالمیت سال آخر میں ہمارے کلاس لیڈر رسید احمد اللہ تھے۔کلاس کے غریب طلبہ کی فہرست تیار کرنے کی ذمہ داری انہیں تفویض کی گئی تھی انہوں نے شیخ عبد الودود رحمہ اللہ کی شہادت پر میرا نام بھی شاملِ فہرست کرلیا۔ جامعہ کی جانب سے اس حسن تعامل پر میں ارباب جامعہ کا بے حد شکر گزار ہوں لیکن مجھے اس کی خبر فراغت کے سال معلوم ہوئی۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ممدوح محترم اپنے طالب علمی کے زمانے سے ہی معاشی اعتبار سے کمزور طلبہ کے تئیں ہمیشہ فکر مند رہتے تھے، معاشی اعتبار سے ہو یا تعلیمی اعتبار سے جو بھی طلبہ کمزور ہوتے ان کی ہمیشہ وہ مدد کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔

آخر میں انہوں نے کہا کہ انتقال سے چند ماہ قبل برادرم پرویز عالم عمری (سرسی) کے توسط ان سے فون پر گفتگو ہوئی۔ اللہ نے انہیں آواز پہچاننے کی زبردست خاصیت سے نوازا تھا وہ فوراً پہچان لیتے تھے کہ کون بات کر رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور بڑی خصوصیت ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتی بلکہ بذات خود میں اس معاملے میں بڑا کوتاہ ہوں مگر ایسی نازک حالت میں بھی ابھی علیک سلیک ہی ہوا تھا کہ محترم مجھے پہچان گئے۔ پھر الحمد للہ ویڈیو کال کے ذریعے بھی بات ہوئی دوران گفتگو وہ اپنی ہارڈویئر دکان میں تھے جب میری نظر ایک نل پر پڑی تو میں نے ازراہ تفنن ان سے کہا کہ اچھا بھائی عبد الودود اب آپ پوری دنیا کے لوگوں کو نہلانے کا کام کر رہے ہیں۔اس پر وہ اپنے مخصوص انداز میں صرف مسکرا کر رہ گئے۔

اس کے بعد حافظ سید عمیر عمری حفظہ اللہ (رام کیم) رونق اسٹیج ہوئے آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز کل نفس ذائقة الموت سے کیا۔ آپ نے بتایا کہ انتقال سے چند ایام قبل واٹس ایپ کے ذریعے ان کی طبیعت کی ناسازی کی اطلاع موصول ہوئی اُس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ شیخ رحمہ اللہ مہلک مرض کے شکار ہیں پھر چند دنوں کے بعد دوبارہ، سہ بارہ ان کی صحت وشفایابی کے لئے مختلف گروپس میں پیغامات موصول ہوتے رہے۔ اس پر اچانک میرا دل گھبرا اٹھا اور سوچنے لگا کہ ایسی کون سی بیماری لاحق ہوگئی ہے

جس کی وجہ سے بار بار دعائے صحت کی درخواست کی جارہی ہے۔ لیکن جب خبر انتقال موصول ہوئی تو دل یہ ماننے کے لئے ہر گز تیار نہ ہوا میں نے دل کو بارہا سمجھایا کہ شاید یہ خبر غلط ہو شاید ہو سکتا ہے خبر غلط پھیل گئی ہو میں اسی وقت شیخ ثناء اللہ عمری نذیری اور شیخ عبد الواجد عمری سے یکے بعد دیگرے رابطہ کیا لیکن انہوں نے بھی اس تعلق سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی تصدیق ہو گئی کہ انتقال کی خبر درست ہے۔

ایک عالم دین کا اس کم عمری میں چلے جانا خود ہمارے لئے اور امت مسلمہ کے لئے بڑا خسارہ ہے کیونکہ جو حضرات ان سے واقف ہیں ان تمام کو معلوم ہے کہ وہ طالب علمی ہی کے زمانے سے پڑھائی لکھائی اور دیگر رفاہی امور میں بڑے حساس اور محنتی تھے۔ چونکہ ہم دونوں کے عمر میں قدرے تفاوت تھا اس لئے ان سے زیادہ مراسم و روابط نہ تھے۔ البتہ فضیلت سال آخر میں انجمن دائرۃ الأدب کی ذمہ داری جب میرے ذمہ آئی تو وہ بھی ایک رکن کی حیثیت سے جڑے اسی دوران ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں ہو جایا کرتی تھیں۔ لیکن جہاں تک میں انہیں جانتا ہوں وہ الطهارة شطر الايمان کے عملی نمونہ تھے، خوش اخلاق اور خوش پوشاک تھے ہمیشہ ہنسنے اور مسکرانے والی شخصیت تھے، بالکل بے ضرر انسان تھے، اخلاق و مروت کے اعلی مدارج پر فائز تھے اور اپنے ساتھیوں و اساتذہ ہر ایک کی عزت و تکریم ان کی عادت تھی۔

تاثراتی سلسلے کی اگلی کڑی نے بنگلورو کے شعیب شیخ عمری حفظہ اللہ سے ہمیں متعارف کروایا۔ موصوف نے سب سے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی ہمارے یہاں جمع ہونے کو اللہ کا فضل و کرم بتایا اور کہا کہ بھائی عبد الودود رحمہ اللہ کے تعلق سے ہمیں کچھ بھی خبر معلوم نہ تھی۔ چونکہ گاہے بگاہے میں اور ہمارے چند ساتھی کلیۃ الحدیث بنگلورو کے پروفیسر فضیلۃ الشیخ حافظ عبد الحسیب عمری مدنی حفظہ اللہ سے بغرض ملاقات جایا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے عید الاضحی کے بعد بھی ہم لوگوں نے ایک پروگرام طے کیا اور شیخ سے افادہ و استفادہ کی غرض سے کلیۃ الحدیث کی جانب پابہ رکاب ہوئے۔ شیخ نے ہمیں بتایا کہ عبد الودود بھٹکلی غالبا آپ حضرات کے ہم درس ساتھی ہیں تو ہم نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کینسر جیسی مہلک مرض کے شکار ہو گئے ہیں اور ان کی بیماری کافی ایڈوانس اسٹیج کو پہنچ چکی ہے۔ یہ سن کر میں بڑا افسردہ ہوا کیونکہ میری والدہ محترمہ بھی اسی مہلک مرض کے شکار ہیں اس لئے مجھے اس بیماری کی سنگینی، اس میں ہونے والی تکالیف کا مجھے بہتر اندازہ ہے۔ کینسر کا مرض اتنا خطرناک ہے کہ مریض تو اس کی تکلیف کو برداشت کرتا ہی ہے ساتھ ہی ساتھ اس کے لواحقین و متعلقین بھی کافی پریشان ہوتے ہیں۔ کینسر کے مریض کو ہر دن ایک نئی امید اور نئی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، گھر کے ماحول کو بالکل پر امن اور شانتی والا بنانا ہوتا ہے، مریض کو ہمیشہ خوش رکھنا پڑتا ہے، اسے جو پسند ہے انہی کاموں کو انجام دینا پڑتا ہے، جن لوگوں سے اسے انسیت ہوتی ہے انہیں اس کے قریب رکھنا پڑتا ہے کیونکہ اس حالت میں مریض سے زیادہ اس کے دیکھنے والوں کا فوکس رہتا ہے۔

بہر حال میں نے شیخ سے عبد الودود کا نمبر لیا اور اسی وقت رابطہ کیا انہوں نے فون ریسیو کیا اور ریسیو کرتے ہی مجھے پہچان گئے سلام ودعا اور خیریت دریافت کرنے کے بعد چونکہ ان کے خمیر میں مہمان نوازی کا عنصر تھا جیسا کہ تمام ساتھیوں نے تذکرہ کیا اس کی ایک مثال آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ایسی مہلک بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی ان کی آواز میں مایوسی نہیں تھی نہ ان کی ادا میں غم تھا اُس وقت بھی وہ ہمیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے رہے تھے، مہمان نوازی کا شرف لینا چاہ رہے تھے، وہ کہتے ہیں ہم لوگوں کو بھی میزبانی کا شرف عطا کیجئے، آپ خود نہیں بلکہ مع اہل وعیال تشریف لائیں۔ الحمد للہ اللہ نے کافی کچھ نوازا ہے جس سے ان شاء اللہ مہمان نوازی میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوگی۔ مہمان نوازی کی یہ عظیم صفت جس سے وہ متصف تھے آج کے ماحول میں بالکل مفقود ہوتا جارہا ہے اسے زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کی ہم سب کو ضرورت ہے۔

شعیب شیخ حفظہ اللہ نے مزید بتایا کہ استاذ الاساتذہ علامہ حفیظ الرحمن اعظمی عمری مدنی رحمہ اللہ سے بھی شیخ عبد الودود کے گہرے تعلقات وابستہ تھے وہ اُن کی دل وجان سے خدمت کیا کرتے تھے ان کے توسط سے کبھی کبھار مجھے بھی خدمت کا موقع مل جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن استاذ محترم کی اہلیہ محترمہ گھر پر نہیں تھیں شیخ نے ہمیں یہ کہہ بھیجا کہ کل ناشتہ کے لئے صرف عبد الودود کو مطلع کردیں گے تاکہ وہ ناشتہ لے کر آجائیں۔ صرف شیخ ہی نہیں بلکہ کئی اساتذہ کی وہ دل وجان سے خدمت کیا کرتے تھے۔ لیکن مجھ سے یہ غلطی ہوگئی کہ میں عبد الودود کو کہنا بھول گیا جس کی وجہ سے استاذ محترم بھوکے ہی درس کے لئے آگئے، جب انہوں نے عبد الودود سے دریافت کیا کہ کیا بھئی آج ناشتہ لانا بھول گئے کیا؟ تو عبد الودود نے جواب دیا کہ نہیں شیخ مجھے تو معلوم نہیں تھا تو انہوں نے کہا کہ کیا شعیب شیخ نے آپ کو نہیں بتایا عبد الودود نے نفی میں سر ہلا دیا۔ شیخ نے کہا اچھی بات ہے کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ شعیب شیخ سے اس کا تذکرہ نہ کریں۔ لیکن عبد الودود کہاں رکنے والے تھے ان کے اندر ایک دردمند دل جو تھا وہ مجھے ساری بات بتادئے اور کہا کہ شیخ نے مجھے آپ سے تذکرہ کے لئے منع کیا تھا مگر پھر بھی میں آپ کو اس لئے بول رہا ہوں کہ شیخ آج بھوکے ہی آگئے ہیں لہذا آپ جاکر شیخ سے معافی طلب کریں اس طرح آپ کو معافی کا ایک موقع مل جائے گا۔

شعیب شیخ نے آخر میں کہا کہ ہمارے ایک کم عمر ساتھی ہم سے جدا ہوگئے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

بعدہ ہمارے ساتھی شیخ فضل الرحمن عمری حفظہ اللہ شاہ آبادی تشریف لائے۔ اولا انہوں نے اللہ رب العالمین کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے کہ آج ہم سب یہاں پر جمع ہوئے ہیں۔ چونکہ میرا تعلیمی سفر اعدادی سے شروع ہوا اس لئے بھائی عبد الودود کے ساتھ صرف فضیلتیں کے دو سال ہی ساتھ پڑھنے پڑھانے اور وقت گزارنے کا موقع ملا الحمد للہ جب تک جامعہ میں رہا اس دوران سب سے قابلِ ذکر چیز جو میں نے ان کے اندر دیکھا وہ ہے ان کا اخلاق وکردار۔ رسول عربی ﷺ کے ارشاد گرامی کے

مطابق دخول جنت کے اعمال میں سے ایک اہم عمل حسنِ اخلاق بھی ہے جو بھائی عبد الودود کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا اور جس کا تذکرہ آج کی اس نشست میں تقریبا تمام ساتھیوں نے کیا اور ہمارے سنئیر عمری بھائی شیخ عنایت اللہ نسیم حفظہ اللہ نے بھی اپنی نظم میں جس کا تذکرہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں شیخ پرویز عالم عمری، شیخ ارشاد عمری، شیخ عمران پٹیل عمری، شیخ عبد القدوس عمری، شیخ اظہر الدین عمری، شیخ تنویر الہی عمری، شیخ محمد یونس سنابلی، حافظ محمد عارف، حافظ احسن خان اور سید مذکر حسین حفظہم اللہ نے بھی اپنا اپنا تاثراتی بیان اور اپنے جذبات واحساسات کو بیان کیا۔

آخر میں شیخ ثناء اللہ عمری نذیری حفظہ اللہ کے کلمات تشکر سے مجلس کا اختتام کیا گیا۔ موصوف نے اپنے تاثراتی بیان میں کہا کہ یہ ایک تاثراتی پروگرام تو ہے لیکن یہ پروگرام برائے تذکیر ہے۔ کل تک ہم اپنے جس ساتھی کو حفظہ اللہ کہتے تھے وہ آج رحمہ اللہ ہوگئے ہیں۔ بھائی عبد الودود کی موت اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی زندگی سے جو اسباق ہمیں حاصل ہوتے ہیں ہم اسے اپنی زندگی میں نافذ کریں۔ ان کی زندگی کے قابل تقلید پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے اساتذۂ کرام کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے ان کی ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ بھٹکل سے ہوئی، اس کے بعد جامعہ دارالسلام عمرآباد سے ہوتے ہوئے کلیۃ الحدیث بنگلورو کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہوئی اور الحمد للہ جامعہ اسلامیہ سے آپ نے ماجستیر کی ڈگری بھی حاصل کی تھی۔ ہر جگہ آپ اپنے اساتذہ کے محبوب رہے۔ ان کے انتقال بعد اب تک جن احباب سے ملاقات ہوئی ہے سبھوں نے یہ تاثرات پیش کیا کہ شیخ عبد الودود اپنے اساتذہ کا حد درجہ احترام کرنے والے تھے، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے، ان سے ہمیشہ رابطے میں رہتے اور احوال وکوائف سے آگاہی حاصل کرتے تھے یہی وہ امتیازی خاصیت تھی جو انہوں اپنے دوسرے ساتھیوں سے انہیں ممتاز کرتی تھی۔ اور اس عظیم خاصیت وخصوصیت سے آج ہم میں سے اکثریت محروم ہیں ہم نے کبھی اپنے اساتذہ کو فون نہیں کیا، کبھی ان کی خیریت دریافت نہیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

ان کی زندگی کا ایک اور پہلو جس سے ہم نصیحت حاصل کرسکتے ہیں۔ وہ یہ کہ موصوف ہمیشہ اپنے تشجیعی وحوصلہ افزا کلمات سے دوسروں کی حوصلہ افزائی کرتے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک پروگرام کی مناسبت سے بھٹکل کے ایک مشہور ومعروف ادارہ مرکز ابن حجر عسقلانی میرا جانا ہوا۔ مذکورہ پروگرام کی نظامت بھائی عبد الودود کے ذمہ تھی اس وقت انہوں نے جن تعریفی وتوصیفی کلمات سے مجھے مدعو کیا اور جس طرح کی ہمت افزائی کی وہ یقیناً قابل تقلید عمل ہے کیونکہ علمی اعتبار سے مجھے سے متفوق ہونے کے باوجود اپنے معاصر ساتھی کا اس انداز سے تعارف کرانا یقیناً ہر ایک کی بس کی بات نہیں ہے اور یہ عظیم صفت ہر ایک کو نصیب بھی نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ شیخ کی زندگی کے مختلف پہلو ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر معاشرہ میں ہم ایک مثالی کردار کے حامل افراد کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔

اخیر میں انہوں نے تمام حاضرین وسامعین کا شکریہ ادا کیا اور مستقبل میں اسی طرح موقع ومناسبت سے آپس میں مل بیٹھنے کی گزارش کی۔ کفارہ مجلس کے دعا کے ساتھ اختتام مجلس کا اعلان کیا گیا۔

کہاں سے لائیں آپ جیسا!!!

ابو جمانہ پرویز عالم عمری سرسی

وإنا لفراقك يا أبا داؤد لمحزونون

اللہ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے مجھ ناچیز کو زیر نظر کتاب کی ترتیب کا زرین موقع عنایت فرمایا جب میں نے تمام مشائخ کرام اور قلم کاران کے تاثرات ومضامین کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ جب اتنے بڑے بڑے مشائخ نے اپنے اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں تو میری کیا مجال کہ میں اپنے قلم کو جنبش دوں اور ویسے بھی میں مضامین لکھنے کا عادی نہیں ہوں۔ مگر میرے مربی و مشفق بھائی شیخ ڈکتور پرویز مدنی، میرے عزیز دوست شیخ شیبہ الحمد مدنی اور میرا دیرینہ یار، ہم درس ساتھی شیخ امتیاز عمری حفظہم اللہ نے بار بار میری حوصلہ افزائی کی اور لکھنے پر مجبور کیا کیوں کہ میرے اور شیخ عبد الودود کے تعلقات جامعہ دارالسلام عمر آباد سے لے کر ان کی آخری سانس تک مربوط رہے۔ ان کی حسین یادیں اور دلنشیں باتیں میری زندگی کے آخری لمحات تک ایک یادگار بن کر رہ جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب وتہذیب میں میں نے بذات خود اپنے ذمہ لی تاکہ میں بھائی عبد الودود کی زندگی کے مختلف گوشوں کو مزید بہتر طریقے سے جان سکوں اور اپنے ذہن ودماغ میں نقش کرکے ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کر سکوں۔

ہر وہ شخص جس کا تعلق شیخ عبد الودود سے تھا سبھوں نے اپنی تحریر یا اپنے بیان میں ان کے اعلیٰ اخلاق اور عمدہ صفات کا اظہار بھی کیا ہے۔

جامعہ دار السلام عمر آباد میں شیخ عبد الودود کا داخلہ جماعت سوم میں ہوا طلبہ کی کثرت کی وجہ سے وہ دوسرے سیکشن میں اور میں دوسرے سیکشن میں تھا اور ہمارا رہائشی کمرہ بھی مختلف تھا۔ جس کی وجہ سے جماعت سوم سے وابستہ یادیں بہت ہی کم ہیں۔ چونکہ بھٹکل اور سرسی دونوں ایک ہی ضلع کے اندر آتا ہے اور دونوں شہروں کے مابین شادی بیاہ سے لیکر تجارتی و دیگر سماجی و معاشرتی تعلقات کافی مضبوط ومستحکم ہیں اس لئے شروعاتی ایام میں جغرافیائی قربت کی بنیاد پر ان سے تعلقات استوار ہوئے بعد کے ایام میں ہمارے تعلقات میں اتنی گہرائی اور مضبوطی آئی کہ میں اپنے دکھ سکھ ان سے شئیر کرنے لگا۔ چاہے تعلیمی مسئلہ ہو یا پھر کوئی اور پریشانی ہر چیز میں ان سے مشورہ کرنا میری عادت سی بن گئی تھی۔

عالمیت سال اول (چہارم) سے لے کر فضیلت سال آخر یعنی فراغت تک الحمد للہ ایک ہی کلاس اور ایک ہی کمرے میں رہنے کا موقع ملا۔ جب ہم عالمیت سال اول (چہارم) میں زیر تعلیم تھے اس وقت کی بات ہے کہ ہمارے ایک ساتھی حافظ محمد ابراہیم جو شہر کرنول کے تھے کسی سبب وہ عبد الودود سے ناراض ہو گئے لیکن شیخ عبد الودود رحمہ اللہ اتنے ظریف اور خوش مزاج انسان تھے کہ

ابراہیم جو کچھ بھی کہتے ان کی بات ختم ہوتے ہیں فورا ایک ہی بات دہراتے اور کہتے یہ بھی صحیح یہ بھی صحیح اس پر ابراہیم کافی غصہ ہوگئے جب یہ بات مشرف سکن جناب عبد الباری صاحب تک پہنچی تو انہوں نے شیخ عبد الودود سے کہا کہ آپ نے ایسا کیا کہہ دیا کہ ابراہیم اتنے غصے میں ہیں تو انہوں نے بڑی معصومیت سے اپنے انوکھے انداز میں جواب دیا بس میں نے تو یہی کہا کہ یہ بھی صحیح ہے اس پر مشرف سکن نے بھی مسکرادیا اور کہا اس میں کیا غلطی ہے بھئی وہ تو آپ کی ہر بات کی تصدیق ہی تو کر رہے ہیں۔ جس سے آپ ان کی سادگی اور خوش دلی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اسی طرح عالمیت سال دوم (پنجم) کا ایک واقعہ جو آج تک مجھے یاد ہے اور جب بھی یاد آتا ہے بے ساختہ ہلکی سی مسکراہٹ میرے لبوں پر چھا جاتی ہے۔ جس سے آپ شیخ عبد الودود کی حاضر جوابی اور طالب علمی زمانے سے ہی نشیط ذہن کا اندازہ لگا سکتے ہیں واقعہ یوں ہے کہ صوبہ اڈیشہ کے ہمارے ساتھی امتیاز عالم اڈیشہ نے ایک شعر کہا جس پر عبد الودود نے برجستہ طور پر اس کا دوسرا مصرعہ مکمل کیا جو پہلے مصرعہ کی تکمیل لگ رہا تھا اس پر کمرے میں موجود سارے ساتھی ہنس پڑے اور داد و دہش کی برسات ہونے لگی لیکن میرا سوء حفظ دیکھیں کہ واقعہ تو یاد رہ گیا مگر شعر یاد نہ رہا۔

جامعہ میں دوران تعلیم کا زمانہ ہمارے بچپنا کا زمانہ تھا اس وقت ہمارے درمیان ایک بات بہت مشہور تھی کہ جب بھی عبد الودود کوئی بات کہتے اگر سامع اس بات کو دوبارہ سننے کے لیے لفظ "آں" کہتا تو وہ فورا لفظ "ہاں" کہتے جس کا کوئی مطلب نہیں جس کی وجہ سے سامع کے چہرے پر ایک مسکراہٹ چھا جاتی اور محفل کشت زعفران ہو جاتی۔ گویا وہ "ادخال السرور علی المؤمن" کے عملی تصویر تھے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جس وقت شیخ عبد الودود طلبہ ء جامعہ کا ماہنامہ آرگن مجلہ تنویر کے ذمہ دار تھے۔ اس وقت استاذ محترم دکتور سعید احمد عمری مدنی پڑنوی اور ڈاکٹر سعید احمد عمری وانمباڑوی حفظہما اللہ مجلہ کے نگران تھے۔ موصوف نے مجلہ کے ٹائٹل پیج پر شیخین کے اسمائے گرامی کو دکتور اور ڈاکٹر کی تفریق سے مزین کیا جس پر ڈاکٹر سعید احمد عمری وانمباڑی نے استفسار کیا تو موصوف نے وضاحت کرتے ہوئے فورا کہا آپ چونکہ ہندوستانی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور دکتور سعید احمد عمری مدنی نے مملکت عربیہ کی یونیورسٹی سے دکتوراہ کی تکمیل کی ہے اس لئے میں نے یہ تفریق کی ہے جس پر استاذ محترم بھی ہنس پڑے۔ اس طرح کی کئی ایک مثالیں اور واقعات ہیں جو موصوف کی حاضری جوابی اور ظریف طبیعت کی غماز ہے۔

جب میں نے یہ تاثراتی مضمون لکھنا شروع کیا تو میرے ذہین میں شیخ عبد الودود کے تعلق سے اتنی یادیں تازہ ہو گئیں کہ میری آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے اللہ میرے بھائی عبد الودود کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

میرے اور شیخ عبد الودود کے تعلقات اتنے گہرے تھے کہ کئی مرتبہ وہ میرے گھر مہمان بنتے اور کئی مرتبہ میزبانی کا شرف بھی حاصل کرتے وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے پرویز میرا گھر ماشاء اللہ بہت کشادہ ہے آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تشریف لائیں، مگر مجھے اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ جب کبھی میں ان کا مہمان بنتا بڑی خاطر و تواضع کرتے عمدہ سے عمدہ اور انواع و اقسام کی چیزوں سے دستر خوان کو سجاتے اور اس والہانہ انداز سے پیش آتے کہ مجھے کبھی بھی ان کے گھر میں اجنبیت یا بوریت محسوس نہیں ہوتا۔

عبد الودود کا نکاح مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ مدینہ منورہ میں دلہن کا گھر میرے مربی دکتور حافظ عبد المقیت مدنی حفظہ اللہ کا گھر تھا اور دولہے کا گھر دکتور ابو عمر پرویز احمد عمری مدنی حفظہ اللہ کا گھر ان کی شادی میں میں نے ایک درع بطور تحفہ دیا تھا جو موصوف کو کافی پسند آیا وہ ہمیشہ اس کا تذکرہ کرتے اور کہتے کہ پرویز اگر اس میں شادی کی تاریخ مرقوم ہوتی تو مزید بہتر ہوتا۔

میں نے اپنی بڑی بیٹی جُمانہ کے عقیقہ کی تقریب میں مدینہ منورہ کے ساتھیوں کو مدعو کیا۔ دکتور حافظ عبد المقیت مدنی حفظہ اللہ کے گھر مہمانوں کے کھانے کا پورا انتظام کیا گیا الحمد للہ دکتور اور ان کے اہل خانہ نے سارا انتظام و انصرام بڑی خوش دلی سے کیا اسی طرح دکتور ناکوا پرویز عمری مدنی حفظہ اللہ کے گھر مختلف انواع و اقسام کی مچھلیاں تیار کی گئیں اور میرے بھائی شیخ عبد الودود کے گھر مختلف اقسام کی مٹھائیاں تیار کیا گئیں۔ الحمد للہ تینوں مشائخ نے مجھے اپنے گھرانے کا ایک فرد جانا اور مجھے بہتر سے بہتر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور مجھے کبھی یہ محسوس ہونے نہیں دیا کہ میں پردیس میں اپنوں سے دور اکیلا ہوں۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران دکتور حافظ عبد المقیت مدنی، دکتور ناکوا پرویز مدنی، شیخ معین مسکین مدنی اور بھائی عبد الودود کے گھر اکثر میری مہمان نوازی ہوا کرتی تھی کاش وہ ایام پھر سے لوٹ آتے۔ پھر سے وہ ہشاش بشاش چہروں کا دیدار ہوتا۔

مدینہ منورہ میں اپنی معاشی مسائل کو لے کر میں اکثر مشغول رہا کرتا تھا میں اللہ اور اپنے والدین کے بعد اگر کسی کا سب سے زیادہ مشکور و ممنون ہوں تو وہ ہیں دکتور ابو عمر پرویز مدنی حفظہ اللہ کا جنہوں نے مجھے مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی اور ہندوستانی مشائخ کا تعارف کروایا اور اپنی صحبت میں زندگی کے بہت ہی قیمتی پل گزارنے کا موقع فراہم کروایا، قابل ذکر مشائخ جن کو میں کبھی بھلا نہیں سکتا وہ ہیں دکتور سفیان قاضی مدنی، دکتور عاصم مدنی، دکتور جاوید ندیم مدنی، دکتور اسحاق مدنی، شیخ مبارک مدنی اور شیخ معین مسکین مدنی حفظہم اللہ۔ اللہ ان مشائخ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور قوم وملت کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین

الحمد للہ شیخ عبد الودود ایک کامیاب تاجر بھی تھے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تجارت کیا کرتے تھے مدینہ منورہ میں دوران تعلم قلم اور چمڑے کے پرس کی تجارت کیا کرتے تھے مدینہ منورہ میں میرا قیام جرف کے علاقے میں تھا وہاں کے چند دکان داروں سے میری اچھی شناسائی تھی شیخ عبد الودود نے مجھے سے کہا کہ آپ وہاں کے دکانداروں سے میرا تعارف کرائیں تاکہ میں ان کو قلم اور پرس ہول سیل میں دے سکوں اور اگر چاہیں تو آپ بھی منافع میں شریک ہوسکتے ہیں میں نے کہا مجھے منافع کی ضرورت نہیں بس آپ تجارت کریں اور

ہمیں دعاؤں سے نوازتے رہیں بہر کیف وہ جرف آئے دکانداروں سے ملاقات کی اور اپنا سامان فروخت کئے کیوں کہ جرف کے علاقے میں اکثر ہندوستان یا باہر ممالک سے تشریف لائے ہوئے احباب زیادہ رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے وہاں تجارت کرنا پسند کیا اور اسی دوران مجھے ایک بہترین لیدر کا پرس بھی تحفہ میں دیا جسے کافی دنوں تک میں نے استعمال کیا۔

میں بحیثیت گرافک ڈیزائنر مدینہ منورہ میں کام کیا کرتا تھا عبدالودود کو میرے تزئین کردہ ڈیزائن بہت پسند آتے تھے اسی وجہ سے وہ ہمیشہ میری ہمت وحوصلہ افزائی کرتے اور اپنے مخصوص لب ولہجہ میں توصیفی کلمات سے نوازتے۔ شادی کے بعد بھائی عبد الودود اپنی فیملی کے لئے ایک گھر کرایہ پر لیئے گھر کے اشیاء کی خریداری کے وقت ایک فریج جو مناسب قیمت پر انہیں دستیاب ہوگیا اسے خرید لیا مگر اس کا رنگ انہیں پسند نہیں آیا تو میں نے کہا عبدالودود میں اس کا رنگ بدل دیتا ہوں وہ پوچھنے لگے کیا یہ ممکن ہے؟ تو میں نے کہا دنیا میں کون سی چیز ممکن نہیں پھر میں نے گولڈن کلر سے فریج کو اسٹیکرینگ کر دیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور جب انہوں نے فریج کو گولڈن رنگ میں دیکھا تو میری حوصلہ افزائی ان الفاظ سے کیا کہ جس طرح کا کلر آپ نے انتخاب کیا ہے کمپنی والے بھی اس طرح کا کلر نہیں سوچے ہوں گے۔

شروع ہی سے وہ تجارت میں کافی دلچسپی رکھتے تھے مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد جب وہ شہر بھٹکل میں انڈین ہارڈویئر نامی دکان کا افتتاح کئے تو انہیں اپنی دکان کے لئے لوگو کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور میں بڑے ہی پرکشش اور جاذب نظر ایک لوگو تیار کر دیا جس پر وہ بہت خوش ہوئے اور اسی لوگو کو اپنی اسکوٹر پر بھی لگایا اور جم کر میری تعریف کی۔ وہ ہمیشہ مجھ سے کہا کرتے تھے پرویز آپ تجارت کیجئے مجھ سے جتنا ممکن ہو سکے گا میں آپ کی مدد کرونگا، انڈین ہارڈویر نامی ایک دکان آپ بھی سرسی میں کھول لیں دکان کا کرایہ اور ساز وسامان مہیا کرانے کی ذمہ داری میری ہوگی آپ کو صرف دکان میں پابندی سے ڈیوٹی کرنا ہے اور لوگوں سے روابط استوار کرنا ہے۔ نفع میں ہم دونوں شریک رہیں گے۔ میں نے صرف اس وجہ سے انکار کر دیا کہ کہیں مال کی وجہ سے ہمارے تعلقات میں دراڑ نہ آجائے، اس لئے میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ تجارت کریں اور میں ملازمت کروں گا۔

شیخ عبدالودود میرے تئیں بڑے ہی مخلص اور خیر خواہ تھے میری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے اور اسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے جب میں مرکز دار الہدی اڈپی میں بحیثیت موظف کام کا آغاز کیا تو ہمیشہ مجھ سے رابطہ میں رہتے اور حال احوال سے آگاہی حاصل کرتے کام کے تعلق سے پوچھتے اور وقت مقررہ پر مشاہرہ کے تعلق سے بھی دریافت کرتے رہتے تھے۔ حالانکہ مجھے مرکز دار الہدی میں کبھی بھی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اس کے باوجود ازراہ ہمدردی ان چیزوں کو دریافت کرتے اور ایک خیر خواہ و مخلص دوست ہونے کا ثبوت دیتے۔

اس کے علاوہ جب بھی میرا بھٹکل جانا ہوتا وہ تحفہ و تحائف سے نوازتے۔ بھٹکل میں ثوب بڑی اچھی اور عمدہ کوالٹی سلائی ہوتی ہے میں ہمیشہ عبد الودود سے اس کا ذکر کرتا تھا بھائی آپ جو ثوب پہنتے ہیں وہ کہاں سے سلواتے ہیں تو ان کا ایک ہی جواب ہوتا آپ کو بھی سلوا دونگا ان شاء اللہ ایک مرتبہ کسی مناسبت سے میں بھٹکل گیا ہوا تھا تو ان سے ملاقات کی غرض سے ان کے گھر گیا۔ ملاقات کے بعد جب میں واپسی کے لئے تیار ہوا تو وہ مجھے ایک درزی کے پاس لے گئے میں نے کہا بھائی مجھے ثوب کی ابھی ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے کہا آپ صرف اپنا ناپ دلوا دیں بقیہ کام میرے ذمہ ہے میں ناپ وغیرہ دلوا کر واپس ہو گیا کچھ دنوں کے بعد انہوں نے خود اپنی پسند سے دو جوڑے ثوب سلوا کر ارسال کیا جس کو میں آج تک زیب تن کر رہا ہوں جب بھی میں انہیں پہنتا ہوں بڑی شدت سے ان کی یاد آتی ہے۔

آپ کی اہلیہ کو اللہ تعالی نے بہترین اور عمدہ انواع واقسام کے پکوان کا ہنر عطا کیا تھا، اسی وجہ سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں منعقدہ مہرجان الثقافہ میں نمایاں کامیابی کا سہرا انہیں کے سر جاتا ہے جن کے ہاتھوں کے بنے ہوئے پکوان کو تمام مہمانوں نے پسند کیا اور انہیں بہت سارے انعامات سے بھی سرفراز کیا گیا۔ اس کے علاوہ لذیذ و ذائقہ دار کیک اور مٹھائیاں بنانے میں بھی انہیں کافی مہارت حاصل ہے۔ میں جب بھی میں بھٹکل اور مضافات کے سفر پر ہوتا وہ مجھے بھٹکل کا مشہور اصلی سانڈ حلوہ ضرور ہدیہ کرتے۔

مرکز دار الھدی اڈپی کی جانب سے انگلش اور کنڑا زبان کی تعلیم و تدریس کے لئے پندرہ ایام پر مشتمل ایک ورکشاپ ترتیب دیا گیا تھا جس میں تیس علمائے کرام کو مدعو کیا گیا تھا۔ ورکشاپ کے قیام کے مقاصد میں سے اولین مقصد یہ تھا کہ دعوتی میدان میں علمائے کرام مادری زبان کے مسائل سے دوچار نہ ہوں اور سرخروئی کے ساتھ دعوتی امور کو انجام دیں۔ اس ورکشاپ میں شیخ عبد الودود بھی بحیثیت طالب علم شریک تھے اور انتظامی امور کی بھی نگرانی سرانجام دے رہے تھے۔ ہم دونوں ایک ہی کمرے میں رہا کرتے تھے میں اپنے کاموں میں مشغول رہتا اور وہ طلب علم کے ساتھ ساتھ مجھے چاق و چوبند اور نشیط رکھنے کے لیے عربی قہوہ اپنے ہاتھوں سے بنا کر پلایا کرتے تھے۔ اس ورکشاپ کے اختتام پر مرکز کی جانب سے دوسری عظیم الشان کانفرس کا انعقاد بھی عمل میں آیا اس میں بھی شیخ عبد الودود نے کلیدی کردار نبھایا کئی سارے کاموں میں میرے معین و مددگار رہے اور کئی سارے کام کرنے کے طریقے سکھلائے۔ اس کانفرس میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی اعلان نتائج و تقسیم انعامات کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔

شیخ عبد الودود جب بھٹکل کے مشہور و معروف نالج اسکول میں اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ بچوں کے امتحانات کے موقع پر سوالات کے پیپر بنوانے کے لئے مجھ سے مدد لیا کرتے تھے اور ہمیشہ اپنی تعریفی و توصیفی کلمات سے میری حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ آپ کا کہنا تھا کہ اللہ نے جس عظیم ہنر سے آپ کو نوازا ہے اس پر آپ اللہ کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہیں۔

شیخ عبد الودود کی ایک دیرینہ خواہش تھی جس کا بارہا وہ مجھ سے تذکرہ کرتے تھے کہ پرویز اللہ کوئی ایسا لمحہ نصیب کرے کہ میں ہمارے جامعہ کے تمام ساتھیوں سے ان کے گھر جا کر ان سے ملاقات کروں اور ان کے احوال سے واقفیت حاصل کروں، وہ اپنے ساتھیوں کو ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر ان کی یہ خواہش شرمندہ تعبیر نہ ہو سکی۔ اللہ سے دعا ہے اللہ ہم تمام ساتھیوں کو شیخ عبد الودود کے ساتھ جنت الفروس میں جمع کرے۔ آمین

اور اسی طرح مرکز دار الہدی اڈپی کی جانب سے تیسری عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی اس وقت بھی شیخ عبد الودود نے اپنی ہمہ جہت خدمات سے مرکز کا ہر ممکن تعاون پیش کیا اور ان کے گراں قدر کلمات اب تک مرکز کے یوٹیوب چینل پر موجود ہیں جس کو انہوں نے مرکز کے تعارف کے طور پر پیش کیا تھا۔ اللہ دکتور ابو عمر نا کو اپرویز مدنی حفظہ اللہ کو جزائے خیر سے نوازے جنہوں نے ان تعارفی کلمات کے ذریعے ہر جگہ مرکز کا تعارف کروایا جب بھی وہ ویڈیو چلتی دکتور ابو عمر حفظہ اللہ کا ضبط ٹوٹ جاتا اور آنکھوں سے سیل رواں جاری ہو جاتا اور ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے واللہ یہ بندہ مرکز کا مخلص اور خیر خواہ تھا۔

چند دن پہلے میں اور دکتور ابو عمر حفظہ اللہ اڈپی کے ایک ہوٹل میں محو گفتگو تھے اس دوران شیخ عبد الودود کا ذکر خیر چل پڑا دوران گفتگو مجھے ایک بات معلوم ہوئی جس کا علم مجھے اب تک نہیں تھا وہ یہ کہ مجھے مرکز دار الہدی اڈپی میں بحیثیت موظف بحال کرنے میں میرے بھائی عبد الودود کا ہی مشورہ تھا اور انہوں نے ہی دکتور ابو عمر حفظہ اللہ کا اس جانب توجہ دلائی، تب مجھے احساس ہوا کہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے احسانات کا بدلہ ہم اپنی پوری زندگی میں بھی ادا نہیں کر سکتے۔ بس دعاؤں کے علاوہ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ شیخ عبد الودود کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے اہل خانہ کو اس کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین

ایک مرتبہ شیخ شیبہ الحمد مدنی حفظہ اللہ اڈپی تشریف لائے اس وقت میں بھی وہاں مرکز دار الہدی اڈپی کے کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔ شیخ شیبہ الحمد مدنی حفظہ اللہ اور میں بھٹکل تشریف لے گئے تاکہ شیخ عبد الودود کی عیادت کر سکیں کیونکہ ان ایام میں شیخ عبد الودود بیمار ہیں ایسی خبر مل رہی تھی اور فون پر بھی ان سے بہت کم رابطہ ہو رہا تھا۔ ہم دونوں ان کے گھر گئے اور ان سے ملاقات کی اس وقت ان کے چہرے پر بیماری کے اثرات نمایاں تھے استفسار کرنے پر شیخ عبد الودود نے بتایا کہ ان کو یرقان ہوا تھا بس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں میں ان کی تصویر لینا چاہا تاکہ اپنے خاص ساتھیوں کو بتا سکوں اور وہ ان کی عیادت کریں مگر انہوں نے تصویر لینے سے منع کر دیا۔

جن ایام میں عبد الودود بہت زیادہ بیمار تھے انہیں ایام میں میں بھی بیمار تھا میرا علاج مینگلورو میں چل رہا تھا اس دوران ان کا علاج بھی مینگلورو ہی میں جاری تھا میری بیماری کی وجہ سے کچھ دنوں سے ان سے رابطہ نہیں تھا جس کی وجہ سے مجھے ان کی بیماری کے تعلق سے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد سے ان سے رابطہ کرنا مشکل ہو گیا وہ بیماری کافی شدت اختیار کر چکی تھی اور میں یہ سوچ

رہاتھاکہ وہ میرافون ہمیشہ ریسیو کرنے والے کیوں ریسیو نہیں کررہے ہیں، بعد میں مجھے دکتورناکواپرویز مدنی حفظہ اللہ کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ ایک مہلک بیماری میں مبتلاہیں جس کی وجہ سے ان سے بات نہیں ہورہی ہے۔

7 اور 8 / اگست 2022ء کو میری نسبتی بہن کی شادی تھی جس کی وجہ سے میں کافی مصروف تھا شادی کی مصروفیت کی وجہ سے میں کافی تھکاہوا تھااس لیے 9 / اگست 2022ء کو ظہرانہ کے بعد میں آرام کررہاتھاکچھ دیر بعد اچانک میرے فون کی گھنٹی بجی میں نے فون ریسیو کیادوسری طرف ایک نسوانی آواز تھی سلام ودعاکے بعد انہوں نے جو خبر سنائی وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھی اس خبر کو سننے کے بعد میرے ہاتھ کانپنے لگے، زبان گنگ ہوگئی، اعضاء وجوارح ساکت وجامد ہوگئے۔ انہوں نے کہا کہ شیخ عبدالودود اب اس دنیامیں نہیں رہے۔ اتناسنناتھاکہ میں اس خاتون پر برس پڑااور کہاکیوں غلط افواہیں پھیلارہی ہیں انہوں نے کہامیں بھٹکل سے بول رہی ہوں اور یہ خبر صحیح ہے۔ میں نے فون رکھااور پریشانی کے عالم میں اپناواٹس ایپ چیک کیاتو دیکھا کہ وہاں خبر عام ہوچکی تھی۔

میں نے فوراًدکتور ابو عمر جو کہ اپنے دعوتی سفر پر تھے ان کو فون کیاتو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی تب جاکہ مجھے اس بات کایقین ہوا کہ اب عبدالودود ہمارے درمیان نہیں رہے فورااسی وقت میں بھٹکل کے لئے نکل گیااور مغرب تک بھٹکل پہنچ گیاجس مسجد میں ان کاجنازہ آناتھاوہی پہنچ گیاابھی جنازہ نہیں آیاتھاتو میں ان کے گھر کی طرف نکلنے لگاتوکسی نے کہاجنازہ گھر سے نکل چکاہے آپ یہیں رکیں پھر میں وہی رک گیاکچھ ہی لمحوں میں میرے بھائی کولایاگیاہمت ہی نہیں تھے کہ جنازے کے قریب جاسکوں بس دل میں یہ خیال تھاکہ اس جگہ کسی اور کی میت ہو اور یہ خبر جھوٹی ثابت ہو مگر جو ہوناتھاوہ ہوچکاتھا۔

وإنا لفراقك يا أبا داؤد لمحزونون ولانقول الا مايرضي ربنا میں نے میت کادیدار کیاکچھ ساتھیوں کو ان کادیدار کروایا۔ پھر ایک جم غفیر نے نماز جنازہ اداکی اور پھر میرے بھائی کو سپر دخاک کیاگیا۔ اس وقت ان کے بچوں کو دیکھا جن کو یہ پتہ ہی نہیں کہ ان کے سر پر ان کے والد کاسایہ ہی نہیں رہا۔ بس دعائیں جاری تھیں اللہ ان بچوں کے لیے نعم البدل عطاکر۔

آپ کی تحریریں

۱۔ علم علماء کی نظر میں

۲۔ حوصلہ کی کرن

۳۔ غلافِ کعبہ

۴۔ فکرِ اعتدال کے موضوع پر مولانا عبدالعظیم مدنی حفظہ اللہ کا خطاب

۵۔ ہندوستانی مسلمان اور وقت کے مطالبات

۶۔ اداریہ

۷۔ بدعت ایک جائزہ

۸۔ **القول الجلي في حكم زكاة الحلي**

۹۔ **حكم من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع وقد طلع**

۱۰۔ **وجوب طاعة السلطان فيما يرضي الرحمن**

علم علماء کی نظر میں

- علم مال سے بہتر ہے، علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کو کرنی پڑتی ہے۔(علی رضی اللہ عنہ)
- علم کو زندہ کرنے والا کبھی نہیں مرتا۔(علی رضی اللہ عنہ)
- کوئی چیز مقدار میں زیادہ ہو جائے تو اس کی قیمت گھٹ جاتی ہے لیکن علم زیادہ ہو جائے تو اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔(حکیم بو علی سینا)
- علم ایک نور ہے اور اللہ کا علم بدکاروں کو نہیں ملتا۔(امام وکیع)
- علم مالدار کی زینت اور تنگ دست کی دولت ہے۔
- علم حاصل کرنا نفل پڑھنے سے افضل ہے۔(امام شافعی)
- علم کی تلاش میں شمع کی طرح پگھل جانا چاہیے کیونکہ جو شخص علم سے محروم ہو وہ خدا کو نہیں پہچان سکتا۔(شیخ سعدی)
- ہمارے علم میں جس قدر اضافہ ہو اسی قدر ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہمارا علم ابھی ناقص ہے۔

حوصلے کی کرن

جس شخص کے دل میں قوت اور حوصلے کی شمع روشن نہیں اس کے لئے تمام دنیا تاریک ہے، تم اپنے دل میں روشنی پیدا کرو پھر دیکھو کہ تمہارے اطراف ماحول کس طرح جگمگا اٹھتا ہے۔ بند دروازے کھل جائیں گے۔ سورج کی روشنی تاریکی کو دور کر دے گی، کامیابی اپنے قلعے کی کنجی خود تمہارے قدموں میں ڈال دے گی۔ پڑھنے والو پڑھو اپنی ذات پر بھروسہ کرو، اپنی پوشیدہ طاقت کو بروئے کار لاؤ، پھر دیکھو دنیا تمہارے لئے کیا ہے؛ کیا بن جاتی ہے۔ بات کم کرو اور کام زیادہ۔ بحث و حجت سے کنارہ کش ہو، کسی کی مذمت کی پرواہ کرو نہ کسی کی تعریف کی جانب متوجہ ہو۔ جو کچھ پوچھنا اور سمجھنا ہو اپنے ضمیر سے پوچھو اور سمجھو؛ وہ تمہارا غلط مشیر نہیں ہے۔ اگر تم اپنے اوپر بھروسہ کروگے تو کبھی محروم نہ ہوگے۔ خود اعتمادی اور کامیابی دونوں تمہارے قدم چومے گی۔

(ماخوذ فکر امروز)

غلاف کعبہ

غلاف کعبہ جس نوعیت کے کپڑے سے تیار کیا جاتا ہے اس میں دیباج (ریشمی) نمارق (ریشم اور اون سے تیار کردہ) قباطی مشہور ہیں۔ حکومت سعودیہ کے بانی ملک عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ نے ۱۳۵۷ھ میں مکہ مکرمہ میں غلاف کعبہ تیار کرنے کے لئے ایک کارخانے کی بنیاد رکھی، جس میں کام کرنے والے تمام ماہرین اور کارکن سعودی تھے۔ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں طے پایا کہ اس کام کے لئے ایک جدید کارخانہ بنایا جائے، چنانچہ خادم حرمین شریفین نے اس کی بنیاد رکھی، پھر ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں اس کارخانے کا افتتاح بھی آپ ہی نے کیا، اب یہ کارخانہ بنائی اور رنگائی کے جدید آلات سے مزین ہے، لیکن اس کام کو مشینوں کے بجائے ہاتھ سے ہی انجام دیا جاتا ہے، اس لیے کہ ہاتھ کی کاریگری ایک انسانی کمال اور فنی ورثہ تصور کیا جاتا ہے۔

غلاف کعبہ کی لمبائی ۱۴ میٹر ہے اور اس کی ایک تہائی اوپر والے حصے میں غلاف کو باندھنے والی ڈوری ہوتی ہے، جس کی چوڑائی ۹۵ سینٹی میٹر ہوتی ہے، اس پر چاندی پر پالش کیے ہوئے سونے سے قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں، اس ڈوری کی لمبائی ۴۷ میٹر کے قریب ہوتی ہے جو کہ ۱۶ ٹکڑوں کا مجموعہ ہے۔

ڈوری والے حصے کے تھوڑا سا نیچے اسلامی آرٹ خطاطی میں سورۂ اخلاص اور چھ قرآنی آیات الگ الگ مربع شکل میں لکھی جاتی ہیں، بیچ والے حصے میں چند اسلامی عبارتیں درج ہوتی ہیں، یہ آیات خط ثلث میں لکھی جاتی ہیں جو کہ عربی زبان میں سب سے زیادہ خوبصورت خط مانا جاتا ہے۔

کعبہ کے دروازے کا غلاف جسے برقع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے عمدہ اور نفیس قسم کے کالے ریشم سے بنایا جاتا ہے اسی رنگ کا پورا غلاف بھی ہوتا ہے لیکن اس کی عمدہ اور جاذب نظر ترتیب کتابت کو دوسرے حصے سے ممتاز بنا دیتی ہے، ان آیات کے نیچے اسی خط اور انداز میں یہ عبارت درج ہوتی ہے جس کا اردو میں مفہوم ہے: "یہ غلاف مکہ مکرمہ میں تیار ہوا اور خادم حرمین شریفین کی طرف سے اسے خانہ کعبہ کو بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے۔" اس عمدہ اور نفیس طرز کے غلاف پر ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ریال سے بھی زائد رقم خرچ ہوتی ہے، اس طرح کا غلاف عہد سعودی کی یادگار ہے اور تاریخ میں اس عہد سے پہلے اس طرح کا غلاف کبھی تیار نہیں ہوا تھا۔

ماخوذ: مجلہ السراج جنوری وفروری 2001ء شوال ذوالقعدہ 1421ھ

فکر اعتدال کے موضوع پر مولانا عبد العظیم عمری مدنی کا فکر انگیز خطاب

سہ ماہی نتیجے کے بعد ہمارے استاد محترم مولانا عبد العظیم عمری مدنی نے طلبہ کے سامنے ایک فکر انگیز خطاب کیا جو طلبہ کے لئے متاثر کن تھا۔ افادۂ عامہ کے لئے تنویر میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

استاد محترم نے سب سے پہلے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اساتذہ کے اعلی ظرفی کی ایک مثال ہے کیونکہ اساتذہ روحانی باپ ہوتے ہیں ان کے اندر شفقت حد درجہ ہوتی ہے اور اکثر اساتذہ میں یہ بات بأتم کامل موجود ہوتی ہے کہ وہ طلبہ کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اس سلسلے میں استاد محترم نے ایک واقعہ بھی پیش کیا کہ محمد بن صالح العثیمین اپنے زمانے کے جید عالم باعمل تھے ان کے ایک شاگرد شیخ بکر جو اب بھی الحمد اللہ بقید حیات ہیں آپ نے طالب علمی کے زمانے میں ہی ایک کتاب "حلیۃ الطالب العلم" کی تصنیف فرمائی۔ جب کتاب شیخ صالح العثیمین کے سامنے پیش ہوئی تو دنگ رہ گئے اور ان کو یہ کتاب اتنی پسند آئی کہ کتاب کو اپنے درس میں شامل کر کے طلبہ کو پڑھایا گیا، اس واقعے سے استدلال کرتے ہوئے استاد محترم نے فرمایاکے ہر سال استاد اپنے شاگرد کی صلاحیت کا اسی طرح اعتراف کرتا ہے۔ اس کے بعد اپنے اصل موضوع کی طرف آئے اور فرمایا کہ ہر ادارہ اپنے خاص مزاج کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح جامعہ دار السلام بھی اپنے خاص مزاج کی بنیاد پر پہچانا جاتا ہے۔ آج سارے ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں جامعہ دار السلام کا نام ہے جس کا نشان راہ اور طرۂ امتیاز "راہِ اعتدال" ہے۔ سارے طلبہ واساتذہ ومنتظمین جامعہ بشرح صدر اس کو قبول کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالتے ہیں۔

حقیقت میں یہ جامعہ دار السلام کا مزاج نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کا بھی یہی مزاج ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴿١٤٣﴾﴾ البقرۃ:۱۴۳ مفسرین نے وسطا کے کئی معنی کیے ہیں اس میں ایک قابل ذکر معنی امت معتدل بھی ہے یہ امت امت معتدل ہے اور جس پیغام کی یہ امت حامل ہے اس کی تمام تر تعلیمات میں افراط و تفریط ہے اور نہ ہی تشدد و تساہل بلکہ اسلام افراط و تفریط اور تشدد و تساہل کے درمیانی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے جیسے اہل ایمان کے معتدل جذبۂ انفاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾﴾ (فرقان:٦٧)

اسی طرح مزید فرمایا: ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ ٱلۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُومٗا مَّحۡسُورًا ﴿٢٩﴾﴾ (بنی اسرائیل: ۲۹) ترمذی کی ایک حدیث میں آتا ہے جس میں آپ ﷺ دوستی اور دشمنی کو اعتدال میں رکھنے کی تعلیم اسی طرح دیتے ہیں: "أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا"(سنن ترمذی: ۱۹۹۷)

اسی طرح آپ نے غلو سے منع فرمایا اور اعتدال کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: إياكم والغلو فإنما أهلك من كان قبلكم. صحیحین ایک حدیث میں آتا ہے:"لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ." ہماری پوری شریعت میں اعتدال ہی اعتدال کی تعلیم ہے اور حق ہمیشہ اعتدال پر ہی ہوتا ہے اور باطل افراط و تفریط یا تشدد و تساہل کی وجہ سے وجود میں آتا ہے جیسے قدریہ اور جبریہ یہ دونوں باطل فرقے افراط و تفریط کا شکار ہے اور جبریہ کی حالت ہے کہ اپنے بندے سے اس کے اختیارات و ارادوں کو بھی سلب کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز تقدیر پر موقوف ہے اور بندے کو کچھ اختیار ہی نہیں اور یہ افراط کے شکار ہیں، فرقۂ قدریہ سرے سے تقدیر کا انکار کر دیتے ہیں اور یہ تفریط کے شکار ہیں۔

اسی طرح لوگوں کے مابین حضرت علی کے سلسلے میں دو باطل رائے ہیں:

1. شیعہ اور روافض: ان کا مرتبہ اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ ان کو خدا کے منزل تک پہنچا دیتے ہیں اور یہ افراط کے شکار ہیں۔
2. نواصب: شیعہ و روافض کے مقابلے میں نواصب حضرت علی کے سلسلے میں اتنا تفریط سے کام لیتے ہیں کہ حضرت علی سے بغض و عداوت رکھنے ہی کو ایمان کا ایک جزء سمجھتے ہیں۔

اور یہی حالت مرجئہ و معتزلہ کی بھی ہے، مرجیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان لے آئے اور ایمان کے بعد کچھ بھی گناہ کر بیٹھے کچھ فرق نہیں پڑے گا اللہ اس کو معاف فرمائے گا اور یہ تفریط کے شکار ہیں۔

لیکن مرجیہ کے مقابلے میں معتزلہ یہاں تک پہنچ گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد انسان کوئی گناہ نہ کرے ورنہ اللہ اس کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا اور یہ تفریط کے شکار ہیں۔ ان کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ تحت المشیئۃ رہیں گے اگر اللہ چاہے تو ان کو معاف کر دے یا اس کو معاف نہ کرے۔

الغرض جامعہ دار السلام مسلک اعتدال کو تین نظریوں اور تقاضوں کے تحت اپنایا ہے۔

1. امت کے درمیان مختلف فقہی مکاتب فکر پائے جاتے ہیں، اعتدال کا تقاضہ یہ ہے کہ ان تمام مکاتب فکر کا احترام کیا جائے خواہ وہ مسلک حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی یا اہل حدیث، الغرض اعتدال کا پہلا تقاضہ یہ ہے کہ ان کا احترام کیا جائے کیونکہ یہ مدرسے شریعت کے تعلیمات عام کرنے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی اپنے آپ کو کسی مسلک کی طرف منسوب کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو علامہ ناصر الدین البانی نے جواب دیا کہ آدمی اپنے آپ کو کسی مسلک کی طرف منسوب کر سکتا ہے اور ہر ایک کو یہ اختیار ہے کیونکہ جو تلامذہ جس مسلک کے اساتذہ سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں وہ اپنے اساتذہ کا اثر قبول کرتے ہی ہیں۔

بہر حال ہے انتساب کی اولین شرط بھی یہ ہے کہ اس انتساب سے عصبیت پیدا نہ ہو اور یہ انتساب حق کے قبول کرنے کے سلسلے میں ذرا برابر بھی مانع نہ ہو اور جہاں انتساب حق کے قبول کرنے میں رکاوٹ ہو وہ انتساب درست نہیں ہے۔

2. جامعہ دار السلام کا مسلک اعتدال کو اپنانے دوسرا تقاضہ یہ ہے کہ اس امت کے جو علماء وفقہاء صلحاء ہیں ان تمام کا صدق دل سے احترام کیا جائے اور ان سے جو لغزشیں ہو جائیں ان کی بے جا تنقید میں اپنا وقت صرف نہ کریں، علماء کے ہاتھ سے جو لغزش ہوتی ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی لغزش کا عذر تلاش کریں اور بے جا ان کو تختِ مشق نہ بنائیں۔

علامہ ابن حزم کا بڑے علماء میں شمار ہوتا ہے ان کا جذبہ اتباع سنت معروف وہ مثالی تھا لیکن وہ عقیدۃ جہمی ہونے کے لیے ان کا عذر موجود ہے ان کا ماحول اور ان کے اساتذہ ان کا مدرسہ تمام جہمی میں عقیدے کے تھے اس لئے وہ بھی عقیدہ جہمی ہوئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ غلطی کو غلط نہ کہیں بلکہ غلطی کو غلط سمجھیں، حق کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں لیکن دو شرطوں کے ساتھ: اول یہ غلطی جتنی ہے اتنی ہی بالکل انصاف کے ساتھ بتائیں۔

دوسرا یہ کہ اس کے پیچھے عصبیت وحسد وغیرہ کا جذبہ کار فرما نہ ہو بلکہ نصیحت وخیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ کار فرما ہو، یہ بہت کم ہوتا ہے کہ غلطی کا اشارہ کریں اور عصبیت وجانبداری نہ ہو بلکہ تنقید کے ذریعے تو اکثر نفس تشفی مطلوب ہوتی ہے۔

آپ تمام انبیاء کی دعوت کو اٹھا کر دیکھ لیجیے ان کی اصلاح کے پیچھے کون سی چیز کار فرما ہوتی تھیں۔ آپ حضرت نوح کی دعوت کو لیجئے وہ فرماتے ہیں: ﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٢﴾﴾ (اعراف:٦٢) اسی طرح حضرت ہود اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٨﴾﴾ (اعراف:٦٨) صالح علیہ السلام کی دعوت کو اٹھا کر دیکھ لیجئے وہ فرماتے ہیں: ﴿فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ

یَٰقَوۡمِ لَقَدۡ أَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَٰلَٰتِ رَبِّي وَنَصَحۡتُ لَكُمۡۖ فَكَيۡفَ ءَاسَىٰ عَلَىٰ قَوۡمٖ كَٰفِرِينَ ﴿٩٣﴾

(اعراف:۹۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبے کو ذرا دیکھیے جب ان کے پاس فرشتے آئے تو ڈر گئے کیونکہ انہوں نے مہمان نوازی قبول نہیں کی اور اپنا عذر بیان کیا، اس کے بعد وہ فرشتے ابراہیم کو خوشخبری سناتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالی بیٹا عطا کرنے والا ہے اور اس کے بعد یہ غم کی خبر بھی سنائی کہ ہم قوم لوط کو ہلاک کرنے والے ہیں فرمایا کہ اس میں لوط اور کچھ مسلمان بھی موجود ہیں یہ تھا ہمدردی کا جذبہ۔ پھر محبت اور اخلاص کی ضرورت ہے انبیاء کی تمام تر دعاؤں میں یہی جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔

جہاں تنقید شائستہ اُسلوب، ہمدردی، صلح وغیرہ جیسی بنیادوں پر ہو تو یہ تنقید برائے اصلاح اور جب اور جس تنقید کے پیچھے حسد، عصبیت، نفس کی تشفی مضمر ہو تو یہ تنقید تنقید برائے تنقید ہے جو بالکل غلط اور انبیاء کی سنت کے خلاف ہے۔ جامعہ دارالسلام کا مسلک اعتدال کو اپنانے کا تیسرا اتقاضہ یہ ہے کہ امت کے درمیان جو مختلف جماعتیں اور شخصیتیں ہیں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان کی اچھائیوں کو اختیار کریں اور جو برائیاں ان میں موجود ہیں "خذ ما صفا دع ما کدر" کے تحت ان برائیوں میں ساتھ نہ دیں اس لیے کہا گیا: ﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ ﴿٢﴾﴾ المائدۃ:۲

صحابۂ کرام کی وسعت نظری کو ذرا دیکھیے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کی گئی اور ان کو محصور کیا گیا اور مدینے میں خوارج کا غلبہ ہو گیا اور مدینہ کی امامت خوارج کرنے لگے حالانکہ یہ حق حاکم وقت کا ہے ایسے پر آشوب دور میں عبید اللہ بن عدی حضرت عثمان کے پاس آکر دریافت کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے امام خوارج ہیں جو اس عظیم فتنے کے بانی ہیں، یہی وہ خوارج ہیں جو عثمان رضی اللہ عنہ کو عہدے سے معزول کرنا چاہتے تھے، وہ خوارج ہیں جو عثمان کے خلاف بغاوت کیے ہیں، جب یہ سوال حضرت عثمان سنتے ہیں تو جواب دیتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھو اور فرماتے ہیں: " اذا احسن الناس فاحسن ما معهم واذا اساء فاجتنب اساءتهم" اس جواب کو آپ حضرت عثمان کی وسعت نظری لکھیے یا وسعت ظرفی بہر حال امت کو" خذ ما صفا دع ما کدر "کا اصول بتا کر گئے، اس اصول کے تحت اگر کوئی اچھا کام کرے تو اس کی قدر کریں اس کا ساتھ بھی دیں اور اگر اچھائی کا ساتھ نہ دیں تو تفرق کی بات ہو گی حالانکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ یہی وہ خوارج ہیں جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خوارج کو پاؤں تو میں ان کے ساتھ عاد و ثمود کا معاملہ کروں گا۔ حضرت علی کے زمانے میں بھی خوارج بغاوت پر اتر آئے جب مکمل خبر آپ کو ہوئی تو فرمایا: "اخواننا بغوا علينا" یہ ظلم ہمارے سے اس وقت نکل سکتا ہے جب وہ ہمدردی اور للّٰہیت اور اخلاص اور نیک جذبہ ہمارے پیچھے کار فرما ہو۔

انہیں تین تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جامعہ دار السلام نے اپنا ابناء کو اعتدال کی تعلیم دی لہذا جامعہ کے فارغین اور اَبناء کو چاہیے کہ اس تعلیم کو خود دل و جان سے مان لیں اور پوری انسانیت کو اس کا درس دیں۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہم جمیع مسلمانوں کو اعتدال کی صحیح حقیقت کو سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ہندوستانی مسلمان اور وقت کے مطالبات

قال الله تعالى في كلامه المجيد:﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨﴾﴾ (الصف:۸) یہ بات عیاں وظاہر رہے کہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں کئی قسم کے مذاہب اور کئی قسم کی تحریکیں اور کئی قسم کی زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں لیکن ان تمام مذاہب میں مذہب اسلام کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے:"ان الدين عند الله الإسلام"لیکن ان خصوصیات کے باوجود آج عالم اسلام کا حال بہت برا ہے اور پوری ملت اسلامیہ شورش وکشمکش کی زد میں ہے۔ اور قتل وغارت، ذلت وحقارت، اور خوف وہراس اس کا مقدر بن گیا ہے۔ گاؤں سے لے کر عالمی سطح تک کا پورا منظر عام بدلا ہوا ہے۔ حق مستور ہے اور کفر چاروں طرف سے اس کی ناکہ بندی کرے بے حیائی اور بے شرمی کے سارے ریکارڈ توڑ رہا ہے۔ مسلمانوں پر حضرت رسالت مآب ﷺ کی یہ پیشنگوئی صادق آرہی ہے: قریب ہے کہ قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گے جس طرح دستر خوان پر بھوکے ٹوٹ پڑتے ہیں۔(ابو داود)

خاص کر ہندوستان کا ذرا ذرا مختلف قسم کی برائیوں سے لبریز ہے، کہیں پر چوری ڈکیتی کا بول بالا ہے کہیں پر لاٹری اور سٹہ بازی کا بازار گرم ہے، کہیں پر زنا اور شراب نوشی کا بول بالا ہے تو کہیں جہیز وضبط ولادت کی دھوم ہے۔ بہر حال ہندوستان کا ذرہ ذرہ سماجی برائیوں اور پریشانیوں سے دوچار ہے تو دوسری طرف بے مقصد مسلمانوں کا قتل عام، مساجد ومقابر کا انہدام، کاروبار ومعیشت کی تباہی اور عورتوں بچوں سمیت زندہ جلا دینے کے ان گنت واقعات اس کی زندہ مثال ہیں۔ اور مدارس اسلامیہ پر حملہ اور ان کے درس نظامی پر مداخلت کرنے کی ناہنجار کوشش شباب پر ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے ملک کے نونہال اور سپوت خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ان کے پاس موجودہ بحران سے نمٹنے اس کے کوئی واضح پروگرام ہے نہ کوئی لائحہ عمل جب دنیا اس کی ظاہری زیب وزینت اور تعیشات کی حرص اور موت سے منافرت اور بیزاری اس قدر بزدل اور ناکارہ بنادیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

ہمارے مسلم نوجوانوں سے قوت فکر وعمل فنا ہو کر رہ گئی ہے اور ان کی حیثیت سمندر کے جھاگ سے بھی بدتر ہو گئی ہے کہ جس کو منتشر رہنے والے ہوا کا صرف ایک ہی جھونکا کافی ہے حالانکہ قران مجید(جس میں قوموں کے عروج وزوال کی داستان عالم کے لیے رہنمائی اور جملہ مشکلات کا تشفی بخش حل موجود ہے)ان کے وجود کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر آواز لگا رہا ہے﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ ﴿١٦﴾﴾ (الحدید:۱۶)اب تک کا مسلمانوں کی بدحالی اور ذلت و

خواری کی بہت سی وجوہات ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے دل سیاہ کاریوں کے سبب سخت ہوگئے ہیں ایسا سخت کہ قرآن کی آیت سن کر بھی ان میں ہلچل نہیں مچی اور خیر وسعادت کی باتیں سن کر نہیں روئے جبکہ یہی چیز نصرت خداوندی کی شاہ کلید ہے اس کے علاوہ اور بہت سی برائیاں عموماپورے عالم اسلام میں اور خصوصا ہمارے ملک ہندوستان پھیلی ہوئی ہیں۔ ایسے پر آشوب دور میں ہم علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ ہم ہندوستانی ماحول کی تربیت اور سدھار میں حصہ لیں اور وقت کے مطالبات کو سمجھیں پرکھیں اور غور کریں کہ ہندوستانی ماحول ہم سے کیا مطالبہ کر رہا ہے۔ چنانچہ اب ہم غور کریں کہ ہندوستانی ماحول کے مطالبات کیا ہیں؟ ان مطالبات اور تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

پہلا: اصلاح بین المسلمین، موجودہ ہندوستانی ماحول اس بات کا متقاضی ہے اور ہم علماء کرام سے مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم مسلمانوں کے درمیان اصلاح وتربیت کی لہر دوڑائیں اور مسلمانوں میں جو برائیاں جنم لے رہی ہیں انکا قلع قمع کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اسلام میں برائی دیکھ کر خاموشی کا مظاہرہ کرنا بھی بڑا جرم ہے۔ قرآنی مطالعے سے اس بات کی وضاحت اچھی طرح ہو سکتی ہے اور بنی اسرائیل یعنی یوم السبت کا واقعہ اسی دعوے کا عینی و بین دلیل ہے۔اسی لئے وقت کا سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ علماء ہندوستان میں پائی جانے والی برائیوں کا قلع قمع کریں۔

دوسرا:التمسک بالقرآن والسنة، تمسک بالقرآن والسنة یہ وقت کا اہم ترین مطالبہ ہے،امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ خالص کتاب وسنت کو اپنا حرز جان بنالیں۔ آج مسلمانوں کے مغلوب ہونے کی جہاں بہت سے وجوہات ہیں ان میں سب سے پہلی اور اہم وجہ یہی ہے کہ ہم اب تمسک بالقرآن والسنہ کے درس سے یکسر غافل ہیں اور مسلمان "ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنتي" کے فرمان نبوی کو بھلا بیٹھے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء کرام تمسک بالقرآن والسنہ کے سبق کو خود یاد رکھیں اور امت مسلمہ کو بھی خوگر بنائے۔

تیسرا:الاتحاد والاتفاق، اتحاد اور اتفاق بھی وقت کا اہم ترین مطالبہ ہے کیوں کہ قرآن مجید نے سارے عالم اسلام کو بھائی بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا: انما المومنون اخوه فاصلحوا بین اخویکم اور اتحاد واتفاق کی اہمیت واضح کرنے کے بعد خبر دار کیا کہ اگر تم نے افتراق وانشقاق کی راہ اختیار کی تو تم کاروبار زندگی میں ناکام ونامراد ہو جاؤگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ لیکن مسلمان کتنے متحد ہے کس سے پوشید نہیں، کہیں بریلویت کا جھگڑا ہے تو کہیں تقلید وعدم تقلید کا تنازع، کہیں حنابلہ اور شوافع آپس میں ٹکرا رہے ہیں تو کہیں حنفیت وسلفیت کے مابین تصادم جاری ہے، امت فروعی مسائل میں الجھ کر دین کے اصل الاُصول سے کافی دور ہو گئی ہے۔ یہ کیسی افسوسناک بات ہے کہ قرآن یہود و نصاریٰ کی جو اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں ان کو بھی قدرے مشترک متحد ہونے کی دعوت دیتا ہے لیکن ایک کلمہ پڑھنے والی امت آپس میں متحد نہیں ہو سکی، بلاشبہ یہ ایمان کی جان کنی اور

خواہشات کی غلامی ہے، ہندوستان میں مسلمانوں کے نااتفاقی اور تشتیت وتفریق کی بین دلیل مسلم پرسنل لاء کی تقسیم لاینفع ہے چند مہینے پہلے تک بھی اس میں ایک حدتک اتحاد واتفاق تھا لیکن یہ بات دشمنوں کو چین سے رہنے نہ دیا اور اس میں بھی دراڑ صریح پیدا کر دیا۔ ایسے ناگفتہ بھی اور پر تشویش حالات میں خشوع قلب اور ذکر الٰہی کے آگے جھکنے کی ایک بڑی صورت یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان خواہ حکمران ہوں یا ماتحت حکمران اپنے ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر سارے مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہو جائیں۔

چوتھا: الدعوۃ الی اللہ؛ ہم مسلمانوں سے چوتھا اور اہم مطالبہ یہ ہے کہ ہندی مسلمان دعوت کی طرف توجہ دیں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ ملک میں اسی کروڑ غیر مسلم حضرات موجود ہیں جو امن وسکون کے متلاشی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسلمان اسی کروڑ غیر مسلموں تک دین کا پیغام پہنچائے، کیونکہ دعوت الی اللہ امت مسلمہ کا امتیازی وصف ہے اور اس کی خیریت کار دعوت میں ہی کھی گئی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ امت کی اکثریت اس حقیقت سے ناآشنا ہیں اور اگر کچھ لوگ اس سے واقف بھی ہیں تو اس پر کاربند نہیں ہے حالانکہ مسلمانوں کے خلاف سرعام فضا بنی ہوئی ہے یہ اس کی ایک اہم ترین وجہ دنیا کی اسلام سے عدم واقفیت یا غلط پروپیگنڈا بھی ہے جو شرپسندوں کے ذریعے پھیلائے گئے ہیں کہ اسلام نعوذ باللہ دہشتگردی کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے ماننے والے سخت دل اور تشدد پسند ہوتے ہیں ایسے میں سادہ لوح دنیا کا اسلام کے تئیں منفی رجحان رکھنا خلاف توقع نہیں ہے۔

البتہ امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کارہ دعوت کی طرف متوجہ ہوں اور اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کریں اس طرح لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوگی، اسلام اور مسلمانوں کے تئیں ان کے رویے میں تبدیلی آئے گی اور وہ ایک دن اسلام کو وجہ پریشانی کے بجائے اپنا نجات دہندہ تصور کرنے لگینگے لیکن اس کے برعکس اگر امت نے اس فریضہ سے پہلو تہی کی تو یقین جانیے اس کا وجود مزید خطرے میں ہے۔

پانچواں: میڈیا پر دسترس، پانچواں مطالبہ ہندی مسلمانوں سے یہ ہے کہ وہ میڈیا پر دسترس حاصل کریں کیونکہ موجودہ دنیا کمپیوٹر کی دنیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اب میڈیا پر یہودی ابھی مسلط ہے جو مسلمانوں اور اسلام کو داغدار بنانے کی منظم کوشش میڈیا کے ذریعے کر رہے ہیں اور کئی موضوع سورتیں قرآنی شکل دے کر میڈیا میں جوڑ رہے ہے جس میں مسلمانوں کی بدنامی لازم آتی ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان میڈیا پر دسترس حاصل کریں اور اسلام کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیں اور جدید امکانات اور وسائل کے ذریعہ دعوتی پیغام کو آگے بڑھائیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ موجودہ ہندوستانی ماحول بہت پر آشوب ہے اس میں اصلاح، دعوت، تمسک بالقران والسنہ، تعلیمی میدان میں سبقت، اتحاد واتفاق اور میڈیا پر دسترس یہ ہندوستان کے لازمی مطالبات ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان وقت کے مطالبات پر غور کریں اور وقت کے تقاضوں کو سمجھیں اور اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیں۔

آخر میں دعا ہے کہ رب العالمین ہم جمیع مسلمانوں کو وقت کے مطالبہ سمجھنے اور اس کو بروئے کار لانے کی توفیق عنایت فرمائے آمین ثم آمین

اداریہ

قارئین کرام آج کی دنیا انتشار و خلفشار کی آہنی زنجیروں سے جکڑی ہوئی ہے۔نوع انسانی امن و امان کی متلاشی ہے، اس دار فانی کی خیرہ کن زیبائش اور آرائش کی خام خیالی میں پڑے، اس دشت جنوں میں ہمہ وقت پابہ رکاب ہے۔ نفرت و عداوت، ظلم و بربریت، عدم مساوات و بیجا حمیت اور اس قبیل کے ناروا امراض خبیثہ نے اشرف المخلوقات سے ملقب انسان کو اسفل سافلین کے درکات میں ڈھکیل دیا اور اس سے ترقی کی حقیقی معراج سلب کرلی۔

تاریخ شاہد ہے کہ آدم تا ایں دم ہر زمین و زماں میں حق و باطل کے مابین کشمکش رہی اور چشم فلک نے بھی ہر "فرعون را موسی" کا منظر دیکھا، احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے بر سر پیکار جانبازوں پر یہ شعر صادق آتا ہے کہ

ستارہ ہے ایک ایک جلاد جس کا
ہم اس آسماں کے ستائے ہوئے ہیں

ظلم و استبداد کے شکنجے میں لرزاں و ترساں انسانیت فریاد و فغاں کے ناقابل دید دن دیکھ رہی ہے اور "ہر عروج را زوال" کے تئیں فرعونی بحر تلاطم عصائے موسی کا فرط محتاج ہیں تاکہ ابلیسی ذہن اور شیطانی دماغ راہ نجات سے آشکارہ و روشناس ہو اور اسے دیدۂ عبرت سے دیکھے۔

دیکھے اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ہندوستانی قانون پر لپٹی سیاح پٹی کی طرح آج کا یہ عالم جو جبر کے سرغنہ عالمی دہشت گرد امریکہ اور اسرائیل کو دکھی انسانیت کا مسیحا اور اس کا مداوا سمجھتے ہوئے خوش فہمی میں مبتلا ہے۔

یارب کتنے دیوانے ہیں آج کی دنیا کے فرزانے
اس کو مسیحا مان رہے ہیں درد بڑھایا جس کی دوا نے

حالانکہ یہ حقیقت طشت از بام ہے کہ آج امریکہ انسداد دہشت گردی کے نام پر فساد و دہشت گردی مچا رہا ہے اور اپنے آپ کو عالمی امن و سلامتی حقوق انسانیت کی ٹھیکیدار اقوام متحدہ خود امن کی دھجیاں اڑا کر انسانیت کو پامال کرنے پر تلی ہے، ایسے ہی دہشت پسندوں کے بارے میں قرآن کی صاف گواہی ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾﴾ (سورہ بقرہ:۱۱- ۱۲)

آج کرۂ ارض پر جہاں کہیں فساد، جنگ و جدال، دہشت گردی کا بازار گرم ہے یہ تمام اقوام متحدہ یہودی اسرائیل اور امریکہ کی خفیہ سازشوں کا نتیجہ ہے۔ افغانستان میں امریکہ کی غنڈا گردی، عراق کو تہس نہس کرنا، ایران اور دوسرے اسلامی ممالک کو دی جانے والی دھمکیاں حالیہ دہشت گردی کے زندہ نمونے ہیں۔

مقدروں کے نوشتے میں ہر کس کا ہے

یہ ایک سوال ہے یاران نکتہ داں کے لئے

ستم بالائے ستم یہ کہ عالمگیر رومن زدہ عیسائیت، انارکزم، صیہونیت جیسی دہشت گردی کی تربیت رکھنے والے اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام دھرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مدرسوں، دینی درسگاہوں اور مسجدوں کو دہشت گردی کے اڈے متصور کیا، اسلامی جہاد اور اپنے دفاعی ہتھیاروں کی تیاری کو دہشت گردی کا نام دیا اور قرآنی تعلیمات کو دہشت گردی کا ذریعہ بنایا اور یہاں تک کہنے کی جسارت کی کہ قرآن کریم کی چند مخصوص آیتوں کو قرآن سے نکال دیا جائے اور صحابہ کرام اجمعین اور اسلامی جہاد و غزوات کو دہشت گردی کا سبب بتایا۔ آج کا امریکہ بلکہ پورا اسرائیل اس بات پر تلا ہوا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے اور حرف غلط کی طرح دنیا سے مسلمانوں کا صفایا کریں، اتنا ہی نہیں بلکہ میڈیا کے ذریعہ امریکہ اور اسرائیلیوں نے اسلام اور مسلمانوں کی غلط تصویر پیش کی اور پوری دنیا کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور اسلام اور دہشت گردی کو ایک دوسرے کے مترادف قرار دیا۔

الغرض آج مسلمانوں کو بدنام اور اسلام کو داغدار بنانے کی منظم کوشش مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک جاری ہے، ایسے پر آشوب دور میں مسلمانوں کو چاہیے کہ غیروں کے سامنے اسلام کی صاف شفاف تصویر پیش کریں اور یہ ثابت کریں کہ اسلام دہشت گردی کا صرف مخالف ہی نہیں بلکہ اسلام تو دہشت گردی کے انسداد کا درس دیتا ہے اور دہشتگردوں کے خلاف دردناک سزا کا اعلان عام کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوْ يُصَلَّبُوٓاْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾﴾ (مائدہ:۳۳)

بہر حال دہشت گردی اور اسلام گویا آگ اور پانی کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا ایک جگہ اجتماع ناممکن ہے۔

آخر میں اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہم جمیع مسلمانوں کو اسلام کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈوں کا منہ توڑ جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے آمین

بدعت ایک جائزہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس چندروزہ دنیامیں مختلف قومیں مختلف مذاہب اور مختلف قسم کے لوگ جنم لیتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے مختلف رسوم اور مختلف عادات و اطوار ہوتے ہیں۔ انہی میں سے ایک مذہب مذہب اسلام ہے، جو ایک زندہ و پائندہ مذہب ہے، وہ ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں کسی بھی قسم کا نقص نہیں ہے، دین اسلام فطرت سلیمہ، طریقہ مستقیمہ کا دین ہے۔ الغرض اسلام کامل دین ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے تمام امتوں میں سے پسند فرمایاہے اور یہ اعلان کیا : "**ان الدين عند الله الاسلام**" دوسری جگہ فرمایا : ﴿وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٨٥﴾ (آل عمران:۸۵) لیکن دین اسلام کے کچھ جاہل متبعین نے چند نام نہاد مطلب پرست دنیادار ملاؤں کے ساتھ مل کر دین اسلام کے صاف وشفاف آئینے کو گدلا کرنے کی ناکام ناپاک کوشش روا رکھی ہے جس کو بدعت کا نام دیتے ہیں۔

لغتاً بدعت کی تعریف: یہ بَدَعَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی بغیر کسی سابقہ مثال کو رکھ کر کسی چیز کا ایجاد کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" بديع السماوات والأرض "اس لیے البدیع ایجاد کے معنی میں سے ہے۔

اصطلاح میں بدعت کی تعریف: بدعت سے مراد ہر وہ چیز جو قرب الہی کی غرض سے کریں جو نہ نبی ﷺ سے ثابت ہو اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل رہا ہو۔

اقسام بدعت: مطلق بدعت کی دو قسمیں ہے؛

1. ہر نئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے جیسے نئی ایجاد اور نئی اختراع، اس قسم کی بدعات جائز ہے۔
2. بدعت کی دوسری قسم دین کے اندر کوئی نئی چیز تقرب الہی کی خاطر ایجاد کرنا اور یہ بدعت حرام ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا : "من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد"

بدعت کی اس دوسری قسم کی بھی دو قسمیں ہیں :

1. البدعة فی القول والاعتقاد؛ جیسے گمراہ فرقوں کے اقوال واعتقادات، جیسے قدریہ، شیعہ، روافض وغیرہ
2. **البدعة فی العبادات**؛ یعنی عبادت کے اندر کوئی نئی چیز تقرب الہی کی غرض سے نکالی جائے جو اسلام میں مشروع نہ ہو۔

حکم البدعة: دین میں کسی بھی نئی چیز کی ایجاد حرام ہے جو موجب ضلالت و گمراہی ہے ، اسلئے ارشاد نبوی ہے : إيَّاكم ومحدثاتِ الأمورِ فإنَّ كلَّ محدثةٍ بدعةٌ وكلُّ بدعةٍ ضلالةٌ .

بعض لوگ بدعت کی ایک اور قسم کرتے ہیں: "بدعت حسنۃ" اور "بدعت سیئۃ"۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ تقسیم درست نہیں جس کی تاکید علامہ حافظ ابن رجب اور ڈاکٹر صالح بن الفوزان کی تحریروں سے ہوتی ہے، کیونکہ خود نبی ﷺ نے فرمایا : فإنَّ كلَّ محدثةٍ بدعةٌ وكلُّ بدعةٍ ضلالةٌ. لہذا علامہ حافظ ابن رجب اپنی کتاب شرح الأربعین میں لکھتے ہیں نبی کا یہ قول: كلُّ بدعةٍ ضلالةٌ. بہت ہی جامع ہے جس سے کوئی بدعت مستثنیٰ نہیں ہو سکتی کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔(متفق علیہ)

پروفیسر صالح بن فوزان اپنی کتاب التوحید میں بدعت حسنہ کے قائلین پر ردیوں پیش کرتے ہیں: بدعت حسنہ کے قائلین کے پاس حضرت عمر کے ایک قول کے علاوہ کوئی دلیل نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: نعمت البدعة هذه اس طرح بدعت حسنہ کے قائلین یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی نئی چیزیں پیدا کی گئی ہیں جس پر ہمارے اسلاف کا کوئی انکار وارد نہیں ہوا ہے جیسے تدوین قرآن اور تدوین حدیث وغیرہ۔ اس کا جواب شیخ صالح دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا جو قول ہے یہ بدعت بدعت مفعول ہے۔ شرعی معنی پر اس کو محمول نہیں کر سکتے جس طرح اب محمول کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ نبی سے ثابت ہے کہ خود نبی نے تراویح کی نماز پڑھی ہے پھر کسی وجہ سے چھوڑ دیا اور صحابہ علیحدہ علیحدہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کا حکم دیا، لہذا یہ دین کے اندر کوئی بدعت نہیں ہے۔

تدوین قرآن اور تدوین حدیث پر جو اعتراض کیا گیا جو اس کا جواب واضح ہے کہ اس کو بدعت پر محمول کر ہی نہیں سکتے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ خود نبی ﷺ تدوین قرآن کا مشورہ دے چکے ہیں۔ کیونکہ قرآن متفرق جگہ پر تھا تو صحابہ نے صرف اس کو یکجا کیا۔

اسی طرح تدوین حدیث کی بھی اصل شریعت میں موجود ہے کہ نبی ﷺ مختلف صحابہ کی حسب فرمائش احادیث کے لکھنے کا حکم بھی دیا اور پہلے جو احادیث لکھنے کی ممانعت کی تھی وہ اس لئے کہ کہیں قرآن اور حدیث میں خلط ملط نہ ہو جائے، جب رسول اکرم ﷺ کا انتقال ھوا تو اس علت کا ازالہ بھی ہو گیا، اس لیے آپ کی وفات کے بعد حدیث کی تدوین کی گئی۔

ظہور بدعت کا وقت: شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علوم وعبادات سے متعلق بدعتیں امت کے اندر خود خلفائے راشدین کے آخری ایام میں ہی ظاہر ہونے لگی تھیں کیونکہ اس کی خبر ﷺ نے پہلے ہی سے دے دی تھی، فرمایا: مَن يَعِشْ منكم فسيَرَى اختِلافًا كثيرًا، فعليكم بسُنَّتي وسُنَّةِ الخُلَفاءِ الرَّاشِدينَ المَهْدِيِّينَ امت میں سب سے پہلے شیعہ، خوارج، قدریہ اور مرجیہ کی بدعتوں کا ظہور ہوا اور یہ بدعتیں صحابہ کی موجودگی میں ظاہر ہوئیں۔

ظہور بدعت کے اسباب اس کے علل اور محرکات:

1. احکام دین سے ناواقفیت: اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب و سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنے سے آدمی بدعات و خرافات اور ہر گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَٰطِي مُسۡتَقِيمٗا فَٱتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِيلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾ (انعام:۱۵۳)، لہٰذا احکام دین سے ناواقفیت ترویج بدعت کا سب سے پہلا سبب ہے اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: مَن يَعِشْ منكم فسيَرَى اختِلافًا كثيرًا۔
2. سکوت علماء: جب جاھل عوام کی جانب سے بدعتوں کا وجود ہوتا ہے اور علماء اس کو دیکھتے تو اس خاموشی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو عوام جب علماء کی خاموشی دیکھتی تو وہ یہی قیاس نافذ کر بیٹھتی ہے کہ یہ صحیح ہے۔
3. خواہشات نفس کی پیروی: جو شخص بھی کتاب و سنت کی پیروی سے روگردانی کرے گا وہ ضرور اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِن لَّمۡ يَسۡتَجِيبُواْ لَكَ فَٱعۡلَمۡ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهۡوَآءَهُمۡۚ وَمَنۡ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ بِغَيۡرِ هُدٗى مِّنَ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٥٠﴾﴾ (قصص: ۵۰)
4. اشخاص و آراء کا تعصب: اشخاص و آراء کا تعصب بھی ترویج بدعت میں اہم کردار ادا کرتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَهۡتَدُونَ ﴿١٧٠﴾﴾ البقرۃ:۱۷۰
5. تقلیدی اغیار: غیر قوموں کی تقلید بھی مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدعات و خرافات کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے جیسا کہ ذات انواط کا واقعہ مشہور ہے، جب میں مسلمانوں نے نبی ﷺ سے ذات انواط کی خواہش ظاہر کی تو تعجب کا اظہار کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: اللهُ أكبرُ قُلتُم كما قال قومُ موسَى لموسَى اجعلْ لنا إلهًا كما لهمْ آلهةٌ، ثمَّ قال: لتركبُنَّ سَنَنَ من كان قبلَكُم۔

ترویج بدعت کے مضر اثرات امت مسلمہ پر:

1. بدعت کا ایک عظیم نقصان تو یہ ہے یہ ہوا کہ اسلام کی تحریک اور دعوت انبیاء اور صحابہ کی راہ عزیمت پر چلنے کے بجائے ان غلط راہوں پر مڑ گئیں جن میں رہبانیت، تصوف اور لاحاصل شور و غوغا، عبث ور سول کی بہتات ہے۔ بدعتیوں نے تو سنتوں

کو نگل لیا، ریاء نے اخلاص کو کھالیا، دین میدان عزیمت وجہاد سے سمٹ کر بارگاہوں، خانقاہوں، قبروں اور محفلوں میں آگیا، نتیجتاً وہی ہوا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں، مسلمانوں نے اسلام کے نام پر گمراہیوں کو سینے سے لگالیا، اندھیرے کو اجالا سمجھا، سانپ کو مچھلی جانا۔

2. بدعت کا دوسرا عظیم نقصان یہ ہوا کہ امت قرآن وسنت سے دور ہوتی چلی گئی۔

3. بدعت کا تیسرا عظیم نققصان یہ ہوا کہ بدعت کی وجہ سے دین میں شک وشبہ پیدا ہونے لگا۔

4. بدعت کا چوتھا عظیم نقسان یہ ہوا کہ بدعت نبی ﷺ پر الزام تراشی کے مترادف ہے گویا کہ بدعتی یہ سمجھتا ہے کہ وہ رسول اللہ اور صحابہ کی تقصیر کی تلافی کر رہا ہے کہ انہوں نے اتنی اچھی اور قابل ثواب چیز چھوڑ دی حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ ﴿٣﴾﴾ المائدۃ:۳۔ گویا کہ بدعتی ایک بدعت ایجاد کر کے اسلام کی عمارت میں ایک اینٹ کا اضافہ کر رہا ہے جو سراسر غلط اور قابل مذمت ہے۔

5. بدعت کا پانچواں اور آخری نقصان یہ بھی ہوا کہ غیر مسلم اقوام کی رائے اسلام کے بارے میں گرتی چلی گئی اور جو کشش اس کے اصول واحکام میں تھی اور جس کی وجہ سے یہ حیرت انگیز طریقے سے پھیلا تھا وہ نہ صرف معطل ہو گئی بلکہ اس کی جگہ بدنمائی اور کثافت نے لے لی۔ اور دنیا کا ہمیشہ یہ قاعدہ رہا ہے کہ کسی قوم کے اعتقادات اور اُصول کا اندازہ ان کے اعمال وافعال سے لگاتی ہے جو اس میں بطور مراسم مذہبی رواج پائے جاتے ہوں۔ دنیا نے جب قبر پرستی، صوفیت، خانقاہت کو دیکھا تو یہی سمجھا کہ یہ عین اسلام ہے۔ یہی وجہ ہے جواہر لال نہرو نے یہاں تک کہا: ہندو مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے، ہندو جس طرح غیر جاندار چیز سے مانگتے ہیں تو مسلمان بھی مردوں سے مانگتے ہیں"۔

یہ رہے بدعت کے عظیم نقصانات جو امت مسلمہ پر ظاہر ہوئے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم گہرے دل سے ترویج بدعت کے اسباب اور اس کے مضر اثرات پر غور کریں اور اس کے ازالہ کی ہر ممکن کوشش کریں جس کے لئے قرآن وسنت کی خالص تعلیم مددگار ومعاون ثابت ہو گی۔

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین تمام مسلمانوں کو بدعات کا قلع قمع کر کے اس کی جگہ قرآن وسنت کی خاص تعلیم اور سنتوں کو زندہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین

القول الجلي في حكم زكاة الحلي

بحث مقدم للمشاركة في المؤتمر العلمي الثالث لطلاب وطالبات التعليم العالي بالمملكة

إعداد الطالب: عبد الودود عثمان صادق الأكرمي

العام الدراسي: 1432-1433هـ

ملخص البحث

عنوان البحث : القول الجلي في حكم زكاة الحلي

الباحث : عبد الودود عثمان صادق الأكرمي .

عدد صفحات البحث : **20** صفحة

أهم عناصر البحث :

هذا بحث مكون من مقدمة وثلاثة فصول وخاتمة فالمقدمة مشتملة على أهمية الموضوع وأسباب اختياره وأهدافه ومنهج البحث وخطة البحث والشكر والتقدير ثم دخلت في صلب الموضوع ففي الفصل الأول ذكرت الزكاة لغة واصطلاحا ومعنى الحلي وفي الفصل الثاني ذكرت مكانة الزكاة في الإسلام والترغيب في أدائها والترهيب من منعها والمقاصد الشرعة منها وشروط وجوبها في الذهب والفضة وفي الفصل الثالث حررت محل النزاع وأقوال العلماء في زكاة الحلي المباح المستعمل وأدلة القائلين لوجوبها وأدلة المانعين لذلك ثم ذكرت المناقشات والردود وسبب الخلاف والترجيح وفي الخاتمة ذكرت عدة نتائج التي وصلت إليها خلال هذا البحث

منهج البحث: المنهج الذي اتبع الباحث هو المنهج الاستنباطي.

أهم النتائج :

1- أن الفقهاء اتفقوا على زكاة الحلي المحرم واختلفوا في الحلي المباح المستعمل.

2- الراجح، هو القول بوجوب الزكاة في الحلي وهذا القول مع كونه أظهر دليلا وأصح تعليلا هو مقتضى الاحتياط.

أهم التوصيات :

1. أن يحقق هذا الموضوع في رسالة علمية إما في الماجستير أو الدكتوراه

2. أن يكون للعلماء جهد في تبيين هذا الموضوع ونشره بين الناس

المقدمة

الحمد لله الغني الجليل يعطي الجزيل ويزكي القليل فاضل بين العباد فيما أعطاهم ورفع بعضهم فوق بعض درجات ليبلوهم فيما آتاهم، فأوجب علي الأغنياء الزكاة طهارة لنفوسهم ونماء لأموالهم والصلاة والسلام علي أشرف المرسلين أكرمهم خلقا وأجودهم نفسا وأطولهم يداً وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد: أن مسألة زكاة الحلي من أهم مسائل باب الزكاة لشدة الخلاف فيها بين الأئمة وهي من المسائل العظام التي أخذت حيزاً واسعا من نقاشات أهل العلم وذلك بطبيعة الحال لتملك غالب النسوة شيئا من الحلي بين مقلة في هذا الجانب أو مستكثرة. ولأن أغلب الناس ربما لا يملكون من الذهب والفضة إلا الحلي ولا تكاد تخلو منه البيوت مما يحتم ضرورة تحرير المقام فيها بقدر المستطاع ولأهمية هذه المسألة فقد درسها العلماء في كل عصر وتناولوها بالبحث ما بين موجز ومطنب أو مؤيد لمذهب أو محقق لمطلب.

فهذا البحث المتواضع فيه بيان الأقوال لأهل العلم من الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الأئمة والعلماء في مسألة زكاة الحلي.

أولاً: أهمية الموضوع : تتجلى أهمية الموضوع في كونه متعلقا بأحد أركان الإسلام ومبانيه العظام وهو الزكاة.

ثانياً: أسباب اختيار الموضوع : وقد دفعتني إلى اختيار هذا الموضوع دوافع كثيرة أجملها فيما يلي:

1- أهمية الموضوع وعظيم الفائدة العلمية المترتبة على بحثه إذ يتعلق بفريضة الزكاة.

2- رغبتي الجادة في بحث هذا الموضوع لأهميته وكثرة الخلاف فيه.

3- حاجة كثير من أصحاب الأموال إلى بيان هذا الحكم الشرعي وكذالك كثرة سؤال بعض الأقارب وأهل البلد عن هذه المسألة. ولذلك كلها قد أحببت أن أحرر هذا الموضوع وأجمع شتات ما قال العلماء فيه.

ثالثا : أهداف البحث : أما أهداف البحث فتتلخص فيما يأتي

1. إبراز مكانة الزكاة في الإسلام .
2. الترغيب في أداء الزكاة وتأكيد وجوبها والترهيب من منعها .
3. إظهار الأدلة من القرآن والسنة وآثار الصحابة وأقوال العلماء على وجوب زكاة الحلي .

رابعا: منهج البحث. المنهج الذي اتبع الباحث هو المنهج الاستنباطي. مراعيا الأمور الآتية:

1. قسمت البحث إلى مقدمة وثلاثة فصول وخاتمة.
2. خرجت الأحاديث والآثار الواردة في البحث.

3. **عزوت الآيات القرآنية الواردة في البحث إلى مواضعها في القرآن الكريم ذاكرا اسم السورة ورقم الآية.**

خامسا: الدراسات السابقة الغالب على العلماء في هذا الموضوع أن يتعرضوا إليه وفق دراساتهم كجزء في باب وقد بحث هذا الموضوع العلامة أبو عبيد في كتابه الأموال، والذين كتبوا فيه كموضوع مستقل حسب علمي فضيلة الشيخ العلامة محمد بن صالح العثيمين في رسالة خاصة سماها [رسالة في زكاة الحلي] وفضيلة الشيخ عطية محمد سالم في كتاب سماه [زكاة الحلى على المذاهب الأربعة] وفضيلة الشيخ نبيل البصارة في كتاب سماه [زكاة الحلي].

سادسا: خطة البحث: قسمت البحث إلى مقدمة وثلاثة فصول وخاتمة ، المقدمة تشمل على أهمية الموضوع وأسباب اختيار الموضوع وأهداف البحث ومنهج البحث والدراسات السابقة وخطة البحث والشكر والتقدير.

الفصل الأول: وفيه ثلاثة مباحث.

المبحث الأول: الزكاة لغة

المبحث الثاني: الزكاة اصطلاحاً

المبحث الثالث: معنى الحلي.

الفصل الثاني: وفيه خمسة مباحث

المبحث الأول: مكانة الزكاة في الإسلام

المبحث الثاني: الترغيب في أداء الزكاة وتأكيد وجوبها

المبحث الثالث: الترهيب من منع الزكاة

المبحث الرابع: المقاصد الشرعية من الزكاة

المبحث الخامس: شروط وجوب الزكاة في الذهب والفضة.

الفصل الثالث: وفيه سبعة مباحث.

المبحث الأول: تحرير محل النزاع في مسألة زكاة الحلي.

المبحث الثاني: أقوال العلماء في زكاة الحلي المباح المستعمل.

المبحث الثالث: أدلة القائلين لوجوب زكاة الحلي.

المبحث الرابع: أدلة المانعين لوجوب زكاة الحلي.

المبحث الخامس: المناقشات والردود.

المبحث السادس: سبب الخلاف في مسألة زكاة الحلي.

المبحث السابع: الترجيح.

الخاتمة: تشمل على أهم النتائج.

سابعا: الشكر والتقدير أشكر الله عز وجل على أن وفقني لإكمال هذا البحث، كما أشكر شكرا جزيلا لمن أتاح لنا هذه الفرصة الذهبية ولكل من قام بإقامة هذا المؤتمر العظيم وعلي رأسهم خادم الحرمين الشريفين جزاه الله خير الجزاء وألبسه لباس الصحة والعافية آمين.

الفصل الأول

المبحث الأول:

الزكاة لغة: هي اسم الفعل زكا يزكو، والمصدر منه زكاء وزكواً، أي نما. يقال: زكا الزرع إذا نما. والزكاة والزكاة الصلاح ورجل تقي زكي أي زاك من قوم أتقياء،أزكياء قوله تعالى:﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِۚ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَآءُۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾﴾[1] **أي ما طهر وصلح وقال**﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ﴿٩﴾﴾[2] **أي طهرها وأصلحها**[3] .

قال ابن فارس: الزاي والكاف والحرف المعتل أصل يدل على نماء وزيادة وقال: والأصل في ذلك كله كله راجع إلى معنيين وهما النماء والطهارة.[4]

المبحث الثاني: الزكاة في الاصطلاح: حق واجب في مال مخصوص لطائفة مخصوصة في وقت مخصوص[5].

المبحث الثالث: معنى الحلي.

---

[1] سورة النور آية (21).

[2] سورة الشمس آية (9) .

[3] معجم ألفاظ القرآن الكريم. 518/1مجمع اللغة العربية، والصحاح للجوهري2368/6. دار العلم للملائين بيروت.

[4] معجم مقايس اللغة لابن فارس 17/3 مادة ز ك ا .

[5] الفروع لابن مفلح المقدسي. 316/2.مؤسسة الرسالة / الشرح الكبير للدسوقي 431/1 .

الحلي بضم الحاء وكسر اللام جمع حلى بفتح الحاء وسكون اللام، كثدي وهو ما يتحلى به الرجل والمرأة ويتزينان به من مصاغ الذهب والفضة[6]، قال ابن الأثير : الحلي اسم لكل ما يتزين به من مصاغ الذهب والفضة والجمع حلى بالضم والكسر[7].

الفصل الثاني

المبحث الأول: مكانة الزكاة في الإسلام.

هي ثالث أركان الإسلام وإحدى مبانيه العظام لما روى ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:"بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله وإقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وصوم رمضان وحج البيت لمن استطاع إليه سبيلا"[8]، وقرنها الله بالصلاة في كتابه في ثمانية وعشرون موضعا [9]. مما يدل على أهميتها البالغة ومكانته السامية ثم إن ذكر الصلاة في مواضع كثيرة يرد مقرونا بالإيمان أولا و بالزكاة ثانيا وقد يقرن الثلاثة بالعمل الصالح وهو ترتيب منطقي.

المبحث الثاني: الترغيب في أداء الزكاة وتأكيد وجوبها.

أولا: من الكتاب﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرۡكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ٤٣﴾ [10]

ثانياً: من السنة. عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:"بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله وإقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وصوم رمضان وحج البيت لمن لمن استطاع إليه سبيلا"[11].

المبحث الثالث: الترهيب من منع الزكاة.

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((من آتاه الله مالاً فلم يؤدي زكاته مثل له ماله يوم القيامة شجاعا أقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة ثم يأخذ بلهزمتيه يعني بشدقيه ثم يقول أنا مالك أنا كنزك ثم تلا :﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبۡخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ هُوَ خَيۡرٗا لَّهُمۖ بَلۡ

---

[6] لسان العرب لابن منظور 984/2 مادة ح ل ي .

[7] النهاية في غريب الحديث والأثر لإبن الأثير 435/1.

[8] رواه البخاري في كتاب الإيمان باب دعاءكم إيمانكم برقم:8 ، ومسلم في كتاب الإيمان باب بني الإسلام على خمس برقم: 121.

[9] المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم لفؤاد عبد الباقي ص:421.

[10] سورة البقرة آية (43) .

[11] سبق تخريجه في نفس الصفحة .

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾ [12])) [13]، وعن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ولم "ولم يمنعوا الزكاة إلا منعوا القطرة من السماء ولو لا البهائم لم يمطروا"[14]

المبحث الرابع: المقاصد الشرعية من الزكاة.[15]

لقد فرض الإسلام الزكاة وجعلها ركنا من أركانه وأثبت لها منزلة عليا ومكانة عظمى وما ذلك إلا لما يتحقق من تطبيقها والأخذ بها من مقاصد شرعية عظيمة تعود على الغني والفقير ومجتمعهما بالخير الكثير في الدنيا والآخرة ومن تلك المقاصد:

1. **تحقيق التعبد لله بامتثال أمره والقيام بفرضه.فقد جاءت النصوص المتواترة بالأمر بأداء هذه الفريضة العظيمة كما قال تعالى في أكثر من آية، كما قال:** ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾﴾ [16]
2. **شكر نعمة الله بأداء زكاة المال المنعم به على المسلم.قال تعالى:** ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾﴾ [17] **فشكر النعمة فرض على المسلم وبه تتحقق دوام النعم وزيادتها.**

---

[12] سورة آل عمران آية (180) .

[13] رواه البخاري في كتاب الزكاة باب إثم مانع الزكاة برقم 1403 .

[14] روا هـ الحاكم 540/4، وقال صحيح الإسناد ووافقه الذهبي وصححه الألباني في الصحيحة 106.

[15] ما يتعلق بهذا المبحث ملخص من كتاب الزكاة وتطبيقاتها المعاصرة للدكتور عبد الله الطيار ص 20– 30 ، وكتاب فقه الزكاة ليوسف القرضاوي 940–925/2 .

[16] سورة البقرة آية (43) .

[17] سورة إبراهيم آية (7) .

3. **تطهير المزكي من الشح والبخل.كما قال تعالى:﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾﴾ [18]. وقال النووي إن وجوب أخذ أخذ الزكاة معلل في الآية بالتطهير من الذنوب.[19]**
4. **تطهير مال الزكاة.وذلك بأداء ما تعلق به من حقوق المستحقين وما لزمه من واجبات فتعلق حق الغير بالمال يجعله ملوثا مشوبا لا يطهر إلا بإخراج هذا الحق من المال كما يشير ذلك تعليل النبي ﷺ عدم مشروعية صرف الزكاة لآل البيت بأنها أوساخ الناس فبالزكاة يحصل التطهير وتزول تلك الأوساخ.[20] بقوله صلى الله عله وسلم ((إن هذه الصدقة إنما هي أوساخ الناس وإنها لاتحل لمحمد ولا لآل محمد))[21]**
5. **تطهير قلب الفقير من الحقد والحسد على الغني. وذلك أن الفقير إذا رأى من حوله ينعمون بالمال الوفير وهو يكابد علم الفقر فلربما تسبب ذلك في بث الحسد والحقد والعداوة في قلب الفقير على الغني وبهذا تضعف العلاقة بين المسلم وأخيه بل ربما تقطعت أواصر الأخوة وشبت نار الكراهية فالحسد فالحسد والكراهية أدواء فتاكة تهدد المجتمع وتزلل كيانه وقد سعى الإسلام لمعالجتها ببيان خطرها وتشريع الزكاة وهي أسلوب عملي فاعل لمعالجة تلك الأدواء ولنشر المحبة والوئام بين الأفراد المجتمع المجتمع المسلم.[22]**
6. **مواساة الغني للفقير.فمن مقاصد المهمة التي شرعت لأجلها الزكاة مواساة الفقير وسد حاجته. قال الكاساني: إن أداء الزكاة من باب إعانة الضعيف وإغاثة اللهيف وإغدار العاجز وتقويته على أداء ما افترض الله عز وجل عليه من التوحيد والعبادات والوسيلة إلى أداء المفروض مفروضة.[23]**
7. **نماء مال الزكاة.فمن مقاصد مشروعية الزكاة نماء المال بكثرته وحلول البركة فيه، كما يدل عليه معناه معناه اللغوي وقد دل على هذا الكتاب والسنة كما قال تعالى:﴿يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ**

---

[18] سورة التوبة آية (103) .

[19] المجموع للنووي 197/5.

[20] الزكاة وتطبيقاتها المعاصرة. لدكتور عبد الله طيار ص:26.

[21] رواه مسلم في كتاب الزكاة ا ترك استعمال آل النبي على الصدقة برقم 1776 .

[22] فقه الزكاة ليوسف القرضاوي 930/2.

[23] بدائع الصنائع للكاساني 7/2. دار الكتاب العربي بيروت.

وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾ ﴾ [24] وقال صلى الله عليه وسلم: "ما نقصت صدقة من مال"[25]

8. تطهير المزكي من الذنوب.[26]. كما قال تعالى: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ ﴾ [27]

المبحث الخامس: شروط وجوب الزكاة في الذهب والفضة.

يشترط في وجوب الزكاة للذهب والفضة شرطان مهمان:

1. أن يحول عليه الحول.
2. أ ن يبلغ النصاب. [28]

الدليل على هذين الشرطين عن علي رضي الله عنه قال: قال صلى الله عليه وسلم : ((فإذا كانت لك مائة درهم وحال عليها الحول ففيها خمس دراهم وليس عليك شيء في الذهب حتى يكون لك عشرون دينار فإذا كان لك عشرون دينار وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فما زاد فبحساب ذلك))[29]

نصاب الذهب: نصاب الذهب عشرون مثقال، والمثقال هو وزن دينار الذهب الإسلامي يساوي 4.25 والنصاب من الذهب 20x 4.25 = 85 غرام ، والمقدار الواجب إخراجه ربع العشر يساوي 2.5 .

نصاب الفضة: نصاب الفضة مأتا درهم والدرهم يساوي 2.975 غرام. فالنصاب من الفضة 200x 2.975 = 595 غرام. والمقدار الواجب إخراجه ربع العشر يساوي 2.5.[30]

الفصل الثالث

المبحث الأول: تحرير محل النزاع في مسألة زكاة الحلي. اتفق العلماء جميعا على وجوب زكاة الحلي المحرم. ونقل غير واحد من أهل العلم الإجماع على وجوب الزكاة في الحلي المحرم.

---

[24] سورة البقرة آية (276) .

[25] رواه مسلم ، في كتاب البر والصلة باب استحباب العفو برقم 2588.

[26] نوازل الزكاة ص:48.

[27] سورة التوبة آية (103)

[28] منهاج الطالبين للنووي 389/1 .دار البشائر الإسلامية ط /1 ، 1421 هـ .

[29] رواه أبو داود غي كتاب الزكاة باب زكاة السائمة برقم 1573.

[30] زكاة الحلي لنبيل بن منصور البصارة،ص:58. دار الدعوة الكويت.ط،الثالثة.

1- وقال الماوردي:وإن اتخذ من الذهب والفضة ما حظر من الحلي والأواني وجبت زكاته في قول الجميع الجميع [31]

2- قال النووي: أما الحلي المحرم فتجب الزكاة فيه بالإجماع [32]

وهذه نصوص المذاهب الأربعة والظاهرية في ذلك:

1- الحنفية: قال في الهداية وفي تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة.[33]

2- المالكية: قال مالك: من كان عنده تبر أو حلي من ذهب أو فضة لا ينتفع به للبس فإن عليه فيه الزكاة في كل عام [34]

3- الشافعية: قال النووي: ويزكي المحرم من حلي وغير هـ لا المباح في الأظهر [35]

4- الحنابلة: قال ابن قدامة في المقنع: فأما الحلي المحرم والآنية وما أعد للكراع أو النفقة ففيه الزكاة[36] الزكاة[36]

5- الظاهرية: قال ابن حزم: والزكاة واجبة في حلي الفضة والذهب وسواء كان حلي امرأة أو حلي رجل وكذا حلية السيف والمصحف والخاتم وكل مصوغ منهما حل اتخاذه أم لم يحل [37]

واختلفوا في زكاة الحلي المباح المستعمل إلى أربعة أقوال.

المبحث الثاني: أقوال العلماء في الحلي المباح المستعمل.

القول الأول: تجب الزكاة في حلي الذهب والفضة وبه قالت الحنفية والظاهرية وهو قول بعض الصحابة الصحابة كعمر بن الخطاب [38] وعبد الله بن مسعود [39] وعبد الله بن عمرو بن عاص [40] ورواية عن عائشة

---

[31] الأحكام السلطانية للماوردي ص:120.

[32] روضة الطالبين للنووي 2260/2' والمجموع للنووي 5/ 491.

[33] الهداية 524/1.

[34] الموطأ مع شرح الزرقاني 102/2.

[35] منهاج الطالبين للنووي 485/1–486 .

[36] المقنع لابن قدامة ص 57,دار الكتب العلمية بيروت لبنان

[37] المحلى لابن حزم 92/6. مكتبة الجمهورية العربية القاهرة.

[38] ابن ابي شيبه 153/3' والبيهقي 4/ 139.

[39] الطبراني في الكبير 9594، والدار قطني 109/2.

[40] أبو عبيد في الأموال 538 ، والدار قطني 107/2.

رضي الله عنها [41]وهذا قول سعيد بن زبير [42] وسعيد بن مسيب [43] وعطاء بن رباح [44] ومحمد بن شهاب الزهري [45] وعمر بن عبد العزيز [46] وهؤلاء الخمسة لهم رواية مع القول المخالف أيضا. وبه قال محمد بن سيرين [47] ومجاهد [48] وعلقمة وأسود [49] . وإبراهيم النخعي [50] وطاؤس [51] والضحاك [52] وسفيان الثوري [53] والاوزاعي [54] وعبد الله بن مبارك [55] وممن رجح هذا القول الإمام الطحاوي [56] وابن حزم [57] وابن المنذر [58] والصنعاني [59] وعبد الرحمن المباركفوري [60] والشيخ عبد العزيز بن عبد الله ابن باز [61] والشيخ محمد صالح العثيمين [62] والشيخ عطية محمد سالم [63] وغيرهم. رحمهم الله جميعاً.

تحقيق مذهب الحنفية :

---

[41] الدارقطني 107/2. والبيهقي 4/ 139. وأبو عبيد 538.

[42] مصنف عبد الرزاق 7063. ومصنف ابن أبي شيبة 154/3 .

[43] مصنف عبد الرزاق 7060.

[44] مصنف ابن أبي شيبه 154/3.

[45] أبو عبيد في الأموال 539.

[46] كتاب الأموال لابن زنجويه 1774.

[47] أبو عبيد في الأموال 539.

[48] المصدر السابق .

[49] كتاب الأموال لابن زنجويه 1771.

[50] مصنف عبد الرزاق 7059.

[51] ابن أبي شيبة 154/3

[52] كتاب الأموال لابن زنجويه 1776.

[53] الترمذي 20/3 ' ومصنف ابن أبي شيبة 154/3.

[54] تفسير القرطبي 126/8. دار الكتاب العربي القاهرة.

[55] الترمذي 20/3.

[56] مختصر الطحاوي 49.لجنة إحياء المعارف النعماني.

[57] المحلى 92/6.

[58] الترغيب والترهيب 558/1. للمنذري دار إحياء التراث العربي بيروت.

[59] سبل السلام 615/1. للصنعاني مكتبة عاطف القاهرة.

[60] تحفة الأحوذي للمباركفوري دار الحديث القاهرة 34/3.

[61] فتوى رقم 1528/1 بتاريخ 7/6/1406ھ.

[62] رسالة في زكاة الحلي لمحمد بن صالح العثيمين ص:4.

[63] زكاة الحلي على المذاهب الأربعة ص:82. لعطية محمد سالم.

1- قال الإمام أبو حنيفة من كان عنده تبر أو حلي من ذهب أو فضة لا ينتفع بهما للبس أو ينتفع بهما للبس فإن عليه فيه الزكاة في كل عام [64]

2- وجاء في الهداية وفي تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة [65]

تحقيق مذهب الظاهرية: قال ابن حزم : والزكاة واجبة في حلي الفضة والذهب وسواء كان حلي إمرأة أو حلي رجل وكذالك حلية السيف والمصحف والخاتم وكل مصوغ منهما حل اتخاذه أم لم يحل[66].

القول الثاني: لا تجب الزكاة في حلي الذهب والفضة وبه قالت المالكية والشافعية والحنابلة وبعض من من الصحابة كأنس رضي الله عنه[67] وجابر رضي الله عنه[68] وابن عمر رضي الله عنه[69] وعائشة رضي الله عنها في رواية[70] وأسماء رضي الله عنها[71]. به قال الحسن البصري رحمه الله[72] والشعبي رحمه الله[73] وطاؤس في رواية[74] وسعيد بن مسيب في رواية[75] وأبو ثور[76] ورجحه ابن خزيمه[77] وأبو عبيد[78] والذهبي[79] والذهبي[79] الشوكاني[80] ومفتي ديار السعودية محمد بن إبراهيم[81] والقرضاوي[82] وغيرهم.

تحقيق مذهب المالكية:

---

[64] الحجة على أهل المدينة لمحمد الشيباني 448/1. لجنة إحياء المعارف النعمانية الهند.

[65] الهداية 524/1. وفتح القدير لابن الهمام 215/2–216. مصطفى البابي الحلبي مصر.

[66] المحلى لابن حزم 92/6.

[67] البيهقي في السنن الكبرى 138/4.

[68] ابن أبي شيبة 331/2. وعبد الرزاق في المصنف 7046.

[69] ابن أبي شيبة 355/2. وعبد الرزاق في المصنف 7047.

[70] ابن أبي شيبة 384/2. وعبد الرزاق 7051. والبيهقي 138/4.

[71] الدارقطني 109/2 ' ابن أبي شيبة 383/2. والبيهقي 184/4.

[72] مصنف ابن أبي شيبه 31/155 وابن زنجويه 1790.

[73] أبو عبيد في الأموال 541. وابن زنجويه 1792.

[74] مصنف عبد الرزاق 7050.

[75] أبو عبيد في الاموال 541. وابن زنجويه 1793.

[76] القفال في حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء 83/3. مؤسسة الرسالة.

[77] صحيح ابن خزيمه34/4.

[78] أبو عبيد في الأموال 521.

[79] كتاب الكبائر للذهبي ص:33.

[80] السيل الجرار للشوكاني 21/2. دار الكتب العلمية بيروت.

[81] فتاوى ورسائل الشيخ محمد ابن إبراهيم 95/4.

[82] فقه الزكاة ليوسف القرضاوي ص:208.

1- قال الإمام مالك: أما التبر والحلي المكسور الذي يريد أهله إصلاحه ولبسه فإنما هو بمنزلة المتاع الذي يكون عند أهله فليس على أهله فيه زكاة[83]

2- وقال خليل في مختصره : ولا زكاة في عين... ولا مال رقيق ومدين وسكة وصياغة وجودة وحلي وإن وإن تكسر وإن لم يتهشم ولم ينو عدم إصلاحه أو كان لرجل أو كراء إلا محرما أو معدا لعاقبه أو صداق أو منويا به التجارة[84]

تحقيق مذهب الشافعية:

1- نقل عن الشافعي في هذه المسألة قولان: قول بإيجاب الزكاة في الحلي وقول بعدم ذلك. فالقول الأول كان يقول به في القديم ثم استخار الله تعالى فيه فرجع عنه. قال الشافعي في الأم: وقد قيل في الحلي صدقة وهذا ما استخير الله عز وجل. قال الربيع: قد استخار الله عز وجل فيه وأخبرنا وليس في الحلي زكاة[85]

2- وقال في مختصر المزني: قال الشافعي وللمرأة أن تحلي ذهبا أو ورقا ولا أجعل في حليهما الزكاة[86]

تحقيق مذهب الحنابلة:

1- نقل عن أحمد روايتان حكاهما المرداوي.الأولى: تجب الزكاة. والثانية: تجب الزكاة إذا لم يعار ولم ولم يلبس[87]

2- وقال ابن قدامة : وليس في حلي المرأة زكاة إذا كان مما تلبسه أو تعيره[88].

---

[83] الموطأ للإمام مالك1/250–251.

[84] المختصر لخليل ص:62. ط،عيسى البابي الحلبي مصر.

[85] الأم للشافعي 35/2. كتاب الشعب القاهرة.

[86] المختصر المزني 238/1–239.

[87] الإنصاف للمرداوي 138/3.

[88] المغني لابن قدامة 9/3. مكتبة القاهرة مصر.

القول الثالث: زكاة الحلي عاريته. وبه قال بعض من الصحابة والتابعين منهم عبد الله ابن عمر رضي الله عنه[89] وجابر بن عبد الله رضي الله عنه[90] سعيد بن مسيب[91] والشعبي[92] الحسن البصري[93] وبه قال الإمام أحمد في رواية[94] وهذا القول رجحه ابن القيم في الطرق الحكمية[95]

القول الرابع: تجب الزكاة في الحلي مرة واحدة. وهذا مروي عن أنس رضي الله عنه فإنه قال: إذا كان يعار ويلبس فإنه يزكى مرة واحدة[96].

المبحث الثالث: أدلة القائلين بوجوب الزكاة في الحلي: استدل القائلون بوجوب زكاة الحلي بأدلة منها:

قوله تعالى﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَـٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۗ وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَـٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

[97] قال الكاساني: ألحق الوعيد الشديد بكنز الذهب والفضة وترك إنفاقها في سبيل الله من غير فصل بين الحلي وغيره وكل مال لم تودي زكاته فهو كنز[98]. وقال ابن عثيمين رحمه الله: الآية عامة في جميع الذهب والفضة لم تخصص شيئا دون شيء فمن ادعى خروج الحلي المباح من هذا العموم فعليه الدليل.[99]

---

[89] البيهقي 140/4.

[90] مصنف ابن أبي شيبه 155/3. وابن زنجويه 1794.

[91] البيهقي 140/4. وكتاب الأموال لابن زنجويه 1797.

[92] أبو عبيد في الأموال 541. ومصنف ابن أبي شيبة 155/3.

[93] أبو عبيد في الأموال 541.

[94] مسائل ابن هاني 113/1.

[95] الطرق الحكمية في السياسة الشرعية لابن القيم 261. مطبعة السنة المحمدية القاهرة.

[96] البيهقي 138/4. ابن زنجويه 1796.

[97] التوبة: 34–35.

[98] بدائع الصنائع للكاساني 17/2. دار الكتاب العربي بيروت.

[99] رسالة في زكاة الحلي لمحمد بن صالح العثيمين ص:5–6.دارالوطن للنشر

1. عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يودي منها حقها إلا إذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح من نار فأحمي عليها في نار جهنم فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره[100].

قال ابن عثيمين رحمه الله : هذا عام والمرأة التي عندها حلي سواء أكان حلي فضة أو ذهب صاحبة ذهب أو فضة وهذا العموم يشمل الحلي وغير الحلي ومن قال إن الحلي خارج منه فعليه الدليل[101]

1- عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن إمرأة أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعها ابنة لها وفي وفي يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها: أتعطين زكاة هذا؟ قالت: لا، قال: أيسرك أن يسورك يسورك الله بها سوارين من نار؟ قال: فخلعتهما فألقتهما إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت: هما لله ورسوله.[102]

2- عن عائشة رضي الله عنها قالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأى في يدي فتخات من من ورق فقال: ما هذا يا عائشة؟ فقلت: صنعتهن أتزين لك يا رسول الله! فقال: أتودين زكاتهن؟ قالت: قالت: لا ، أو ما شاء الله قال: هو حسبك من النار.[103]

3- عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: كنت ألبس أوضاحا من ذهب فقلت: يا رسول الله أكنز هو؟ فقال: ما بلغ أن تودي زكاته فزكي فليس بكنز.[104]

4- ومن أدلتهم الآثار الواردة عن الصحابة كعمر بن الخطاب وابن مسعود وعبد الله بن عمرو بن العاص وعائشةفي رواية [105]

5- وكذلك استدلوا بالقياس. فهو تأييد للنصوص المتقدمة فهم قاسوا الحلي على المسكوك والمسبوك بجامع أن الجميع نقد[106]

---

[100] رواه مسلم في كتاب الزكاة باب إثم مانع الزكاة برقم **2337** والبيهقي في السنن الكبرى رقم **7324**

[101] الشرح الممتع على زاد المستقنع **128/6** لمحمد بن صالح العثيمين دار ابن جوزي.

[102] رواه أبوداود برقم **1563**. والترمذي **637**' والنسائي **2479** ' والبيهقي **7340**. وحسنه الألباني في صحيح أبي داود **1382**.

[103] أبو داود **1565**. والحاكم **1437**. والبيهقي **139/4**. والدار قطني **105/2** وصححه الألباني في صحيح أبي داود **1382**

[104] أبو داود **1564**. البيهقي **140/4** ' دارقطني **105/1**' والحاكم **390/1**. وصححه الألباني في صحيح أبي داود**1384**.

[105] سبق تخريج هذه الأقوال في الصفحات السابقة.

[106] أضواء البيان لمحمد الأمين الشنقيطي **408/2**.

6- وكذلك استدلوا باللغة. فقالوا إن لفظ الرقة ولفظ الأوقية الواردتان ذكرهما في الحديث يشمل المصوغ المصوغ كما يشمل المسكوك. قال الشيخ الأمين الشنقيطي ردا على هذا: أن التحقيق خلافه[107].

المبحث الرابع: أدلة المانعين لوجوب زكاة الحلي المباح المستعمل:

استدل القائلون بعدم وجوب زكاة الحلي بأدلة منها:

1- عن جابر رضي الله عنه مرفوعا أنه قال: ليس في الحلي زكاة.[108]

2- عن زينب زوجة عبد الله بن مسعود رضي الله عنهما قالت: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يا يا معشر النساء! تصدقن ولو من حليكن.[109] قال ابن العربي: هذا الحديث يوجب بظاهره أن لا زكاة في الحلي بقوله للنساء: تصدقن ولو من حليكن، ولو كانت الصدقة فيه واجبة لما ضرب المثل به في صدقة التطوع.[110]

3- أنه قول لبعض من الصحابة كأنس وجابر وابن عمر وأسماء وعائشة في رواية رضي الله عنهم.[111]

4- أن هذا الحلي معد لحاجة الإنسان الخاصة ولقد قال النبي صلى الله عليه وسلم: ليس على المسلم في في عبده ولا فرسه صدقة.[112] وهذا مثل العبد والفرس والثياب. وهي لا زكاة فيها.

5- أن هذا الحلي ليس مرصدا للنماء فلا تجب فيه الزكاة كالثوب والعباءة.

تنبيه: أما الذين قالوا زكاة الحلي عاريته وكذلك من قال بوجوبها مرة واحدة فقد استدلوا بأقوال بعض الصحابة كما ذكر في المبحث الثاني ولا توجد أدلة على ما قالوا به على حسب علمي .

المبحث الخامس: المناقشات والردود.

أولا: مناقشة بعض أدلة القائلين بوجوب زكاة الحلي. اعترض على القائلين بوجوب زكاة الحلي اعتراضات ومنها:

1- إن وجوب الزكاة على الحلي كان عندما كان التحلي بالذهب حراما على النساء فلما أبيح لهن سقطت منه الزكاة. قال البيهقي : وإلى هذا ذهب كثير من أصحابنا. ذكر البيهقي هذا الإعتراض ثم تعقبه فقال:

---

[107] أضواء البيان لمحمد الأمين الشنقيطي 408/2

[108] أخرجه الدارقطني 107/2 وعبد الرزاق في مصنفه 7047. وابن الجوزي في التحقيق 1148. وقال الألباني حديث باطل. إرواء الغليل للألباني. برقم 817 ص:294/3. المكتب الإسلامي.

[109] رواه البخاري رقم 1466 ، ومسلم 694/2.

[110] شرح الترمذي لابن العربي 130/3-131.

[111] سبق تخريج هذه الأقوال في الصفحات السابقة.

[112] رواه البخاري برقم 1464. ومسلم 982.

فقال: كيف يصح هذا القول مع حديث أم سلمة وحديث فاطمة بنت قيس وحديث أسماء وفيها التصريح التصريح بلبسه مع الأمر بالزكاة.[113] وأجاب على هذا الاعتراض الشيخ محمد بن العثيمين فقال: أن هذا لا يستقيم فإن النبي صلى الله عليه وسلم لم يمنع من التحلي به بل أقره مع الوعيد على ترك الزكاة، الزكاة، ولو كان التحلي ممنوعا لأمر بخلعه وتوعد على لبسه. ثم إن النسخ يحتاج إلى معرفة التاريخ.[114]
التاريخ.[114]

2- إن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بالزكاة فيها لما رأى فيها من الغلظة التي تؤدي إلى الإسراف. والجواب على هذا الاعتراض الأمر بتأدية الزكاة للغلظة والإسراف فيهما يحتاج إلى دليل خاص.

3- إنه صلى الله عليه وسلم إنما خص بعض النسوة بالأمر بتأدية زكاة الحلي ولم يأمر به أمرا عاما لجميع الناس. فدل ذلك على أن الزكاة في الحلي ليس بفرض. قال أبو عبيد : ولو كانت الزكاة في الحلي فرضا كفرض الرقة ما اقتصر صلى الله عليه وسلم من ذلك على أن يقوله لإمرأة يخصها به عند رؤيته الحلي عليها دون الناس وكان هذا كسائر صدقات الشائعة المنتشرة عنه في العالم من كتبه وسنته ونقلته الأئمة بعده. وقد كان الحلي من فعل الناس في آباد الدهر فلم نسمع له ذكرا في شيىء من كتب صدقاتهم. هذا الاعتراض أجاب عليه الشيخ عطية السالم قال: أن دعوى اقتصار البيان وتخصيصه بإمرأة فجوابه من وجهين:

أ- وجود أصل الوجوب السابق في عموم الذهب والفضة من الكتاب. كقوله تعالى: ﴿وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٖ ٣٤﴾ [115]

ب- وجود البيان لعدة نساء قبل تلك المرأة عائشة وأم سلمة رضي الله عنهما.

4. أن الأحاديث التي استدل القائلون بالوجوب ضعيفة.

الجواب على هذا أنه ليس بصحيح على إطلاقه فإن هذه الأحاديث ما هو على شرط الشيخين ومنها هو على شرط مسلم وبقيتها أقل درجاتها صلاحيته للاستشهاد به.[116] والأحاديث التي استدل به القائلون

---

[113] نصب الراية للزيلعي 2/373-374. المكتب الإسلامي.

[114] رسالة في زكاة الحلي لمحمد بن صالح العثيمين ص:11.

[115] التوبة 34

[116] زكاة الحلي على المذاهب الأربعة. لعطية محمد سالم ص:80.

بالوجوب صحح الشيخ الألباني رحمه الله جل هذه الأحاديث في كتابه "إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل" ص:296/3.

ثانياً: مناقشة بعض أدلة المانعين بوجوب زكاة الحلي.

اعترض على مانعي زكاة الحلي باعتراضات ومنها:

1. **"حديث ليس في الحلي زكاة" فإنه حديث ضعيف لا تقوم به حجة . والأكثر على أنه موقوف على جابر. جابر. فهذا الحديث لا تقوم به حجة فضلا عن يعارض الحديث الصحيح ثم إن المستدلين به لا يقولون بموجبه، فلو أخذنا بموجبه لكان الحلي لا زكاة فيه مطلقا وهم لا يقولون بذلك، فيقولون إن الحلي المعد للإجارة أو النفقة فيه الزكاة. وهذا معناه أننا أخذنا بالحديث من وجه وتركناه من وجه آخر هذا لو صح الحديث.**[117]
2. **وقوله صلى الله عليه وسلم :"تصدقن ولو من حليكن" فلا دلالة فيه على عدم وجوب الزكاة في الحلي كما لو قلت لآخر قد أعد مالا للنفقة وقد بلغ نصابا تصدق ولومن نفقتك. فلا يدل ذلك على عدم وجوب الزكاة في هذا المال، بل معناه تصدقن من جميع الأموال التي تجب فيها الزكاة ولو كانت من حليكن وذكر "لو" ليدفع توهم من يتوهم أن الحلي من الحوائج الأصلية.**[118]
3. **أما القياس فهو باطل لوجوه:**

أ- أنه في مقابلة النص وكل قياس في مقابلة النص فإنه يكون فاسدا الاعتبار.

ب- أنه قياس مع الفارق لأن الأصل في الذهب والفضة وجوب الزكاة وليس الأصل في الفرس والعبد والثياب وجوب الزكاة. فكيف نقيس ما أصله الزكاة علي شيء الأصل فيه عدم الزكاة؟ [119]

ت- أنه متناقض لأنه لو كان له عبد قد أعده للأجرة فليس فيه زكاة، ولو كان عنده خيل أعدها للأجرة فليس فيها الزكاة ولو كان عنده حلي أعده للأجرة ففيه الزكاة. وأيضا لو كان عنده حلي أعده للنفقة ففيه الزكاة. ولو كان عنده أثاث ونحوه قد أعده للنفقة كلما احتاج باع منه فليس فيه زكاة. زكاة. ولوكان عنده ثياب للإستعمال ثم نواها للتجارة فليس فيها زكاة على المذهب بخلاف حلي. حلي. إذا لا يصح القياس ومن الغريب أنه على قولهم لا تجب الزكاة في حلي إمرأة قد أعدته

---

[117] الشرح الممتع على زاد المستقنع لمحمد بن صالح العثيمين 6/ 130 .

[118] تحفة الأحوذي للمباركفوري 36/3.

[119] الشرح الممتع على زاد المستقنع لمحمد بن صالح العثيمين 6/ 131 .

للتجميل مع كونه من الكماليات وتجب الزكاة في حلي إمرأة فقيرة قد أعدته للنفقة وكان مقتضى مقتضى الحكمة أن تجب الزكاة على من أعدته للكماليات لا على من أعدته للضروريات.[120]

4. وأما قوله إن الحلي غير مرصد للنماء.

فالجواب أن الذهب والفضة لا يشترط فيهما الرصد للنماء بدليل أن الإنسان لو كان عنده دراهم أو دنانير قد ادخرها لا يبيع فيها. ولا يشتري وإنما يأكل منها أو أعدها لزواج أو شراء بيت فتجب فيها الزكاة لوجوبها لوجوبها في عينها.[121]

ثالثاً : الرد على الذين قالوا زكاة الحلي عاريته :

نقل المباركفوري الرد على هذا القول من الملا علي القاري، قال: أن هذا التأويل في غاية البعد وإذ لا لا وعيد في ترك التطوع والإعارة مع أنه لا يصح إطلاق الزكاة على العارية لا حقيقة ولا مجازا.[122]

ولأنه صلى الله عليه وسلم لم يسأل أصحاب الحلي وصواحباته أتعيران هذا؟ ولو كانت الإعارة زكاة لاستفسر عنها صلى الله عليه وسلم ولأجبن عن أنفسهن بأنهن يعرنه أو لا.[123]

رابعاً: الرد على الذين قالوا بوجوب الزكاة في الحلي مرة واحدة : أنه لم يعلم لها مثيل في مال زكوي مع مع قيام الموجب فيقال لمن يستدل به إن موجب تزكيته في المرة الأولى في السنة الأولى موجود بعينه في السنوات التي تليها فما الذي منع وجوبها بعد أن وجبت.[124]

المبحث السادس: سبب الخلاف في مسألة زكاة الحلي. قال ابن رشد: والسبب في اختلافهم تردد شبهه بين العروض وبين التبر والفضة اللتين المقصود منهما المعاملة في جميع الأشياء. فمن شبهه بالعروض التي المقصود منها المنافع أولا قال: ليس فيه زكاة. ومن شبهه بالتبر والفضة التي المقصود منها المعاملة بها أولا قال: قال: فيه الزكاة. ولاختلافهم أيضا سبب آخر وهو اختلاف الآثار في ذلك.[125]

---

[120] الشرح الممتع على زاد المستقنع لمحمد بن صالح العثيمين 6/ 130 دار ابن الجوزي.

[121] المصدر السابق 131/6.

[122] تحفة الأحوذي لمحمد عبد الرحمن المباركفوري36/3. دار الحديث القاهرة.

[123] زكاة الحلي على المذاهب الأربعة، لعطية محمد سالم ص:60.

[124] المصدر السابق ص:62.

[125] بداية المجتهد ونهاية المقتصد لمحمد ابن أحمد ابن رشد 12/2. دار البيان العربي.

المبحث السابع: الترجيح بين الأقوال: وأقرب الأقوال إلى الصواب عندي هو القول بالوجوب وهو الذي عليه الحنفية وذلك لقوة أدلتهم ولثبوته عن النبي صلى الله عليه وسلم بأحاديث كثيرة. وهذا القول مع كونه كونه أظهر دليلا وأصح تعليلا و هومقتضى الاحتياط والله أعلم بالصواب.

الخاتمة

الحمد لله الذي تتم الصالحات به وأشكر سبحانه تعالى على هذا الإحسان العظيم الذي وفقني بإكمال هذا البحث وأعترف بكل صراحة بقصور جهودي وقلة علمي ومع هذا حاولت بقدر استطاعتي فاستفدت من هذا البحث فوائد كثيرة. ووصلت خلال هذا البحث إلى عدة نتائج من أهمها:

1. **أن الزكاة لها أهمية عظمى ومكانة عليا في الإسلام لأنها ركن من أركانه.**
2. **أن الزكاة فريضة محكمة لا يشك فيها عاقل ولا يماري فيها جاهل.**
3. **أن الزكاة لها مقاصد شرعية عظيمة تعود على الغني والفقير في الدنيا والآخرة.**
4. **أن الفقهاء اتفقوا على زكاة الحلي المحرم واختلفوا في الحلي المباح المستعمل.**
5. **الراجح، هو القول بوجوب الزكاة في الحلي وهذا القول مع كونه أظهر دليلا وأصح تعليلا هو مقتضى الاحتياط.**

أهم التوصيات:

1. **أن يحقق هذا الموضوع في رسالة علمية إما في الماجستير أو الدكتوراه**
2. **أن يكون للعلماء جهد في تبيين هذا الموضوع ونشره بين الناس**

هذا ما تيسر لي فما في هذا البحث هو جهد مقل فما كان فيه من صواب فهو من الله وفضله ومنه وكرمه وأشكره سبحانه تعالى على هذا ، وما كان فيه من خطأ فهو مني ومن الشيطان. وأستغفر الله العظيم من كل خطأ زلت إليه القدم ومن كل كلام ليس صوابا خطه القلم وأسأله تعالى أن يغفر لي ولوالدي وللمسلمين والمؤمنين وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

حكم من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع وقد طلع

المقدمة

الحمد لله المفقه من شاء من خلقه و الصلاة و السلام على نبيه الصادق الأمين الذي بين ما أنزل إليه من ربه غاية التبيين وعلى آله و أصحابه أعلام الهدى و قادة المهتدين. أما بعد

فإن الصوم ركن من أركان الإسلام الخمسة التي لا يكمل إسلام المرء إلا بها , شرعه الله تعالى للمسلمين للمسلمين أياما معدودات و جعله محدوداً بحدود الشرعية , و رتب عليه من الأجر و الثواب.و الصيام كغيره من العبادات التي لم تفرض عبثاً فهو يعد رحلة روحية متحلية بالتقوى الموقظ لضمير المسلم الرقيب على أعماله أعماله في سره و علانيته .

كما يعد الصيام مدرسة صحية و تربوية واجتماعية يحث على الصبر و التحمل و كسر الشهوة و احترام النظام و و التزام الجماعة و الإحسان إلى الفقراء و مواساة المساكين و المحتاجين و التخلص من البطر وصفاء النفس و و تطهير الروح و التلذذ بالعبادات المختلفة من صلاة و ذكر و تسبيح و قيام و اعتكاف و غير ذلك من العبادات المختلفة.

عنوان البحث: حكم من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع وقد طلع. و تتجلى أهمية هذا الموضوع في كونه متعلقاً بأحد أركان الإسلام و مبانيه العظام وهو الصوم.

أسباب اختيار الموضوع : اخترت هذا الموضوع لوجوه شتى من أهمها ما يلي :

1- كون هذا الموضوع متعلقاً بأحد أركان الإسلام.

2- عدم وجود أي مؤلف مستقل بهذا الموضوع حسب علمي القاصر.

3- حاجة بعض المسلمين إلى معرفة القول الفصل في حكم هذه المسألة.

4- الرغبة في الإسهام في جمع ما تفرق و توضيح ما أشكل فيما يتعلق بهذا الموضوع.

5- مع أن هذا البحث تكليف من قبل شيخنا الفاضل أ. د. عبد الله بن إبراهيم الزاحم حفظه الله ورعاه, فكان نصبي على هذا الموضوع.

منهج البحث: المنهج الذي سرت عليه في كتابة هذا البحث و جمع المادة العلمية فهو كالتالي:

1- ذكرت اختلاف العلماء في المسألة و عزوت الأقوال إلى قائليها بالرجوع إلى المصادر الأصلية في كل مذهب.

2- ذكرت الأدلة مع بيان وجه الدلالة و ما ترد عليها من المناقشات و الردود و الأجوبة عليها إن وجدت.

3- ثم حاولت بقدر المستطاع إظهار النتيجة التي تطمأن إليها النفس على ضوء تلك الدراسة و المقارنة.

4- عزوت الآيات القرآنية الواردة في البحث إلي مواضعها في القرآن الكريم ذاكراً اسم السورة و رقم الآية.

5- خرجت الأحاديث النبوية من كتب السنة المعتمدة فإن كان الحديث في الصحيحين أو أحدهما اكتفيت بتخريجه منهما، و إن كان في غيرهما خرجته من كتب السنة مع بيان درجته صحةً أو ضعفاً.

الدراسات السابقة : الغالب على العلماء في هذا الموضوع أن يتعرضوا له في كتبهم الفقهية كجزء في باب ضمن مفسدات الصوم و ما وجدت أي كتاب مستقل بهذا الموضو، إلا أني وجدت بعض المادة العلمية في بعض الكتب الخاصة بالكفارات مثل كتاب " الكفارات في الكتاب و السنة " لمحمد فاضل بن طاهر الشنقيطي، و كذالك الكتاب " الكفارات في الشريعة الإسلامية على المذاهب الأربعة " لعبد الله بن محمد بن سعد القويزاني، إلا أنهم تعرضوا لهذه المسألة بالاختصار الشديد.

خطة البحث: قسمت البحث إلى مقدمة و تمهيد و ستة مباحث و خاتمة .

المقدمة تشمل على أهمية الموضوع و أسباب اختياره و منهج البحث و الدراسات السابقة و خطة البحث.

والتمهيد يشمل على شرح بعض الألفاظ اللغوية.

المبحث الأول : حكم الجماع في نهار رمضان و ما يترتب على ذلك.

المبحث الثاني : تحرير محل النزاع .

المبحث الثالث : الأقوال في المسألة .

المبحث الرابع : الأدلة في المسألة مع المناقشات والردود.

المبحث الخامس : سبب الخلاف.

المبحث السادس : الترجيح و سبب الترجيح.

والخاتمة تشمل على أهم النتائج التي توصلت إليها خلال هذا البحث.

صلى الله على نبينا محمد و على آله و صحبه أجمعين.

التمهيد

شرح بعض الألفاظ اللغوية:

أولا : الجماع في اللغة: قال : ابن فارس " الجيم و الميم و العين أصل واحد يدل على تضام الشيء يقال جمعت الشيء جمعاً" [126] و قال : ابن منظور " جمع أي جمع الشيء عن تفرقه"[127] وقال:الجوهري"جمعت الشيء المتفرق فاجتمع و المجامعة هو المباضعة" [128] و قال : البعلي " الجماع هو الوطء والنكاح "[129]

حقيقة الجماع في الشرع: الجماع هو الوطء في الفرج و تتحقق أحكامه بتغيب الحشفة الأصلية في فرج أصلي و لا يشترط لذلك الإنزال[130]

ثانيا: تعريف الفجر: قال: ابن فارس "الفاء و الجيم و الراء أصل واحد هو التفتح في الشيء، من ذلك الفجر انفجار الظلمة عن الصبح ومنه: انفجر الماء انفجاراً : تفتح – و الفجرة موضع التفتح الماء. ثم كثر هذا حتى صار الانبعاث والتفتح في المعاصي فجوراً و لذلك سمى الكذب فجوراً . ثم كثر هذا حتى سمي كل مائل عن الحق فاجراً" .[131] و قال : ابن منظور " الفجر ضوء الصباح هو حمرة الشمس في سواد الليل . و هما فجران أحدهما المستطيل وهو الكاذب الذي يسمى ذنب السرحان و الآخر المستطير وهو الصادق المنتشر في في الأفق الذي يحرم الأكل و الشرب على الصائم ولا يكون الصبح إلا الصادق " .[132] والمراد بالفجر في هذا البحث هو الفجر الثاني و هو الفجر الصادق و هو المعتبر في الصلاة والصوم لا الفجر الكاذب. [133]

المبحث الأول : حكم الجماع في نهار رمضان و ما يترتب على ذلك:

الجماع في نهار رمضان هو أعظم المفطرات و أكبرها إثماً و هو لغير المعذور حرام وهو مفسد للصيام بدلالة الكتاب و السنة و الإجماع.

---

[126] مقاييس اللغة لابن فارس 479/1 المادة : ج – م – ع.

[127] لسان العرب لابن منظور 53/8 المادة : ج – م – ع.

[128] الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية للجوهري 1200/3 المادة : ج – م – ع.

[129] المطلع على ألفاظ المقنع لمحمد البعلي ص 318

[130] القوانين الفقهية لابن جزي ص 30 , غاية المنتهى للمرعى الكرمي 1/ 48

[131] مقاييس اللغة لابن فارس 475/4 المادة : ف– ج –ر.

[132] لسان العرب لابن منظور 5/ 45 المادة : ف –ج –ر. وانظر أنيس الفقهاء في تعريفات الألفاظ المتداولة بين الفقهاء لقاسم بن عبد الله القونوي الحنفي ص16

[133] المبسوط للسرخسي 56/3 , الهداية في شرح بداية المبتدئ للمرغيناني 1/ 127 , البناية شرح الهداية لبدر الدين العيني 4/ 103

أما الكتاب: فكما قال تبارك و تعالى:﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَٱلْـَٰٔنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا۟ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا۟ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ وَلَا تُبَـٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَـٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَـٰجِدِ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ ءَايَـٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾﴾ (134)

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله تعالى " المراد بالصيام هو الإمساك عن الأكل و الشرب والجماع ...."(135) و قال ابن كثير رحمه الله تعالى " المراد بالرفث هنا هو الجماع " (136)

و أما السنة: فلحديث أبي هريرة رضي الله عنه قال " بينما نحن جلوس عند النبي صلى الله عليه و سلم إذ جاءه رجل فقال يا رسول الله هلكت . قال : " مالك؟ " قال: وقعت على امرأتي و أنا صائم، فقال رسول رسول الله صلى الله عليه و سلم : " هل تجد رقبة تعتقها؟" قال : لا, قال " فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين "، قال : " لا، فقال : "فهل تجد إطعام ستين مسكينا " قال : لا، قال : فمكث النبي صلى الله عليه و سلم، فبينا نحن على ذلك أتي النبي صلى الله عليه و سلم بعرق فيها تمر – العرق المكتل – قال : " أين السائل؟" فقال : أنا، قال : "خذها , فتصدق به" فقال الرجل :أعلى أفقر مني يا رسول الله ؟ فو الله ما بين لابتيها – يريد الحرتين – أهل بيت أفقر من أهل بيتي، فضحك النبي صلى الله عليه و سلم حتى بدت أنيابه، ثم قال : " أطعمه أهلك "(137)

و أما الإجماع: فقال ابن المنذر رحمه الله تعالى " ولم يختلف أهل العلم أن الله عز وجل حرم الجماع على الصائم في نهار رمضان".(138) و قال ابن حزم رحمه الله تعالى " و اتفقوا على أن الأكل مما يغذي من

(134) سورة البقرة – الآية 187

(135) مجموع فتاوى ابن تيمية25 / 220

(136) تفسير القرآن العظيم لابن كثير 1/ 221 , جامع البيان في تأويل القرآن للطبري 2/ 162 , الجامع لأحكام القرآن للقرطبي 315/2

(137) رواه البخاري في كتاب الصيام باب إذا جامع في رمضان , ولم يكن له شيء، فتصدق عليه فليكفر. برقم 1936

(138) الإجماع لابن المنذر ص59

الطعام مما يستأنف إدخاله في الفم و الشرب و الوطء حرام" .[139] و قال ابن قدامه " لا نعلم بين أهل العلم خلاف في أن من جامع في الفرج فأنزل و لم ينزل أو دون الفرج أنه يفسد صومه".[140] فمتى جامع الصائم بطل بطل صومه فرضاً كان أو نفلاً ثم إن كان في نهار رمضان و الصوم واجب عليه لزمه القضاء و الكفارة.[141]

المبحث الثاني

تحرير محل النزع: اتفق الفقهاء رحمهم الله تعالى على أن من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع فتبين فتبين أنه قدطلع، فعليه الإمساك، واختلفوا في القضاء والكفارة .[142]

المبحث الثالث

أقوال العلماء في من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع فتبين أنه قد طلع اختلف العلماء رحمهم الله في هذه المسألة إلى ثلاثة أقوال :

القول الأول: أنه يجب عليه القضاء و الكفارة. و به قال أحمد[143] في المشهور، ورجحه ابن قدامه و و ممن رجحه من المعاصرين ابن باز[144] رحمهم الله تعالى و به أفتت اللجنة الدائمة للبحوث العلمية[145] .

---

(139) مراتب الإجماع لابن حزم ص 70

(140) المغني لابن قدامه 4 / 372

(141) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني93/2، المبسوط للسرخسي 3/ 140، الهدايا في شرح بداية المبتدئ للمرغيناني 122/1، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعي 1/ 327، العناية شرح الهداية للبابرتي 327/2، البناية شرح الهداية للعيني 35/4، المدونة لمالك بن أنس 285/1، الكافي في فقه أهل المدينة لابن عبد البر 1/ 342، التاج الإكليل لمختصر خليل لمحمد بن يوسف المالكي 360/3، الأم للإمام الشافعي 2/ 109، المجموع شرح المهذب للنووي 328/6، البيان في مذهب الإمام الشافعي 512/3، الهداية على مذهب الإمام أحمد 158/1 , الشرح الكبير على متن المقنع لعبد الرحمن بن محمد الجماعيلي الحنبلي54/3 , المغني لابن قدامه 372/4 , المبدع في شرح المقنع لابن مفلح 3/ 29 .

(142) تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعي 340/1 , اللباب في شرح الكتاب للميداني 173/1 , الجوهرة النيرة على مختصر القدوري للحدادي 145/1 , مواهب الجليل في شرح مختصر الخليل الحطاب الرعيني المالكي 427/2 , المجموع شرح المهذب للنووي 328/6، الكافي في فقه الإمام أحمد لجماعيلي المقدسي 444/1 , الشرح الكبير على متن المقنع لعبد الرحمن بن محمد الجماعيلي الحنبلي 14/3.

(143)الشرح الكبير على متن المقنع لعبد الرحمن بن محمد الجماعيلي الحنبلي54/3 , المغني لابن قدامة 379/4 , المبدع في شرح المقنع لابن مفلح 3/ 29 . الروض المربع و حاشيته 3/ 407 , شرح المنتهى 450/1.

(144) مجموع فتاوى ابن باز 290/15 .

(145) فتاوى اللجنة الدائمة عضو,عبدالله بن غديان,الرئيس عبدالله بن باز برقم ,10676. 292/10.

القول الثاني: أنه يجب عليه القضاء فقط و به قال أبو حنيفة[146] و مالك[147] و الشافعي[148] و أحمد في رواية[149] رحمهم الله تعالى.

القول الثالث: أنه يجب عليه الإمساك و ليس عليه القضاء و لا الكفارة و به قال إسحاق و داؤود والحسن و مجاهد[150] و ابن حزم[151] و رجحه ابن تيمية[152] و تلميذه ابن القيم[153]رحمهم الله تعالى.

المبحث الرابع

الأدلة في المسألة مع المناقشات والردود.

أولا : أدلة القائلين بوجوب القضاء و الكفارة : حديث أبي هريرة رضي الله عنه قال " بينما نحن جلوس جلوس عند النبي صلى الله عليه و سلم إذ جاءه رجل فقال يا رسول الله هلكت . قال : " مالك؟ " قال: وقعت على امرأتي و أنا صائم، فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم : " هل تجد رقبة تعتقها؟" قال : لا، قال " فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين " قال : " لا، فقال : " فهل تجد إطعام ستين مسكينا " قال : لا قال : فمكث النبي صلى الله عليه و سلم فبينا نحن على ذلك أتي النبي صلى الله عليه و سلم بعرق فيها تمر – العرق المكتل – قال : " أين السائل؟" فقال : أنا، قال : "خذها , فتصدق به" فقال الرجل :أعلى أفقر مني يا رسول الله ؟ فو الله ما بين لابتيها – يريد الحرتين – أهل بيت أفقر من أهل بيتي, فضحك النبي صلى الله عليه و سلم حتى بدت أنيابه, ثم قال : " أطعمه أهلك "[154]

[146] المبسوط للسرخسي 3/ 55 , حاشية عابدين على الدر المختار 3/ 405 , تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعي 340/1 , العناية شرح الهداية 2/ 372 , اللباب في شرح الكتاب للميداني 1/ 174 .

[147] الفواكه الدواني على رسالة القيرواني 1/ 355, حاشية الدسوقي على الشرح الكبير 591/1 , الكافي في فقه أهل المدينة 343/1, الذخيرة للقرافي 520/2 , المدونة 277/1 , التاج و الإكليل لمختصر الخليل 352/3 .

[148] البيان في مذهب الإمام 512/3, المجموع شرح المهذب للنووي 328/6, روضة الطالبين 377/2, شرح الوجيز 449/6,

[149] الإنصاف للمرداوي 313/3 , حاشية روض المربع 311/3, مجموع فتاوى ابن تيمية 259/25.

[150] البيان في مذهب الإمام 512/3,

[151] المحلى بالآثار 326/4.

[152] مجموع فتاوى ابن تيمية 216/25.

[153] موسوعة الأعمال الكاملة للإمام ابن القيم (جامع الفقه) 94/3,

[154] رواه البخاري في كتاب الصيام باب إذا جامع في رمضان , ولم يكن له شيء، فتصدق عليه فليكفر. برقم 1936

وجه الدلالة من الحديث : أمر النبي صلى الله عليه و سلم هذا الأعرابي بالتكفير من غير تفريق و لا تفصيل و لم يستفصله لو افترق الحال (حال الجاهل من العامد) لسئل و استفصل .[155] اعترض على هذا الدليل بقول الأعرابي: "هلكت" فهو يدل على العمد.

فأجاب الحنابلة على هذا الاعتراض وقالوا: يجوز أن يخبر عن هلكته مما يعتقده من الجماع مع النسيان النسيان أيضا[156]. ويمكن الرد على جواب الحنابلة أن جوابكم غير صحيح؛ لأن الكفارة إنما تلزم على المنتهك لحرمة الصيام مع تيقنه بأنه داخل في الصوم، والجاهل بطلوع الفجر لم يعتقد انعقاد صومه بعد. ولأن الكفارة ماحية للإثم ومن جامع وهو لا يوقن بطلوع الفجر فإذا بالفجر قد طلع لا إثم عليه اتفاقا. لقوله تعالى: ﴿ٱدۡعُوهُمۡ لِأٓبَآئِهِمۡ هُوَ أَقۡسَطُ عِندَ ٱللَّهِۚ فَإِن لَّمۡ تَعۡلَمُوٓاْ ءَابَآءَهُمۡ فَإِخۡوَٰنُكُمۡ فِي ٱلدِّينِ وَمَوَٰلِيكُمۡۚ وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٞ فِيمَآ أَخۡطَأۡتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوبُكُمۡۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمًا ۝٥﴾ [157] [158]

1– **لأنه لا يجوز تأخير البيان عن وقت الحاجة .**
2– **و لأنه يجب التعليل بما تناوله لفظ السائل و هو الوقوع على المرأة في الصوم .**
3– **و لأنه السؤال كالمعاد في الجواب فكأن النبي صلى الله عليه و سلم قال "من وقع على أهليه في نهار رمضان فليعتق رقبةً.[159]**
4– **و لأنه أفسد صوم رمضان بجماع تام, فوجبت عليه الكفارة,كما لو علم.[160]**

ثانيا: أدلة القائلين بوجوب القضاء فقط :

1– **ما روى حنظلة قال كنا في المدينة في شهر رمضان و في السماء شيء من السحاب فظننا أن الشمس قد غربت فأفطر بعض الناس فأمر عمر رضي الله عنه من كان أفطر أن يصوم يوماً مكانه.[161]**

---

(155) المغني لابن قدامه 379/4, الشرح الكبير 57/3.

(156) الشرح الكبير57/3.

(157) الأحزاب الآية:5.

(158) الشك وأثره ص:342.

(159) الشرح الكبير 57/3.

(160) المغني لابن قدامه 379/4.

(161) مصنف ابن أبي شيبة 286/2 برقم 9045.

2- اعترض على هذا الدليل بأنه ورد عن عمر رضي الله عنه خلاف ذلك، ما رواه زيد بن وهب وقال عمر فيه: والله ما تجانفنا الإثم[162].

3- يجب عليه القضاء لأنه مفرط و لأنه كان يمكنه أن يمسك إلى أن يعلم فلم يعذر.[163]

4- لا تجب عليه الكفارة لأنه وطئ و هو يعتقد أنه غير صائم .[164]

5- أن الله تعالى قد أباح مباشرة الزوجة لمريد الصيام حتى يتبين له الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر وهذا قد جامع وهو يعتقد أنه يحل له ذلك .

6- و لأنه متى ما تبين له طلوع الفجر فجامع، فإن جماعه ليس على سبيل التعدي، لأنه متيقن بالليل شاك بالنهار و اليقين لا يزول بالشك.[165]

ثالثا : أدلة القائلين بعدم القضاء والكفارة: قوله تعالى: ﴿ٱدۡعُوهُمۡ لِأٓبَآئِهِمۡ هُوَ أَقۡسَطُ عِندَ ٱللَّهِۚ فَإِن لَّمۡ تَعۡلَمُوٓاْ ءَابَآءَهُمۡ فَإِخۡوَٰنُكُمۡ فِي ٱلدِّينِ وَمَوَٰلِيكُمۡۚ وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٞ فِيمَآ أَخۡطَأۡتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوبُكُمۡۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمًا ٥﴾ [166]

وجه الدلالة من هذه الآية :

فالله سبحانه تعالى عفا عن الخطأ رفع المؤاخذة عن المخطئ و الشاك في طلوع الفجر يجوز له الأكل والشرب و الجماع فلا قضاء عليه إذا ظهر أنه مخطئ فيما فعله من ذلك بدلالة هذا الآية.[167]

1. عن ابن عباس رضي الله عنهما قال أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : "إن الله وضع عن أمتي الخطأ و النسيان و ما استكره عليه. " [168]

اعترض على أدلتهم السابقة ما يلي:

أن كتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم قد دل على أن من فعل محظورا خطأ أو ناسيا لا يؤاخذه يؤاخذه الله فهو محمول على نفي الإثم، ولكن رفع الإثم لا ينافي وجوب القضاء. ولو سلم أنه عام فإنه قد خص

---

(162) مصنف عبد الرزاق 179/4برقم: 7359.

(163) المجموع شرح المهذب للنووي 328/6.

(164) البيان في مذهب الإمام 512/3.

(165) الشك و أثره في نجاسة الماء و طهارة البدن و أحكام الشعائر التعبدية لدكتور عبد الله محمد سليمان ص341

(166) سورة الأحزاب الآية 5.

(167) الشك و أثره .... ص 334.

(168)ابن ماجه برقم 2044 , والدار قطني 171/4 ,وصححه الألباني رحمه الله في إرواء الغليل 123/1.

منه أشياء لا تسقط إذا فعلت خطأ أو سهوا. كضمان المتلفات وكإعادة الصلاة لمن صلى وهو محدث ناسيا ووجوب دية المقتول خطأ والكفارة على قاتله، فيخص منه أيضا من أكل أو شرب أو جامع مخطأ في طلوع الفجر[169].

2. عن زيد بن وهب قال : " أفطر الناس في زمن عمر بن الخطاب رضي الله عنه فرأيت عساسا أخرجت من بيت حفصة رضي الله عنها فشربوا ثم طلعت الشمس من سحاب فكأن ذلك شق على الناس فقالوا نقضى هذا اليوم فقال عمر رضي الله عنه لم؟ والله ما تجانفنا الإثم".[170]

اعترض على هذا الدليل بأنه ورد عن عمر رضي الله عنه القول بالقضاء أيضا، كما جاء قول عمر في الموطأ: الموطأ: "من أكل فاليقض يوما مكانه" [171].

3. قياس الجاهل على الناسي و هو يقتضى سقوط القضاء، لأن الشك ببقاء اليوم كنسيان نفس الصوم، و لو أكل ناسيا لصومه لم يفسد و أجزأه، و لا قضاء عليه بالنص الثابت عن الرسول صلى الله عليه و سلم، و الشريعة لم تفرق بين الشاك والناسي لأن كلاً منهما لم يتعمد إبطال صومه.

فكيف يفسد صوم من تسحر شاكا في طلوع الفجر ثم بان أنه قد طلع مع عدم فساد صيام من أفطر ناسياً و هو قد أكل نهاراً يقيناً و هما سواء و لا فرق بينهما.[172]

اعترض على هذا الدليل بما يلي:

قياس الجاهل على الناسي فاسد الاعتبار: لأن الأصل في الصائم إذا أكل أو شرب أو وطي في نهار رمضان بطلان صومه ووجوب القضاء عليه، إلا أن هذا الأصل خولف في الناسي. لحديث أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا مرفوعا "من نسي وهو صائم فأكل أو شرب فليتم صومه، إنما أطعمه الله وسقاه" [173]. فيبقى الشاك المخطئ في الفجر على أصله[174].

المبحث الخامس:

---

[169] الشك وأثره ص:337.

[170]تقدم تخريجه ص12.

[171] الموطأ للإمام مالك، كتاب الصيام 303/1.

[172] مجموع فتاوى ابن تيمية 226/25

[173] رواه البخاري، كتاب الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، برقم:1933.

[174] الشك وأثره ص:338.

سبب الخلاف: بحثتعن سبب الخلاف في هذه المسألة في بطون كتب المتقدمين والمتأخرين فما وجدت شيئا من هذا القبيل ولكن بعد ذكر الأدلة والمناقشة تبين لدي أن سبب الخلاف في هذه المسألة يرجع إلى شيئين:

1. هل يقاس الجاهل على الناسي أم لا؟
2. هل يعذر بالجهل بمثل هذه المسائل أم لا؟

المبحث السادس:

الراجح وسبب الترجيح: الراجح والله أعلم هو القول بلزوم القضاء على من أكل أو شرب أو جامع شاكا في طلوع الفجر ثم بان أنه قد طلع، وهو أقوى أثرا وأظهر نظرا وأشبه بدلالة القرآن ومسالك القياس. ولا تلزم عليه الكفارة، لأن الكفار ة إنما تلزم على المنتهك لحرمة الصيام مع تيقنه. ولأن الكفارة ماحية للإثم ومن جامع وهو لا يوقن بطلوع الفجر فإذا بالفجر قد طلع لا إثم عليه اتفاقا.

الخاتمة

الحمد لله الذي تتم الصالحات به وأشكره سبحانه تعالى على هذا الإحسان العظيم الذي وفقني بإكمال هذا البحث وأعترف بكل صراحة بقصور جهودي وقلة علمي ومع هذا حاولت بقدر استطاعتي فاستفدت من هذا البحث فوائد كثيرة. ووصلت خلال هذا البحث إلى عدة نتائج من أهمها:

1. أنه إذا أطلق لفظ الفجر في الكتب الفقهية فالمراد به الفجر الصادق وهو المعتبر في الصلاة والصوم.
2. الجماع في نهار رمضان هو أعظم المفطرات وأكبرها إثما وهو لغير المعذور حرام مفسد للصيام بدلالة الكتاب والسنة والإجماع.
3. إذا جامع الصائم بطل صومه فرضا كان أو نفلا، ثم إن كان في نهار رمضان والصوم واجب عليه لزمه القضاء والكفارة.
4. اتفق الفقهاء رحمهم الله تعالى فيمن جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع فتبين أنه قد طلع، فعليه الإمساك. واختلفوا في القضاء والكفارة.
5. والراجح أنه يلزمه القضاء, ولا تلزمه الكفارة.

هذا ما تيسر لي فما في هذا البحث هو جهد مقل فما كان فيه من صواب فهو من الله وفضله ومنه وكرمه وكرمه وأشكره سبحانه تعالى على هذا ، وما كان فيه من خطأ فهو مني ومن الشيطان. وأستغفر الله العظيم من كل

كل خطأ زلت إليه القدم ومن كل كلام ليس صوابا خطه القلم وأسأله تعالى أن يغفر لي ولوالدي وللمسلمين والمؤمنين وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

ملخص البحث

الحمد لله المفقه من شاء من خلقه و الصلاة و السلام على نبيه الصادق الأمين الذي بين ما أنزل إليه من ربه غاية التبيين وعلى آله و أصحابه أعلام الهدي و قادة المهتدين.

عنوان البحث: حكم من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع وقد طلع. اتفق الفقهاء رحمهم الله تعالى على أن من جامع امرأته يظن أن الفجر لم يطلع فتبين أنه قد طلع فعليه الإمساك واختلفوا في القضاء و الكفارة إلى ثلاثة أقوال:

القول الأول : أنه يجب عليه القضاء و الكفارة و به قال أحمد في المشهور و رجحه ابن قدامه و ممن رجحه من المعاصرين ابن باز رحمهم الله تعالى. ومن أدلتهم:

1. حديث أبي هريرة رضي الله عنه وهو حديث الأعرابي. وجه الدلالة من هذا الحديث أن النبي صلى الله عليه وسلم أمره بالتكفير من غير تفريق ولا تفصيل.
2. ولأنه أفسد صوم رمضان بجماع تام، فوجبت الكفارة.

القول الثاني: أنه يجب عليه القضاء فقط و به قال أبو حنيفة، و مالك، و الشافعي، و أحمد في رواية، رحمهم الله تعالى و به أفتت اللجنة الدائمة للبحوث العلمية. ومن أدلتهم:

1. يجب عليه القضاء لأنه مفرط و لأنه كان يمكنه أن يمسك إلى أن يعلم فلم يعذر.
2. و لأنه متى ما تبين له طلوع الفجر فجامع، فإن جماعه ليس على سبيل التعدي، لأنه متيقن بالليل شاك بالنهار و اليقين لا يزول بالشك.

القول الثالث: أنه يجب عليه الإمساك و ليس عليه القضاء و لا الكفارة و به قال إسحاق و داؤود والحسن و مجاهد، و ابن حزم، و رجحه ابن تيمية، و تلميذه ابن القيم، رحمهم الله تعالى. ومن أدلتهم:

الله سبحانه تعالى عفا عن الخطأ ر رفع المؤاخذة عن المخطئ، والشاك في طلوع الفجر يجوز له الأكل و الشرب و الجماع فلا قضاء عليه إذا ظهر أنه مخطئ فيما فعله من ذلك بدلالة هذا الآية.

ت- وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال أن رسول الله صلى عليه و سلم قال : " رفع عن أمتي الخطأ و النسيان و ما استكرهوا عليه"

ث- وقياس الجاهل على الناسي.

الراجح: والله أعلم هو القول بلزوم القضاء على من أكل أو شرب أو جامع شاكا في طلوع الفجر ثم بان أنه قد طلع، وهو أقوى أثرا وأظهر نظرا وأشبه بدلالة القرآن ومسالك القياس. ولا تلزم عليه الكفارة، لأن الكفار ة إنما تلزم على المنتهك لحرمة الصيام مع تيقنه. ولأن الكفارة ماحية للإثم ومن جامع وهو لا يوقن بطلوع الفجر فإذا بالفجر قد طلع لا إثم عليه اتفاقا.

هذا ما تيسر لي فما في هذا البحث هو جهد مقل فما كان فيه من صواب فهو من الله وفضله ومنه وكرمه وأشكره سبحانه تعالى على هذا، وما كان فيه من خطأ فهو مني ومن الشيطان. وأستغفر الله العظيم من كل خطأ زلت إليه القدم ومن كل كلام ليس صوابا خطه القلم وأسأله تعالى أن يغفر لي ولوالدي وللمسلمين والمؤمنين وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

نص كتاب المغني (بتصرف يسير)

فصل: ومن جامع يظن أن الفجر لم يطلع فتبين أنه كان قد طلع، فعليه القضاء والكفارة، وبه قال أحمد في المشهور. وقال أبو حنيفة ومالك والشافعي: لا كفارة عليه. وقال أصحاب الشافعي لا كفارة عليه ولو علم في أثناء الوطء أيضا. (ومن أدلتهم) لأنه إذا لم يعلم لم يأثم. فلا يجب به كفارة، كوطء الناسي، وإن علم فاستدام فقد حصل الوطء الذي يأثم به في غير صوم. (أدلة الحنابلة) حديث المجامع، إذ أمرهم النبي صلى الله عليه وسلم بالتكفير من غير تفريق ولا تفصيل ولأنه أفسد صوم رمضان بجماع تام، فوجبت عليه الكفارة كما لو علم.

(ولأنه لا يجوز تأخير البيان عن وقت الحاجة .) (ولأنه يجب التعليل بما تناوله لفظ السائل و هو الوقوع على المرأة في الصوم. و لأنه السؤال كالمعاد في الجواب فكأن النبي صلى الله عليه و سلم قال "من وقع على أهليه في نهار رمضان فليعتق رقبةً).

(المناقشة) ووطء الناسي ممنوع ثم لا يحصل به الفطر على الرواية الأخرى بخلاف هذه المسألة.

وجوب طاعة السلطان فيما يرضي الرحمن

بحث مقدم للمشاركة في المؤتمر العلمي الثالث لطلاب وطالبات التعليم العالي بالمملكة

إعداد الطالب: عبد الودود عثمان صادق الأكرمي

العام الدراسي: 1433/1432هـ

ملخص البحث

عنوان البحث: وجوب طاعة السلطان فيما يرضي الرحمن

الباحث: عبد الودود عثمان صادق الأكرمي.

عدد صفحات البحث: 20

أهم عناصر البحث: هذا البحث مكون من مقدمة وثلاثة فصول وخاتمة فالمقدمة مشتملة على أهمية الموضوع وأسباب اختياره وأهدافه ومنهج البحث ودراسات السابقة وخطة البحث،والشكر والتقدير ثم دخلت في صلب الموضوع.

ففي الفصل الأول ذكرت الأدلة من القرآن والسنة وآثار الصحابة وأقوال العلماء وأمثلة تطبيقية من سيرة سيرة العلماء على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.وفي الفصل الثاني ذكرت المكانة العلية لولي الأمر في الشريعة المطهرة وذكرت دليلا على تعزيرهم وتوقيرهم والنهي عن سبهم وأقوال العلماء في مشروعية الدعاء لهم لهم ومنهج أهل السنة والجماعة معهم.

وفي الفصل الثالث ذكرت حكم الخروج على ولاة الأمور وشروطه وكيفية الإنكار عليهم وتعريف الخوارج الخوارج والرد عليهم، وبعض الشبهات حول هذا الموضوع والرد عليها وأسباب ودوافع الخروج على أئمة المسلمين ومفاسد الخروج عليهم وفي الخاتمة ذكرت عدة نتائج التي وصلت إليها خلال هذا البحث.

منهج البحث: المنهج الذي اتبع الباحث هو المنهج الاستنباطي.

أهم النتائج:

1. **أن السمع والطاعة أصل من أصول الدين وهو واجب في غير معصية الله.**
2. **اهتم السلف اهتماما بالغا على السمع والطاعة ومنهج أهل السنة والجماعة مع ولاة الأمور منهج عدل وسط كما هو شأنهم في سائر أمور الدين.**

أهم التوصيات:

1. **إقامة المؤتمرات على هذا الموضوع وما يتعلق به.**

2. اهتمام العلماء اهتماما بالغا، وتذكير الناس في دروسهم.

المقدمة

الحمد لله الذي ألف بين قلوب المؤمنين على طاعته، له الحمد كما ينبغي لجلال وجهه وعظيم سلطانه وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله. أما بعد،فهذا بحث موجز مبني على النصوص الشرعية مؤيد بالآثار السلفية تشرح شيئاً مما ينبغي أن يعرفه المسلم عن السمع والطاعة لولاة أمور المسلمين.

أولاً: أهمية الموضوع: هذا الموضوع له أهمية عظيمة وتتضح أهميتها في النكات التالية:

1– إن السمع والطاعة لولاة أمر المسلمين أصل من أصول العقيدة السلفية قل أن يخلو كتاب فيها من تقريره وشرحه وبيانه، وما ذاك إلا لبالغ أهميته وعظيم شأنه إذ بالسمع والطاعة لهم تنتظم مصالح الدين والدنيا معاً، وبالافتيات عليهم قولا أو فعلا فساد الدين والدنيا .

2– قد علم بالضرورة من دين الإسلام: أنه لا دين إلا بجماعة ولا جماعة إلا بإمامة ولا إمامة إلا بسمع وطاعة[175]. كما روي عن عمر أنه قال: "لا إسلام إلا بجماعة، ولا جماعة إلا بإمارة، ولا إمارة إلا بطاعة"[176].

3– لقد كان السلف الصالح يولون هذا الأمر اهتماما خاصا لا سيما عند ظهور بوادر الفتنة نظراً لما يترتب على على الجهل به أو إغفاله من الفساد العريض في العباد والبلاد والعدول عن سبيل الهدى والرشاد[177].

ثانيا: أسباب اختيار الموضوع: وقد دفعني إلى اختيار هذا الموضوع دوافع كثيرة أجملها فيما يلي:

1– أهمية هذا الموضوع العظيم إذ يتعلق بالإمامة والجماعة والإمامة والجماعة من أهم مسائل العقيدة.

2– هذا الموضوع أصل من أصول الدين، وكان حقا على طلبة العلم إيضاحه وبيان المسائل المتعلقة به.

3– لاحظت تلويثاً لفكر الشباب ووقوع أبناء المسلمين في خطر الشبهات المعضلة والانحرافات المهلكة... لذلك كله قد أحببت أن أحرر على هذا الموضوع وأجمع شتات ما قال العلماء من السلف فيه.

ثالثا: أهداف البحث: فتتلخص فيما يأتي:

---

(175) د.عبد السلام العبد الكريم، معاملة الحكام في ضوء الكتاب والسنة صـ7 مكتبة الفرقان.ط، السادسة.

(176) أخرجه الدارمي في المقدمة باب ذهاب العلم برقم 257. قال د. محمد عمر بازمول في كتابه الإمامة والجماعة صـ11: قد ذكر ابن عبد البر في التمهيد 491/10 بسند فيه ضعف ما يشهد لمحل الشاهد هنا عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: لا إسلام إلا بطاعة ولا خير إلا في الجماعة والنصح لله وللخليفة والمؤمنين عامة، وبه يرتقي هذا الأثر إن شاء الله إلى درجة الحسن لغيره خاصة وأن في معنا هـ أحاديث ثابتة.

(177) د. عبد السلام العبد الكريم معاملة الحكام في ضوء الكتاب والسنة صـ8.

1- إبراز محاسن الإسلام لأنه ما ترك خيرا إلا دلنا عليه ولا شرا إلا حذرنا منه.

2- إظهار الأدلة من القرآن والسنة وآثار الصحابة وأقوال العلماء على وجوب السمع والطاعة.

3- تذكير أبناء المسلمين بأن السمع والطاعة أصل من أصول أهل السنة والجماعة.

رابعاً: منهج البحث: المنهج الذي اتبع الباحث هو المنهج الاستنباطي. مراعيا الأمور الآتية:

1- قسمت البحث إلى مقدمة وثلاثة فصول وخاتمة.

2- عزوت الآيات القرآنية الواردة في البحث إلى مواضعها في القرآن الكريم ذاكرا اسم السورة ورقم الآية.

3- خرجت الأحاديث الواردة في البحث،فإن كان الحديث في الصحيحين أو أحدهما اكتفيت بالعزو إلى موضعه في الصحيح، وإذا لم يكن في الصحيحين خرجت الأحاديث من كتب السنة الأخرى ناقلا أقوال العلماء من تصحيح أو تحسين أو تضعيف.

خامساً: الدراسات السابقة: ألف العلماء من السلف والخلف مؤلفات كثيرة ومن أهمها:

1- قاعدة مختصرة في وجوب طاعة الله ورسوله و ولاة الأمور لشيخ الإسلام ابن تيمية.

2- السياسة الشرعية في إصلاح الراعي والرعية لشيخ الإسلام ابن تيمية.

3- معاملة الحكام في ضوء الكتاب والسنة د.عبد السلام برجس العبد الكريم.

4- المراد الشرعي بالجماعة وأثر تحقيقه في إثبات الهوية الإسلامية، د.صالح عبد الله العبود.

5- مفهوم الجماعة والإمامة ...أ.د سليمان عبد الله حمود أبا الخيل.

سادساً: خطة البحث: قسمت البحث إلى مقدمة وثلاثة فصول وخاتمة. المقدمة تشمل على أهمية الموضوع وأسباب اختياره وأهداف البحث ومنهج البحث والدراسات السابقة وخطة البحث والشكر والتقدير.

الفصل الأول: الأدلة الواردة في وجوب طاعة السلطان (فيه خمسة مباحث).

المبحث الأول: ذكر الدليل من القرآن على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.

المبحث الثاني: ذكر الأدلة من السنة على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.

المبحث الثالث: ذكر أقوال الصحابة رضي الله عنهم في وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.

المبحث الرابع: ذكر أقوال العلماء على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.

المبحث الخامس:الأمثلة العملية من سيرة العلماء التي تؤكد على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.

الفصل الثاني: مكانة أولى الأمر(فيه أيضاً خمسة مباحث).

المبحث الأول: المكانة العلية لولي الأمر في الشريعة المطهرة.

المبحث الثاني: ذكر الدليل على التعزير والتوقير لولاة الأمور.

المبحث الثالث: مشروعية الدعاء لولاة الأمور بالصلاح.

المبحث الرابع: ذكر الدليل على تحريم سب الأمراء.

المبحث الخامس: منهج أهل السنة والجماعة مع ولاة الأمور.

الفصل الثالث: حكم الخروج على أولاة الأمور(وفيه ستة مباحث).

المبحث الأول: حكم الخروج على ولاة الأمور وشروطه.

المبحث الثاني: كيفية الإنكار على الأمراء.

المبحث الثالث: الخوارج والرد عليهم.

المبحث الرابع: بعض الشبهات حول الإمامة والجماعة والسمع والطاعة والرد عليها.

المبحث الخامس: أسباب ودوافع الخروج على جماعة المسلمين وأئمتهم.

المبحث السادس: مفاسد الخروج على جماعة المسلمين وإمامهم.

والخاتمة: تشمل على أهم النتائج.

سادساً: الشكر والتقدير: أشكر الله عز وجل على توفيقه لي لإتمام هذا البحث، وأسأله سبحانه أن يجعله خالصا لوجهه الكريم وأن يتقبله بقبول حسن ،ثم أشكر شكرا جزيلا لمن أتاح لنا هذه الفرصة الذهبية ولكل من قام بإقامة هذا المؤتمر العظيم وعلي رأسهم خادم الحرمين الشريفين جزاه الله خير الجزاء وألبسه لباس الصحة والعافية آمين.

الفصل الأول

المبحث الأول:ذكر الدليل من القرآن على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.

قال الله تعالي:﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ٥٩﴾ [178] **ففي هذه الآية وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور، وهذا مطلق يقيد بما ثبت في السنة من أن الطاعة إنما**

---

[178] سورة النساء: 59.

تكون في غير معصية الله تعالى. قال ابن تيمية: "أولو الأمر صنفان: العلماء والأمراء"[179] قال الحافظ ابن كثير في تفسير هذه الآية: "الظاهر– والله أعلم – أنها عامة في كل أولي الأمر من الأمراء والعلماء" [180].

وقال الشيخ عبد الرحمن السعدي: "أمر بطاعة أولي الأمر وهم الولاة على الناس من الأمراء والحكام والمفتين فإنه لا يستقيم للناس أمر دينهم ودنياهم إلا بطاعتهم والانقياد لهم طاعة لله ورغبة فيما عنده ولكن بشرط أن لا يأمر بمعصية الله، فإن أمروا بذلك فلا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، ولعل هذا هو السر في حذف الفعل عند الأمر بطاعتهم وذكره مع طاعة الرسول، فإن الرسول لا يأمر إلا بطاعة الله ومن يطعه فقد أطاع الله وأما أولو الأمر فشرط الأمر بطاعتهم أن لا تكون معصية"[181].

قال الشيخ أبو بكر الجزائري حفظه الله: "وفي الآية وجوب طاعة الله وطاعة الرسول وولاة المسلمين من حكام وعلماء وفقهاء لأن طاعة الرسول من طاعة الله وطاعة الولي من طاعة الرسول" [182].

<u>المبحث الثاني</u>: ذكر الأدلة من السنة على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.الأدلة من السنة كثيرة وصريحة في وجوب السمع والطاعة لولي الأمر وتحريم الخروج عليه والتحذير من ذلك [183].

<u>الدليل الأول</u>: عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: "على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وكره إلا أن يؤمر بمعصية، فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة"[184]. قال المباركفوري: "وفيه أن الإمام إذا أمر بمندوب أو مباح وجب"[185].

<u>الدليل الثاني</u>: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من أطاعني فقد أطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني"[186]. قال

---

[179] ابن تيمية مجموع الفتاوى 170/28 ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة.

[180] ابن كثير، تفسير القرآن العظيم 530/1 ط، دار المعرفة بيروت.

[181] تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان لعبد الرحمن السعدي ص:186، دار ابن الجوزي ط، الثانية 1426هـ.

[182] أبو بكر الجزائري أيسر التفاسير لكلام العلي الكبير498/1. راسم للدعاية والإعلان بجدة.ط، الثالثة.

[183] أ.د سليمان عبد الله بن حمود أبا الخيل مفهوم الجماعة والإمامة ووجوب لزومهما وحرمة الخروج عليهما في ضوء الكتاب والسنة منهج السلف الصالح صـ 142.ط، الثانية.

[184] أخرجه البخاري في صحيحه كتاب الأحكام باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية برقم:7144' ومسلم في صحيحه كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية برقم1839.

[185] عبد الرحمن المباركفوري تحفة الأحوذي بشرح الترمذي 365/5.مكتبة ابن تيمية القاهرة.

[186] أخرجه البخاري في صحيحه كتاب الجهاد والسير باب: يقاتل من وراء الإمام ويتقى به برقم 2957' ومسلم في صحيحه كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية برقم 1835.

الحافظ ابن حجر: "في الحديث وجوب طاعة ولاة الأمور وهي مقيدة بغير الأمر بالمعصية والحكمة في الأمر بطاعتهم المحافظة على اتفاق الكلمة" [187].

الدليل الثالث: عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه قال: قلت يا رسول الله إنا كنا بشر فجاء الله بخير فنحن فيه فهل من وراء هذا الخير شر؟ قال: نعم، قلت: هل وراء ذلك الشر خير؟ قال:نعم، قلت: فهل وراء الخير شر؟ قال: نعم، قلت: كيف؟ قال: يكون بعدي أئمة لا يهتدون بهداى ولا يستنون بسنتي وسيكون فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان إنس. قال قلت: كيف أصنع يا رسول الله إن أدركت ذلك؟ قال: تسمع تسمع وتطيع للأمير وإن ضرب ظهرك وأخذ مالك فاسمع وأطع[188].

هذا الحديث من أبلغ الأحاديث التي جاءت في هذا الباب. فقد أمر النبي صلى الله عليه وسلم بطاعتهم حتى لو بلغ الأمر إلى ضربك وأخذ مالك فلا يحملنك ذلك على ترك طاعتهم وعدم سماع أوامرهم فإن هذا الجرم عليهم، وهذا الأمر النبوي من تمام العدل الذي جاء الإسلام به وهذا من محاسن الشريعة فإنها لم ترتب السمع والطاعة على عدل الأئمة ولوكان الأمر كذلك لكانت الدنيا كلها هرجاً ومرجاً فالحمد الله على لطفه بعباده بعباده [189].

المبحث الثالث: ذكر أقوال الصحابة رضي الله عنهم في وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور. الآثار المروية عن الصحابة والسلف الصالح وأقوال العلماء الدالة على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمر وتحريم الخروج عليهم كثيرة لا يمكن حصرها عداً ولا الإحاطة بها كماً، مما يدل على أنهم كانوا يدركون حقيقة هذا الأمر الأمر من خلال نصوص الكتاب والسنة وما فهموه منهما. ولذالك فقد كانوا يشددون على تحريم الخروج على ولاة الأمر ويحذرون من ذلك وينهون عنه ويوجهون أبناء الأمة إلى لزوم إمام المسلين والاجتماع عليه والتعاون معه على الخير في جميع الأحوال [190].

وإليك بعض آثار الصحابة:

1- أثر عمر رضي الله عنه عن سويد بن غفلة قال: قال لي عمر بن الخطاب رضي الله عنه: "يا أبا أمية إني لا أدري لعلي لا ألقاك بعد عامي هذا فإن أمر عليك عبد حبشي مجدع فاسمع له وأطع، وإن ضربك

[187] ابن حجرٴ فتح الباري في شرح البخاري 112/13 ط، مكتبة الرياض.

[188] أخرجه مسلم في صحيحه كتاب الإمارة باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن برقم 1847.

[189] د.عبد السلام العبد الكريم، معاملة الحكام في ضوء الكتاب والسنة صـ93-94.

[190] أ. د سليمان أبا الخيل، مفهوم الجماعة والإمامة صـ152.

فاصبر، وإن حرمك فاصبر، وإن أراد أمراً ينقص دينك فقل سمعا وطاعة، دمي دون ديني ولا تفارق الجماعة"[191].

2- أثر علي بن أبي طالب قال: "حق على الإمام أن يحكم بما أنزل الله وأن يؤدي الأمانة وإذا فعل ذلك فحق فحق على الناس أن يسمعوا وأن يطيعوا وأن يجيبوا إذا دعوا" [192].

3- أثر عبد الله بن عمر أمر عبد الله بن عمر رضي الله عنهما الكاتب فقال له: "اكتب إني أقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبد الملك أمير المؤمنين على سنة الله ورسوله ما استطعت، وإن بني قد أقروا بذلك" [193].

المبحث الرابع: ذكر أقوال العلماء على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور. السمع والطاعة لولاة الأمر الأمر من المسلمين في غير معصية مجمع على وجوبه عند أهل السنة والجماعة وممن نقل هذا الإجماع أبو الحسن الأشعري[194] وابن حجر[195] والنووي[196] وغيرهم لأن السمع والطاعة من أصول أهل السنة والجماعة التي باينوا بها أهل البدع والأهواء وقل أن ترى مؤلفاً في عقائد أهل السنة إلا وهو ينص على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمر، وإن جاروا وظلموا، وإن فسقوا وفجروا [197].

وإليك بعض أقوال العلماء:

1- قول علي بن المديني رحمه الله: "السمع والطاعة للأئمة وأمراء المؤمنين البر والفاجر ومن ولي الخلافة بإجماع الناس ورضاهم ومن خرج على إمام من أئمة المسلمين وقد اجتمع عليه الناس فأقروا له بالخلافة بأي وجه كانت برضا أو بغلبة، فهو شاق هذا الخارج عليه العصا وخالف الآثار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم"[198].

---

[191] أخرجه البيهقي في الكبرى 274/8' برقم 16628.وابن أبي شيبة في المصنف 544/12 برقم 15558، والخلال في السنة111/1'برقم 54تحقيق د/عطية الزهراني دار الراية للنشر والتوزيع ط، الأولى. وآجري في الشريعة 40/1. تحقيق محمد حامد ط، الأولى، دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

[192] أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف 213/12برقم12578. وأخرجه ابن جرير الطبري في جامع البيان 169/7. تحقيق عبد الله بن عبد المحسن التركي، دار هجر القاهرة ط، الأولى.

[193] أخرجه البخاري في صحيحه كتاب الأحكام باب: كيف يبايع الإمام الناس برقم7203.

[194] أبو الحسن الأشعري رسالة إلي أهل الثغر صـ297'

[195] ابن حجر فتح الباري في شرح البخاري 7/13، ط، مكتبة الرياض.

[196] النووي،/ المنهاج شرح صحيح مسلم 426/12، تحقيق خليل مأمون شيحا، دار المعرفة بيروت لبنان.

[197] د. عبد السلام العبد الكريم معاملة الحكام في ضوء الكتاب والسنة صـ83.

[198] اللالكائي، شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة 167/1-167 تحقيق د/ أحمد سعد حمدان.دار طيبة للنشر والتوزيع الرياض.

2- قول الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله: "السمع والطاعة للأئمة وأمير المؤمنين البر والفاجر ومن ولي الخلافة الخلافة واجتمع الناس عليه ورضوا به ومن غلبهم بالسيف حتى صار خليفة وسمي أمير المؤمنين ومن خرج خرج على إمام من أئمة المسلمين وقد كانوا اجتمعوا عليه وأقروا له بالخلافة بأي وجه كان بالرضا أو الغلبة الغلبة فقد شق هذا الخارج عصا المسلمين وخالف الآثار عن رسول الله صلى الله عيه وسلم فإن مات الخارج عليه مات ميتة جاهلية، ولا يحل قتال السلطان ولا الخروج عليه لأحد من الناس، فمن فعل ذلك فهو مبتدع على غير السنة والطريقة"[199].

3- قول الإمام البربهاري رحمه الله: "ومن خرج على إمام من أئمة المسلمين فهو خارجي، وقد شق عصا المسلمين وخالف الآثار وميتته ميتة جاهلية ولا يحل قتال السلطان والخروج عليهم وإن جار" [200].

4- قول شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: "أما أهل العلم والدين والفضل فلا يرخصون لأحد فيما نهى الله عنه من معصية ولاة الأمور وغشهم والخروج عليهم بوجه من الوجوه كما قد عرف من عادات أهل السنة السنة والدين قديماً وحديثاً" [201].

5- قول شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب رحمه الله: "إن من تمام الاجتماع السمع والطاعة، فمن تأمر علينا ولو كان عبداً حبشياً فبين النبي صلى الله عليه وسلم هذا بياناً شائعاً ذائعاً بكل وجه من أنواع البيان البيان شرعاً وقدراً، ثم صار هذا الأصل لا يعرف عند أكثر من يدعي العلم فكيف العمل به" [202].

6- قول الإمام الشوكاني: "لا يجوز الخروج على الأئمة وإن بلغوا من الظلم أي مبلغ ما أقاموا الصلاة ولم يظهر منهم الكفر البواح، والأحاديث الواردة في هذا المعنى متواترة ولكن على المأموم أن يطيع الإمام في في طاعة الله ويعصيه في معصية الله فإنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق"[203].

7- قول الشيخ محمد بن صالح العثيمين رحمه الله: "فإنه يجب علينا طاعة ولاة الأمور وإن كانوا عصاة، فنقيم معهم الحج والجهاد وكذلك الجمع نقيمها مع الأمراء ولو كانوا فجارا"[204].

---

[199] الإمام أحمد أصول السنة ص64-70. رواية عبدوس بن مالك العطار، تحقيق وليد سيف النصر، مكتبة ابن تيمية القاهرة ط، الأولى.

[200] الإمام البربهاري شرح السنة 124-130. مع شرح صالح بن فوزان عبد الله الفوزان، دار ابن حزم القاهرة ط، الأولى.

[201] ابن تيمية، مجموع الفتاوى 12/35. ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة.

[202] الجامع الفريد ص324-325' ومجموعة التوحيد النجدية ص183.

[203] محمد بن علي الشوكاني، السيل الجرار المتدفق على حدائق الأزهار940-941.دار ابن حزم بيروت لبنان ط، الأولى.

[204] محمد بن صالح العثيمين، شرح العقيدة الواسطية 337/2، دار ابن الجوزي ط، الثانية.

المبحث الخامس: الأمثلة العملية من سيرة العلماء التي تؤكد على وجوب السمع والطاعة لولاة الأمور.

لقد اهتم السلف اهتماما بالغا بهذا الأصل بل إنهم كانوا قدوة في هذا الأمر حيث كانوا يسمعون ويطيعون لولاة الأمور ويعطونهم حقهم من الإجلال والاحترام والتعظيم والدعاء والإخلاص والنصح والتعاون على البر والتقوى: فقدكان ابن عمر ومن أدرك الحجاج من أصحاب رسول الله لا ينازعونه ولا يمتنعون من طاعته فيما يقوم به الإسلام ويكمل به الإيمان وكذالك من في زمنه من التابعين كابن المسيب والحسن البصري وابن سيرين وإبراهيم التيمي وأشباههم ونظرائهم من سادات الأمة وكذلك بنو العباس استولوا على بلاد المسلمين قهرا بالسيف لم يساعدهم أحدا من أهل العلم والدين ومع ذلك فسيرة الأئمة كالأوزاعي ومالك والزهري والليث بن سعد وعطاء ابن أبي رباح مع هؤلاء الملوك لا تخفى على من له مشاركة في العلم والاطلاع وكذلك محمد بن إسماعيل والشافعي وأحمد بن نوح وإسحاق بن راهويه وإخوانهم وقع في عصرهم من الملوك ما وقع من البدع وإنكار الصفات ودعوا إلى ذلك وامتحنوا فيه وقتل من قتل كأحمد بن نصر ومع ذلك فلا يعلم أن أحدا منهم نزع يدا من طاعة ولا رأى الخروج عليهم [205]

وكان الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله مثالا للسنة في معاملة الولاة قد ذكر الخلال في كتابه السنة وابن مفلح في الآداب الشرعية قصته بالتفصيل حيث قال الناس له: إن الأمر قد تفاقم وفشا ولا نرضى بإمارة الواثق فناظرهم في ذلك وقال: "عليكم بالإنكار في قلوبكم ولا تخلعوا يدا من طاعة لا تشقوا عصا المسلمين ولا تسفكوا دماءكم ودماء المسلمين معكم وانظروا في عاقبة أمركم واصبروا حتى يستريح بر ويستراح من فاجر" [206]

[206] ومن العلماء الذين طبقوا هذا الأصل العظيم شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله حتى سجن وعذب ولكنه ما أخرج يده عن الطاعة.[207]

الفصل الثاني

المبحث الأول: المكانة العلية لولي الأمر في الشريعة المطهرة. أولو الأمر لهم مكانة علية ومنزلة رفيعة جلية منحهم الشارع إياها ليتناسب قدرهم مع علو وظيفتهم ورفيع منصبهم وعظيم مسؤليتهم. فإن منصبهم إنما وضع ليكون خلفا للنبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا. وإنّ وضع الشارع ولاة الأمر في هذه المكانة الشريفة والرتبة المنيفة هو عين الحكمة التي يرعاها في سائر تصرفاته وعين المصلحة التي يتشوف إلى تحقيقها فإن الناس

---

[205] عبد الرحمن بن قاسم ، الدرر السنية في أجوبة النجدية 7/177-178.ط، أم القرى.

[206] الخلال في كتاب السنة برقم 90، ص133-134.

[207] محمد بن أحمد بن عبد الهادي، العقود الدرية من مناقب شيخ الإسلام ابن تيمية،ص162 تحقيق طلعت فواد الحلواني الفاروق الحديثة للطباعة والنشر القاهرة ط، الأولى. الكواكب الدرية في مناقب المجتهد ابن تيمية مرعي بن يوسف الكرمي الحنبلي، دار الغرب الإسلامي بيروت ط، الأولى.

الناس لا يسوسهم إلا قوة الإمام وحزمه، فلو لم يعطه الشارع ما يناسب طبيعة عمله من فرض احترامه وتعظيمه لامتهنه الناس ولم ينقادوا له ومن ثم يحل البلاء وتعم الفوضى وتفوت المصالح فتفسد الدنيا ويضيع الدين [208].

قال الإمام بدر الدين بن جماعة في مساق ذكر حقوق ولي الأمر: "أن يعرف له عظيم حقه وما يجب من تعظيم قدره فيعامل بما يجب له من الاحترام والإكرام ولذلك كان العلماء الأعلام من أئمة الإسلام يعظمون حرمتهم ويلبون دعوتهم مع زهدهم وورعهم وعدم الطمع فيما لديهم" [209].

وقد دلت السنة على هذا الأمر عن زياد بن كسيب العدوي قال: "كنت مع أبي بكرة تحت منبر ابن عامر وهو يخطب وعليه ثياب رقاق فقال أبو بلال[210]: انظروا إلى أميرنا يلبس ثياب الفساق، فقال أبو بكرة: اسكت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من أهان سلطان الله في الأرض أهانه الله" [211]. وقد جاء في بعض ألفاظ حديث أبي بكرة "من أجل سلطان الله أجله الله يوم القيامة" [212].

<u>المبحث الثاني</u>: ذكر الدليل على التعزير والتوقير لولاة الأمور.

قد وردت الأحاديث على التعزير والتوقير لولاة الأمور منها: ما رواه معاذ عن النبي صلى الله عليه وسلم: وسلم: "خمس من فعل واحدة منهن كان ضامنا على الله من عاد مريضا أو خرج في جنازة أو خرج غازيا أو دخل دخل على إمامه يريد تعزيره وتوقيره أو قعد في بيته فسلم منه الناس" [213].

<u>المبحث الثالث</u>: مشروعية الدعاء لولاة الأمور بالصلاح.

صلاح ولاة الأمر مطلب لكل مسلم غيور على دينه إذ صلاحهم صلاح للعباد والبلاد كما قال أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه عند موته: "اعلموا أن الناس لن يزالوا بخير ما استقامت لهم ولاتهم وهداتهم" [214].

<u>شروط الخروج على ولاة الأمور:</u>

[208] د. عبد السلام العبد الكريم ، معاملة الحكام في ضوء الكتاب والسنة صـ 47.

[209] بدر الدين بن جماعة، تحرير الأحكام في تدبير أهل الإسلام صـ63. تحقيق د. فواد عبد المنعم ط، الأولى قطر.

[210] أبو بلال هو مرداس بن أودية أحد الخوارج كما قال المزي في هامش كتابه تهذيب الكمال 299/7ط، مؤسسة الرسالة بيروت.

[211] رواه الترمذي في كتاب السلطان باب كراهية إهانة السلطان برقم 2224. ط' دار السلام' وأحمد في مسنده 42/5. وحسنه الألباني في الصحيحة 376/5 ط'مكتبة المعارف الرياض.

[212] رواه ابن أبي عاصم في السنة برقم 2،492/1025. وحسنه الألباني في ظلال الجنة، المكتب الإسلامي دمشق ط، الأولى.

[213] رواه أحمد في مسنده 241/5 ' والطبراني في الكبير 37/20' وصححه الألباني في ظلال الجنة برقم 1021، صـ2/490 ط، المكتب الإسلامي.

[214] أخرجه البيهقي في السنن كتاب قتال أهل البغي باب فضل الإمام العادل 162/8' إسناده صحيح.

قد ذكر العلامة عبد العزيز بن باز شرطين مهمين:

1- أن يكون الوالي كافرا وكان كفره بواحا، ظهر البرهان عليه لدى العلماء الثقات.

2- أن تتوفر القوة الكافية التي يمكن بها عزله وتنصيب غيره من أهل الصلاح دون أن تترتب على ذلك مفسدة مفسدة أكبر أو شر أعظم، فإن لم يتوفر هذان الشرطان حرم الخروج بكافة أنواعه، ومنه الإشارة والتهييج والجماعات والتنظيمات السرية الداعية إلى الخروج.[215] كما يستحب الدعاء له لا عليه فبذلك أوصت اللجنة الدائمة لهيئة كبار العلماء حسب الفتوى رقم 6361 كما يلي: ما حكم الدعاء على الحاكم الذي لا يحكم بما أنزل الله؟ الجواب: ادعوا له بالهداية والتوفيق وأن يجعل الله على يده إصلاح رعية فيحكم بحكم شريعة الله [216].

المبحث الثاني: كيفية الإنكار على الأمراء.

ينبغي التفريق بين إنكار المنكر على الحاكم وبين الخروج عليه إذ ليس كل من أنكر منكرا على الحاكم الحاكم بضوابط يعد خارجا عليه. وقد بوب الإمام النووي ما يدل على هذا التفريق حيث قال: "باب وجوب إنكار إنكار على الأمراء فيما يخالف الشرع وترك قتالهم ما صلوا" [217]. وكما روى أبو سعيد الخدري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن من أعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر"[218].

وفق الله أهل السنة والجماعة إلى عين الهدى والحق،فذهبوا إلى وجوب إنكار المنكر لكن بضوابط شرعية التي جاءت بها السنة وكان عليها سلف هذه الأمة ومن أهم ذلك وأعظمه قدرا أن يناصح ولاة الأمور سراً سراً فيما صدر عنهم من منكرات ولا يكون ذلك على رؤوس المنابر وفي مجامع الناس، لما ينجم عن ذلك غالباً غالباً من تأليب العامة وإثارة الرعاع وإشعال الفتن وهذا ليس دأب أهل السنة والجماعة بل سبيلهم ومنهجهم جمع جمع قلوب الناس على ولاتهم والعمل على نشر المحبة بين الراعي والرعية والأمر بالصبر على ما يصدر عن الولاة من استئثار بالمال أو ظلم للعباد مع قيامهم بمناصحة الولاة سرا [219].

---

[215] المعلوم من واجب العلاقة بين الحاكم والمحكوم صـ24.

[216] أ.د طلعت زهران، تنبيه الأنام بأحكام وشروط الخروج على الحكام صـ29-30.

[217] النووي المنهاج شرح صحيح مسلم رقم الباب69/16.ط، دار المعرفة بيروت.

[218] رواه أبو داود في كتاب الفتن باب في الأمر والنهي برقم 4344، والترمذي كتاب الفتن باب ما جاء في أفضل الجهاد وكلمة عدل عند سلطان جائر برقم2174، وابن ماجة في كتاب الفتن باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكربرقم4011، والحديث صححه الألباني في الصحيحة 491/1.

[219] د. عبد السلام العبد الكريم، معاملة الحكام في ضوء الكتاب والسنة صـ110-111.

يقول العلامة الشيخ عبد العزيز بن باز رحمه الله: "ليس من منهج السلف التشهير بعيوب الولاة وذكر ذلك على المنابر لأن ذلك يفضي إلى الفوضى وعدم السمع والطاعة في المعروف ويفضي إلى الخوض الذي يضر ولا ينفع، ولكن الطريقة المتبعة عند السلف النصيحة فيما بينهم وبين السلطان والكتابة إليه أو الاتصال بالعلماء الذين يتصلون به حتى يوجه إلى الخير وإنكار المنكر يكون من دون ذكر الفاعل"[220].

المبحث الثالث: الخوارج والرد عليهم.

تعريف الخوارج: قال الشهرستاني: "كل من خرج على الإمام الحق الذي اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجيا سواء كان الخروج في أيام الصحابة على الأئمة الراشدين أو كان بعدهم على التابعين بإحسان والأئمة في في كل زمان"[221]

خروجهم على أئمة المسلمين: قد رفع الخوارج شعار الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر منذ بدايات خروجهم وتنادوا إليه دون مراعات شروطه وضوابطه، وقد ضمنوه وجوب إلزام الناس بمذهبهم والخروج على أئمة أئمة الجور في نظرهم.[222]

الرد على الخوارج: ولا شك أن منهج الخوارج في نزع الطاعة عن أئمة الجور والخروج عليهم منهج مخالف للنصوص الشرعية المتظافرة في الأمر بالصبر على جور الولاة وطاعتهم في يغير معصية الله وعدم الخروج الخروج عليهم ويدل عليه حديث النبي صلى الله عليه وسلم: عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم من راى من أميره شيئا يكرهه فليصبر عليه فإنه من فارق الجماعة شبرا فمات، إلا مات ميتة ميتة جاهلية.[223]

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: فهذا أمر بالطاعة مع استئثار ولى الأمر وذلك ظلم منه ونهي عن منازعة الأمر أهله، وذلك نهي عن الخروج عليه.[224]

المبحث الرابع: بعض الشبهات حول الإمامة والجماعة والسمع والطاعة والرد عليها.

الشبهة الأولى: أن الجماعة المقصودة في الأحاديث هي الجماعة التي إمامها إمام لجميع المسلمين.

---

[220] ابن باز، المعلوم من واجب العلاقة بين الحاكم والمحكوم .ص22.

[221] الملل والنحل للشهرستاني 114/1.

[222] أ.د/سليمان بن صالح، الخوارج نشأتهم، فرقهم، صفاتهم.. ص:252، دار كنوز اشبيليا ط، الأولى 1430ھ

[223] رواه البخاري في كتاب الفتن باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: سترون بعدي أمورا تنكرونها برقم:7054.

[224] ابن تيمية، منهاج السنة 395/3. جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية ط، الأولى 1406ھ.

الرد على هذه الشبهة: هذه الدعوى لا دليل عليها بل قام الإجماع على خلافها. قال ابن تيمية: والسنة أن يكون للمسلمين إمام واحد والباقون نوابه فإذا فرض أن الأمة خرجت عن ذلك لمعصية من بعضها وعجز من من الباقين أو غير ذلك فكان عدة أئمة لكان يجب على كل إمام أن يقيم الحدود ويستوفي الحقوق[225].

الشبهة الثانية: الإمام الذي يجب طاعته وهو الذي لايصدر منه الفجور والفسوق.

الرد: الأحاديث الواردة في السمع والطاعة ترد ردا صريحا على هذه الشبهة الواهية مثل قول النبي صلى صلى الله عليه وسلم: "وإذا رأيتم من ولاتكم شيئا تكرهونه فاكرهوا عمله ولا تنزعوا يدا من طاعة"[226].

الشبهة الثالثة: لا تلزمنا البيعة ولا سمع ولا طاعة لأننا لم نبايعهم بأنفسنا.

الرد: قال الشيخ بن باز رحمه الله إذا اجتمع المسلمون على أمير وجبت الطاعة على الجميع ولوما بايع بايع بنفسه. الصحابة والمسلمون ما بايعوا أبا بكر بايعه من في المدينة ولزمت البيعة للجميع[227].

الشبهة الرابعة: طاعة الإمام تكون في الأمور الشرعية فقط أما في الأنظمة مثل نظام المرور والجوازات فلا تجب.

الرد: قال ابن باز: هذا باطل ومنكر بل يجب السمع والطاعة في هذه الأمور التي ليس فيها منكر بل نظمها ولي الأمر لمصالح المسلمين يجب الخضوع لذلك السمع والطاعة في ذلك لأن هذا من المعروف الذي ينفع المسلمين[228].

الشبهة الخامسة: الأئمة من قريش فلا يجب الطاعة لغير قريش.

الرد: أنه في حال الاختيار إذا صلح لولاية الأمر رجلان أحدهما من قريش والآخر من غير قريش فالقرشي فالقرشي يقدم على غيره. أو أنه في حال ترك القرشي الاستقامة على الدين لا أفضلية له لمجرد أنه قرشي.ويمكن الرد على هذا بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم:"اسمعوا وأطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي كأن رأسه رأسه زبيبة" [229]

المبحث الخامس: أسباب ودوافع الخروج على أئمة المسلمين

---

[225] ابن تيمية، مجموع الفتاوى **34/175-176**.

[226] أخرجه مسلم في صحيحه في كتاب الإمارة باب خيارة الأئمة وشرارهم رقم**1855**.

[227] محمد عمر سالم بازمول الجماعة والإمامة ط، دار الإمام أحمد دار الاستقامة ص**88**.

[228] محمد عمر سالم بازمول، السنة فيما يتعلق بولي الأمة ص**35-37**. دار الإمام أحمد قاهرة ط، الأولى.

[229] أخرجه البخاري في صحيحه، كتاب الأحكام باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية برقم **7142**.

إن المتتبع لمنهج الذين خرجوا على ولاة الأمور ونزعوا أيديهم عن الطاعة يلاحظ أسبابا كثيرة ومنها: الجهل وتحسين الظن بالعقل مع الغرور بالنفس كما قال تعالى:﴿يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلۡنَٰكَ خَلِيفَةٗ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَٱحۡكُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلۡهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمۡ عَذَابٞ شَدِيدُۢ بِمَا نَسُواْ يَوۡمَ ٱلۡحِسَابِ ٢٦﴾ [230] ومنها تأويل النصوص وعدم مراجعة النصوص الصحيحة الصحيحة وتقديم الهوى على النصوص والعمى على البصيرة واحتقار العلماء المعتبرين والتقليل من شأنهم وعدم وعدم فهم أحكام الخروج على السلطان وضوابطه وعدم فهم أخف الضررين وأعظم المصلحتين في نتائج الأمور[231].

المبحث السادس: مفاسد الخروج على جماعة المسلمين وإمامهم.

المفاسد المترتبة على الخروج على جماعة المسلمين وأئمتهم كثيرة ومتعددة قد ذكر الإمام أحمد للذين للذين أرادوا أن يخرجوا على الواثق خمسة مفاسد حيث قال : "الصبر على ما نحن فيه خير من الفتنة يسفك فيها الدماء ويستباح فيها الأموال وينتهك فيها المحارم فإذا وقع السيف عمت الفتنة وانقطعت السبل".[232]

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: "ولعله لا يكاد يعرف طائفة خرجت على ذي سلطان إلا وكان في خروجها من الفساد ما هو أعظم من الفساد الذي أزالته، والله تعالى لم يأمر بقتال كل ظالم وكل باغ كيفما كان ولا أمر بقتال الباغين ابتداء بل قال:﴿وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَاۖ فَإِنۢ بَغَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا عَلَى ٱلۡأُخۡرَىٰ فَقَٰتِلُواْ ٱلَّتِي تَبۡغِي حَتَّىٰ تَفِيٓءَ إِلَىٰٓ أَمۡرِ ٱللَّهِۚ فَإِن فَآءَتۡ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَا بِٱلۡعَدۡلِ وَأَقۡسِطُوٓاْۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُقۡسِطِينَ ٩﴾ [233] فلم يأمر بقتال الباغية ابتداء فكيف يأمر بقتال ولاة الأمر ابتداء".[234]

ومن مفاسد الخروج على جماعة المسلمين وإمامهم تفرقة المسلمين وقد نهى الله عن التفرقة﴿وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَٱخۡتَلَفُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ ١٠٥﴾ [235]

---

[230] ص: 26.

[231] فوزي محمد العودة موقف أهل السنة من الإرهاب ص14–16. مكتبة التوبة الرياض ط، الأولى.

[232] أبو بكر أحمد الخلال، كتاب السنة برقم 89، ص132–133.دار الراية الرياض للنشر والتوزيع ط، الأولى.

[233] الحجرات: 9.

[234] ابن تيمية، منهاج السنة النبوية 391/3–392.

[235] آل عمران: 105.

ومنها تفجير الممتلكات والمنشئات وقتل الأبرياء الغافلين وخطف الآدميين والطائرات والسفن والسيارات وغيرها[236]

الخاتمة

الحمد لله الذي تتم الصالحات به وأشكره سبحانه وتعالى على هذا الإحسان العظيم الذي وفقني بإكمال هذا البحث وأعترف بقصور جهودي وقلة علمي، ومع هذا حاولت بقدر استطاعتي أن أستفيد من هذا البحث فوائد كثيرة ووصلت خلال هذا البحث إلى عدة نتائج من أهمها:

1- أن السمع والطاعة أصل من أصول الدين وهو واجب في غير معصية الله.

2- اهتم السلف اهتماما بالغا على السمع والطاعة ومنهج أهل السنة والجماعة مع ولاة الأمور منهج عدل وسط كما هو شأنهم في سائر أمور الدين.

3- الوقيعة في أعراض الأمراء والاشتغال بسببهم وذكر معايبهم خطيئة كبيرة وجريمة شنيعة.

4- المملكة العربية السعودية تحقيق واقعي للمراد الشرعي بالجماعة صرح به أئمة الدعوة.

5- أن الاعتزال في حديث حذيفة لم يأت زمانه بعد ولا يعلم متى يأتي زمانه إلا الله وزماننا هذا لا ينطبق عليه حكم الاعتزال كما يروجه الجهال.

6- أن الخروج على ولاة أمور له مفاسد كثيرة ومتعددة.

7- أنه لا بأس بتعدد الأئمة والسلاطين ويجب الطاعة لكل واحد منهم بعد البيعة له على أهل القطر الذي ينفذ فيه أوامره ونواهيه.

8- طاعة الإمام ليست محصورة في الأمور الشرعية فقط بل تكون في الأنظمة أيضاً مثل نظام المرور والجوازات والبلديات ونحوها.

أهم التوصيات:

1- إقامة المؤتمرات على هذا الموضوع وما يتعلق به.

2- اهتمام العلماء اهتماما بالغا، وتذكير الناس في دروسهم.

هذا ما تيسر لي في هذا البحث، فما كان فيه من صواب فهو من الله وفضله ومنه وكرمه، وأشكره سبحانه على هذا وما كان فيه من خطأ فهو مني ومن الشيطان وأستغفر الله وأتوب إليه إنه تواب رحيم.وصلى الله وسلم على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

---

[236] أ. د سليما ن أبو الخيل، مفهوم الجماعة والإمامة صـ **178**.

ہماری مطبوعات

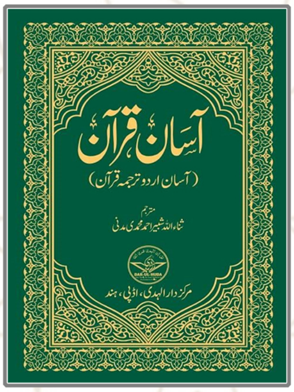

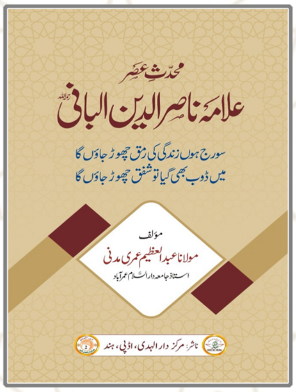

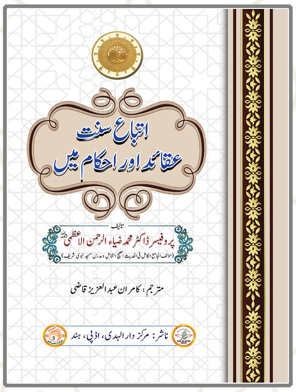

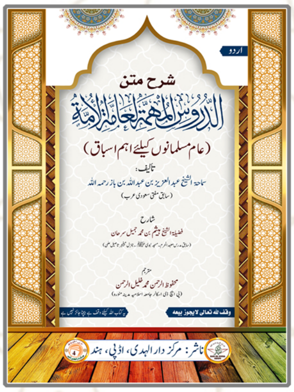

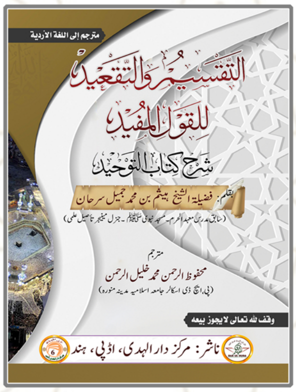

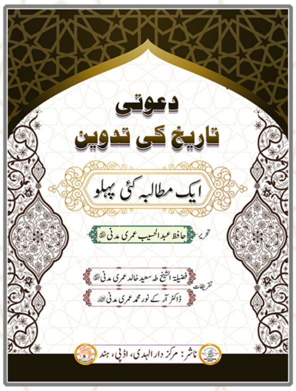

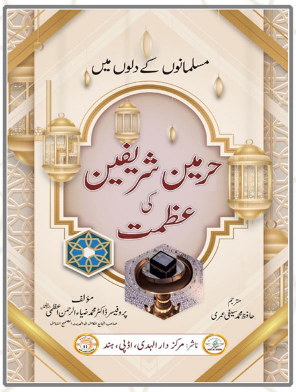

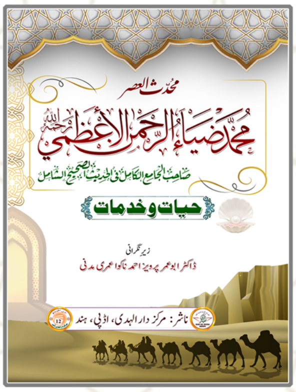

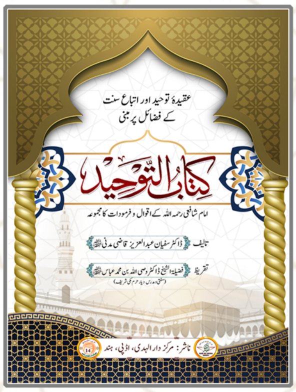

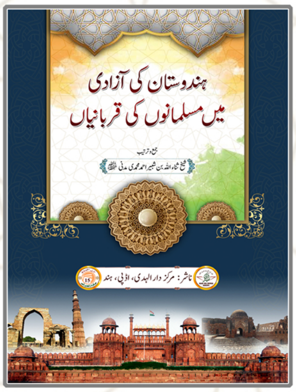

مؤسسہ دار الہدی، اڈپی، ہند
DAR-UL-HUDA CHARITABLE TRUST®
#1, First Floor, Himalay Pearl,
Udupi - Manipal Road, Kadiyali, Udupi,
Karnataka - India, Pin: 576102

DAR-UL-HUDA
UDUPI

Cell: +91 7337814400 - +91 9945565905
WhatsApp: +966 507472706
Email: dar_ul_hudaudupi@yahoo.com
Web: www.darulhudaudupi.org
@ DAR-UL-HUDA, UDUPI